محمود المواعظ

جلد ششم

دین میں نماز کی اہمیت اور حیثیت
نماز کی روح خشوع اور اس کی اہمیت
اپنی نمازوں کو صحیح اور جاندار بنائیے
رمضان کا مہینہ ہم کیسے گذاریں؟
رمضان المبارک کے فضائل اور برکات
معتکفین کے لیے قیمتی ہدایات اور نصائح
رمضان کی محنتوں اور برکتوں کو مابعد رمضان باقی رکھنے کا اہتمام اور اس کے اصولی گر
ماہِ رمضان کی وصول یابی میں اپنی ذاتوں کا احتساب اور آئندہ کے عزائم
شبِ برأت کی فضیلت قرآن، حدیث اور اقوالِ سلف کے آئینے میں
ماہِ محرم اور یومِ عاشورا کے احکام اور فضائل
قربانی کی مختصر تاریخ اور اس کے احکام و فضائل

مجموعۂ مواعظ

حضرت اقدس مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم
سابق صدر مفتی و حال شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین، ڈابھیل

مکتبہ محمودیہ، محمود نگر، ڈابھیل

محمود المواعظ

(جلد ششم)

مجموعۂ مواعظ

حضرت اقدس مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم

سابق صدر مفتی وحال شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین، ڈابھیل

مرتب

مولانا عظیم الدین ارنالوی

مدرس مدرسہ مفتاح العلوم، تراج، سورت، گجرات

ناشر

مکتبۂ محمودیہ، محمود نگر، ڈابھیل

تفصیلات

کتاب کا نام:................................ محمود المواعظ (جلد ششم)

افادات:..................... حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم

مرتب:...................... مولانا عظیم الدین ارنالوی (استاذ مدرسہ مفتاح العلوم تراج)

صفحات: ۴۶۴

ناشر:........................ مکتبۂ محمودیہ، محمود نگر، ڈابھیل، گجرات

حضرت دامت برکاتہم کے مواعظ، کتابیں حاصل کرنے اور ہر سنیچر کو براہِ راست
حضرتِ اقدس کی مجلس سننے کے لیے حسبِ ذیل ویب سائٹ کا استعمال کریں:
www.muftiahmedkhanpuri.com

ملنے کے پتے

- ادارۃ الصدیق، نزد جامعہ تعلیم الدین، ڈابھیل Mo:99133,19190
- مکتبۂ انور، ڈابھیل (مفتی عبد القیوم صاحب راجکوٹی) Mo:99246,93470
- مکتبۃ الاتحاد، دیوبند Mo:98972,96985
- ادارۂ علم وادب، جمبوسر (مفتی فرید صاحب کاوی) Mo:98987,55200
- مکتبہ محمدیہ، ترکیسر (مفتی سلیمان صاحب شاہوی) Mo:88666,21229
- مکتبۂ ابوہریرہ، کھروڈ (مولانا جاوید صاحب مہاراشٹری) Mo: 99256,52499
- مفتی صدیق اسلامپوری (جامعہ خیر العلوم ادگاؤں، کولہاپور) Mo:99220,98249

اجمالی فہرست مضامین...... جلد ششم

نمبر شمار	موضوعات	صفحہ نمبر
۱	دین میں نماز کی اہمیت اور حیثیت	۴۹
۲	نماز کی روح خشوع اور اس کی اہمیت	٦۷
۳	اپنی نمازوں کو صحیح اور جان دار بنائیے	۹۷
۴	رمضان کا مہینہ ہم کیسے گذاریں؟	۱۳۳
۵	رمضان المبارک کے فضائل اور برکات	۱۷۳
٦	معتکفین کے لیے قیمتی ہدایات اور نصائح	۲۱۱
۷	رمضان کی محنتوں اور برکتوں کو مابعد رمضان باقی رکھنے کا اہتمام اور اس کے اصولی گُر	۲۷۱
۸	ماہِ رمضان کی وصول یابی میں اپنی ذاتوں کا احتساب اور آئندہ کے عزائم	۲۹۷
۹	شبِ برأت کی فضیلت قرآن، حدیث اور اقوالِ سلف کے آئینے میں	۳۷۷
۱۰	ماہِ محرم اور یومِ عاشورا کے احکام اور فضائل	۴۱۹
۱۱	قربانی کی مختصر تاریخ اور اس کے احکام وفضائل	۴۴۵

تفصیلی فہرست مضامین...... جلد ششم

نمبر شمار	عناوین	صفحہ نمبر
	دین میں نماز کی اہمیت اور حیثیت	
۱	خطبے میں مذکور حدیث کی مختصر تشریح	۵۱
۲	شریعت میں عبادات کا شعبہ قائم کرنے کی حکمت	۵۲
۳	نماز دین کا اہم ستون ہے	۵۳
۴	نماز ایمان اور کفر کے درمیان حدِّ فاصل ہے	۵۴
۵	نماز اور دین کے درمیان تعلق	۵۴
٦	حضرت عمرؓ کا اپنے گورنروں کے نام تاریخی فرمان	۵۵
۷	بعض لوگوں کی غلط فہمی	۵۵
۸	دورانِ جہاد بھی نماز معاف نہیں ہے	۵٦
۹	نماز ہر کام سے اہم کام ہے	۵٦
۱۰	نماز کی حفاظت اور محافظت کا مطلب	۵٦
۱۱	دین کی حفاظت کا عجیب وغریب نسخہ	۵۷
۱۲	نماز کی حفاظت نہ کرنے والے سے دوسرے امورِ دین کی انجام دہی کی کوئی امید نہیں	۵۷

۱۳	لفظِ فلاح اوار دوزبان کی تنگ دامنی	۵۸
۱۴	فلاح ڈھونڈنے والوں کے لیے نسخۂ کیمیا	۵۹
۱۵	قرآن میں نماز قائم کرنے کا حکم اوراس کا مطلب	٦۰
۱٦	خضوع کا مطلب	٦۰
۱۷	نماز میں نگاہیں رکھنے کی جگہ تک بھی بتادی گئی ہے	٦۱
۱۸	نماز کے بارے میں نبوی تاکید	٦۲
۱۹	غلط طریقے سے نماز پڑھنے پر ایک صحابی کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تنبیہ	٦۲
۲۰	پہلی مرتبہ نماز کا صحیح طریقہ نہ بتلانے کی حکمت	٦۳
۲۱	خشوع کا مطلب	٦۳
۲۲	نماز میں خشوع پیدا کرنے کے نبوی طریقوں میں ایک طریقہ	٦۴
۲۳	’’گویا کہ تم اللہ کو دیکھ رہے ہو‘‘ کہنے کی حکمت	٦۵
۲۴	نماز میں خشوع پیدا کرنے کا دوسرا طریقہ	٦۵
۲۵	آخری نماز سمجھ کر ہر نماز پڑھنا امرِ واقعی ہے	٦۷

نماز کی روح خشوع اوراس کی اہمیت

۲٦	شریعت: زندگی گذارنے کا مکمل انسائیکلوپیڈیا	٦۹
۲۷	عقائد کے باب میں مسلمانوں کی غفلت	۷۰
۲۸	شعبۂ عبادت اوراس کو قائم کرنے کی غرض	۷۰

۲۹	عبادات کی مختلف صورتیں	۷۱
۳۰	نماز: بندے کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ جوڑنے والا سب سے بہتر ذریعہ	۷۱
۳۱	فرض نمازیں	۷۱
۳۲	نوافل کی قسمیں	۷۲
۳۳	نماز کے اوقاتِ مکروھہ	۷۲
۳۴	قرآن میں نماز کا حکم اجمالی ہے	۷۳
۳۵	نماز پر مختلف حالات اور ادوار گذرے ہیں	۷۳
۳۶	حضراتِ ائمۂ مجتہدین کا امت پر احسانِ عظیم	۷۳
۳۷	نماز کے فرائض بنام شرائط	۷۴
۳۸	نماز کے فرائض بنام ارکان	۷۴
۳۹	نماز کے دوسرے افعال اور ان کے درجات	۷۵
۴۰	انھیں پر بعض ناداں کچھ گھڑا کرتے ہیں افسانہ	۷۵
۴۱	''فقہ'' قرآن وحدیث میں موجود عملی زندگی سے متعلق احکام کا مجموعہ ہے	۷۵
۴۲	فقہ کے متعلق غلط فہمی پھیلانے والے احسان فراموش ہیں	۷۶
۴۳	فقہاء کا ایک اور احسان	۷۶
۴۴	نماز کی صورت اور روح	۷۷

۴۵	نماز کے جملہ افعال بڑی اہمیت اور فضیلت کے حامل ہیں	۷۷
۴۶	محمد بن سماعہ رحمۃ اللہ علیہ سے با جماعت نماز فوت ہونے کا واقعہ	۷۷
۴۷	فضیلت جماعت کے سلسلے میں وارد مختلف روایتوں میں تطبیق	۷۸
۴۸	تمھیں کہہ دو! یہی آئینِ وفاداری ہے	۷۸
۴۹	ترکِ جماعت پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غضبِ شدید	۷۹
۵۰	تھے تو وہ آبا تمھارے ہی مگر تم کیا ہو؟	۷۹
۵۱	اے ابنِ سماعہ! فرشتوں کی آمین کا کیا ہوگا!	۸۰
۵۲	با جماعت نماز کا ایک عظیم فائدہ	۸۱
۵۳	آمین کے سلسلے میں ہمارا مذہب اور اس کے ساتھ ہمارا ناروا سلوک	۸۱
۵۴	اگر نماز کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق پڑ گئی!	۸۱
۵۵	نماز کی روح: خشوع	۸۲
۵۶	خضوع کا مطلب	۸۳
۵۷	کامیاب ہیں وہ ایمان والے	۸۳
۵۸	فلاح کا صحیح مفہوم ادا کرنے سے اردو زبان قاصر ہے	۸۴
۵۹	خشوع میں خلل ڈالنے والے حالات کی موجودگی میں نماز کی ممانعت	۸۴
۶۰	ٹھکرا کے اڑا دے پھر ہر ذرۂ خاکِ دل	۸۵
۶۱	یہ تھے ہمارے اکابر!!	۸۵

٦٢	اطمینان سے انجام دیئے جانے کے قابل کام نماز ہے	۸٦
٦٣	نمازی کے سامنے سے گذرنے کی ممانعت	۸٦
٦٤	حدیث سے غلط فہمی	۸٦
٦۵	حدیث کا صحیح مطلب	۸۷
٦٦	نمازی کے سامنے سے گذرنے کی ممانعت کی حکمت	۸۷
٦۷	نمازی کے سامنے سے گذرنے والے کے خلاف حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بد دعا	۸۸
٦۸	خشوع نماز کی جان ہے	۸۹
٦۹	نماز میں خلل ڈالنے والی چادر کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اتار پھینکنا	۸۹
۷٠	یہ بازی عشق کی بازی ہے	۹٠
۷۱	عشق اگر تیرا نہ ہو میری نماز کا امام	۹۱
۷۲	وہ سجدہ روحِ زمیں جس سے کانپ جاتی تھی	۹۱
۷۳	وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا	۹۲
۷۴	کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا	۹۳
۷۵	با حضورِ دل نہ کردم طاعتے	۹۴
۷٦	ترستے ہیں آج اس کو منبر و محراب	۹۴

اپنی نمازوں کو صحیح اور جان دار بنایئے

۷۷	شریعت: زندگی گذارنے کا مکمل انسائیکلوپیڈیا	۹۹

۷۸	شعبۂ عبادت اور اس کو قائم کرنے کی غرض	۱۰۰
۷۹	بیگانہ کرتی ہے دو عالم سے دل کو	۱۰۰
۸۰	عبادات کی فرضیت بندوں پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے	۱۰۱
۸۱	ہماری اطاعت و معصیت سے اللہ تعالیٰ کی ذات مستغنی ہے	۱۰۱
۸۲	یہ نغمہ فصلِ گل و لالہ کا نہیں پابند	۱۰۱
۸۳	بہار ہو کہ خزاں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ	۱۰۲
۸۴	عبادات کا شعبہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی شانِ محبت کا مظہر ہے	۱۰۳
۸۵	نماز اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا تاوان اور ٹیکس نہیں ہے	۱۰۳
۸۶	پانچ وقت کی نماز کے لیے پکار کی حقیقی غرض	۱۰۴
۸۷	شاہانِ دنیا سے ملاقات کا حال	۱۰۴
۸۸	اللہ تعالیٰ کا ایک بہت بڑا احسان	۱۰۵
۸۹	ہنوز نامِ گفتن کمال بے ادبی است	۱۰۵
۹۰	بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے	۱۰۵
۹۱	من نگردم پاک از تسبیحِ شاں	۱۰۶
۹۲	نماز دین کا بنیادی ستون ہے	۱۰۶
۹۳	قرآن و حدیث کی روشنی میں نماز کی اہمیت	۱۰۷
۹۴	احادیث کی روشنی میں تارکِ صلوۃ کا حکم	۱۰۸

٩٥	اقوالِ ائمہ کی روشنی میں تارکِ صلوۃ کا حکم	١٠٩
٩٦	صحیح نماز سکھلانے کا نبوی اہتمام	١٠٩
٩٧	نمازیں صحیح بنانے کا حضراتِ صحابہ کا اہتمام	١١٠
٩٨	قرآنی آیات کی روشنی میں بامراد	١١١
٩٩	تارکِ نماز سے دیگر امورِ دین کے قیام کی امید نہیں کی جاسکتی	١١١
١٠٠	نماز میں کوتاہی کروانے کا ایک ابلیسی داؤ پیچ	١١٢
١٠١	نماز میں کوتاہی کرنے کا اثر تمام دینی امور پر پڑتا ہے	١١٢
١٠٢	تمھارے کاموں میں میرے نزدیک سب سے اہم کام نماز ہے	١١٣
١٠٣	اقامتِ صلوۃ کا حکم اور اس کا مطلب	١١٣
١٠٤	امت پر ائمۂ مجتہدین کا احسانِ عظیم	١١٤
١٠٥	ائمۂ مجتہدین کے احسان کا بدلہ ہم نہیں چکا سکتے	١١٥
١٠٦	ترکِ سنت سے نماز میں نور نہیں آتا	١١٥
١٠٧	اپنی نمازوں کا جائزہ لیجیے	١١٦
١٠٨	جانتے ہیں اہلِ دنیا، جیسی پڑھتے ہیں نماز	١١٦
١٠٩	نمازوں کی سنتوں کو چھوڑنے پر مرتب ہونے والا اثرِ بد	١١٧
١١٠	نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنا شیطان کا اچک لینا ہے	١١٧
١١١	نماز میں مواضعِ مقررہ پر نگاہیں کا رکھنے کا عظیم فائدہ	١١٨

۱۱۲	خضوع کیا ہے؟	۱۱۸
۱۱۳	نیت کا حقیقی مطلب	۱۱۹
۱۱۴	ہاتھوں کو کانوں تک اٹھانے کی کیفیت	۱۱۹
۱۱۵	تحریمہ کے بعد ہاتھوں کو باندھنے کا صحیح طریقہ	۱۱۹
۱۱۶	قیام کا صحیح اور مسنون طریقہ	۱۱۹
۱۱۷	رکوع کا صحیح اور مسنون طریقہ	۱۲۰
۱۱۸	قومے کا صحیح اور مسنون طریقہ	۱۲۰
۱۱۹	اطمینان سے نماز ادا نہ کرنے پر دوہرانے کا حکم	۱۲۰
۱۲۰	پرندوں کے ٹھونگے مارنے کی طرح نماز ادا کرنے کی ممانعت	۱۲۱
۱۲۱	ہر عملِ صلوۃ کو شرعی ہدایات کے مطابق انجام دینا ''خضوع'' ہے	۱۲۱
۱۲۲	سجدے کا شرعی طریقہ اور اس سلسلے میں لوگوں کی غفلت	۱۲۲
۱۲۳	اکثر لوگوں کی نماز واجب الاعادہ ہوتی ہے	۱۲۲
۱۲۴	خشوع کا مطلب	۱۲۳
۱۲۵	مشینی دور کی مشینی نمازیں	۱۲۳
۱۲۶	سجدے میں سر، دل میں دنیا کا خیال اس دھرتی پے بھاری ہیں نمازیں اپنی	۱۲۳
۱۲۷	من اپنا پرانا پاپی ہے، برسوں سے نمازی بن نہ سکا	۱۲۴

۱۲۸	نمازوں سے خشوع کا ختم ہوجانا قیامت کی علامتوں میں سے ہے	۱۲۴
۱۲۹	شاید اسی کا نام محبت ہے شیفتہ	۱۲۵
۱۳۰	اک آگ سی ہے سینے کے اندر لگی ہوئی	۱۲۶
۱۳۱	کیا ہیں میری قربانیاں، کیا نوازشیں ہیں تیری	۱۲۶
۱۳۲	کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا	۱۲۷
۱۳۳	تربیت عام تو ہے، جوہر قابل ہی نہیں	۱۲۷
۱۳۴	دینی امور میں ہماری لامتناہی بے حسی	۱۲۸
۱۳۵	روحانی طبیب کے سامنے حالات پیش کرنے میں بھی خیانت	۱۲۸
۱۳۶	صیاد خوش ہے کہ کانٹا نگل گئی.......	۱۲۹
۱۳۷	نافرمانی میں بے دریغ وقت ضائع کرنے والوں کے پاس نماز کے لیے وقت نہیں	۱۲۹
۱۳۸	مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے	۱۳۰
۱۳۹	اسباغ الوضو: درجات کو بلند کرنے والی اہم چیز	۱۳۰
۱۴۰	قبلیہ سنتیں فرض نماز کے لیے تمہید ہیں	۱۳۱
۱۴۱	یعنی وہ صاحبِ اوصافِ حجازی نہ رہے	۱۳۱
۱۴۲	مجھے تو اس کی عبادت پے رحم آتا ہے	۱۳۲

رمضان کا مہینہ ہم کیسے گذاریں؟

۱۴۳	رمضان المبارک اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت ہے	۱۳۵
۱۴۴	رمضان المبارک کی عظمت کی طرف متوجہ کرنے کا نبوی اہتمام	۱۳۶
۱۴۵	رمضان کی طرف خصوصیت کے ساتھ متوجہ کرنے کا سبب	۱۳۶
۱۴۶	تخلیقِ انسانی کا مقصد	۱۳۶
۱۴۷	فرشتوں کی صفت اور شان	۱۳۷
۱۴۸	فرشتوں میں ون سائیڈ ٹرافک والا معاملہ ہے	۱۳۷
۱۴۹	تخلیقِ انسانی کے اظہارِ ارادہ پر فرشتوں کی طرف سے سوال	۱۳۸
۱۵۰	اللہ تبارک وتعالیٰ کا حاکمانہ جواب	۱۳۸
۱۵۱	کائنات میں پیدا کردہ چیزوں کے نام حضرت آدمؑ کو سکھانے اور فرشتوں کو نہ سکھانے کی حکمت	۱۳۹
۱۵۲	علم کی اہمیت	۱۴۰
۱۵۳	حضرت آدمؑ کو دوسری مخلوقات پر فوقیت دینے والا وصف	۱۴۰
۱۵۴	ابلیس کی حکمِ الٰہی سے سرتابی	۱۴۱
۱۵۵	اللہ تعالیٰ کے تخلیقِ آدمؑ کے اظہارِ ارادہ پر فرشتوں کی لب کشائی	۱۴۱
۱۵۶	حضرت آدمؑ اور حضرت حوا کی تخلیق بعد ان کو جنت میں رہنے کا حکم	۱۴۲
۱۵۷	شجرۂ ممنوعہ کا کھانا اور دنیا میں اتارا جانا طے شدہ امر تھا	۱۴۲

۱۵۸	سرِ تسلیم خم ہے، جو مزاجِ یار میں آئے	۱۴۳
۱۵۹	اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت آدمؑ کو کلماتِ توبہ کی تلقین اور ان کلمات سے توبہ واستغفار	۱۴۳
۱۶۰	حضرتِ آدمؑ اور حضرتِ موسیٰؑ کے مابین عالمِ ارواح میں مناظرہ	۱۴۴
۱۶۱	حضرتِ آدمؑ کا مُسکت جواب	۱۴۵
۱۶۲	حضرتِ آدمؑ اور حضرتِ موسیٰؑ کے مابین اس مناظرے کے قیام کی غرض	۱۴۶
۱۶۳	انسان کو اشرف المخلوقات بنانے والا وصفِ امتیازی	۱۴۷
۱۶۴	اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے بے شمار فرشتے موجود ہیں	۱۴۷
۱۶۵	آسمان میں کوئی جگہ عبادت کرنے والے فرشتوں سے خالی نہیں ہے	۱۴۸
۱۶۶	ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کرّ وبیاں	۱۴۸
۱۶۷	انسان میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور معصیت دونوں کی صلاحیتیں ہیں	۱۴۹
۱۶۸	ایماں مجھے روکے ہے جو کھینچے ہے مجھے کفر	۱۴۹
۱۶۹	اندھے کے ناجائز امور کو نہ دیکھنے میں کوئی کمال نہیں ہے	۱۵۰
۱۷۰	بدنظری: ایک خطرناک گناہ	۱۵۰
۱۷۱	اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کو اپنے سامنے رکھ کر اپنی خواہشات کو قربان کرنے والا	۱۵۱

١٧٢	جنت کی نعمتوں سے فرشتے متمتع نہیں ہو سکتے	١٥٢
١٧٣	کسی چیز سے لطف اندوز ہونے کا اصول	١٥٢
١٧٤	بھینس کے سامنے بین بجائے، بھینس کھڑی.....	١٥٣
١٧٥	اللہ تعالیٰ کے لیے اپنی خواہشات کو قربان کرنے کی بہترین مثال	١٥٣
١٧٦	روزہ: اخلاص وللّٰہیت کا بہترین مظہر	١٥٤
١٧٧	روزے کا بدلہ اللہ تعالیٰ دیں گے	١٥٥
١٧٨	روزے کے سلسلے میں ایک روح پرور واقعہ	١٥٥
١٧٩	ڈچ قوم اور فکری آزادی	١٥٥
١٨٠	ڈچ قوم کی اسلام دشمنی	١٥٦
١٨١	یہ نغمہ فصلِ گل ولالہ کا نہیں پابند	١٥٦
١٨٢	روزہ ایک ڈچ آدمی کے اسلام کا باعث بنا	١٥٧
١٨٣	اللہ تعالیٰ تو دیکھ رہے ہیں	١٥٨
١٨٤	حکمِ روزہ کا مقصد: حصولِ تقوی	١٥٩
١٨٥	روزہ داروں کے لیے لمحۂ فکریہ	١٥٩
١٨٦	ایسے آدمی کے بھوکا، پیاسا رہنے کی اللہ تعالیٰ کو کوئی حاجت نہیں	١٦٠
١٨٧	روزہ: حصولِ تقوی کا ایک مختصر سا کورس ہے	١٦٠
١٨٨	رمضان کا مہینہ صرف روزے تک محدود نہ رہنا چاہیے	١٦٠

۱۸۹	جھگڑے کی نحوست سے شبِ قدر کی تعیین اٹھالی گئی	۱٦۱
۱۹۰	اللہ کی رحمت کے جھونکوں سے خود کو فائدہ پہنچایئے	۱٦۱
۱۹۱	رمضان میں ادا کی جانے والی بعض عبادتوں کا اجمالی خاکہ	۱٦۲
۱۹۲	آخری عشرے کی اہم عبادت: اعتکاف	۱٦۲
۱۹۳	قلوب پر کاروباری مشغولیوں کی وجہ سے پڑنے والے اثرات	۱٦۳
۱۹۴	دینی مشاغل میں مبتلا لوگوں کے قلوب پر بھی دنیا کا اثر آجاتا ہے	۱٦۴
۱۹۵	لوگوں کے ساتھ اختلاط کا اثر نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل پر	۱٦۴
۱۹٦	ہمارے اسلاف کا معمول	۱٦۵
۱۹۷	رمضان میں سارے کام چھوڑ کر اللہ کی عبادت میں مشغول ہوجایئے	۱٦۵
۱۹۸	ختمِ سحری کے وقت اعلان میں مبالغہ اور اس کی خرابی	۱٦٦
۱۹۹	کبھی اس کی بھی ترغیب دیجیے	۱٦٦
۲۰۰	بیڑی پینے والوں کی بے صبری	۱٦۷
۲۰۱	تراویح اور امت کا بگڑا ہوا مزاج	۱٦۸
۲۰۲	قرآن کو ٹھیر ٹھیر کر پڑھنا واجب ہے	۱٦۸
۲۰۳	اس دھرتی پے بھاری ہیں نمازیں اپنی	۱٦۸
۲۰۴	تم ہی کہہ دو! یہی آئینِ وفاداری ہے!	۱٦۹
۲۰۵	رمضان، رمضان پکارنے سے اس کی برکتیں حاصل نہیں ہوتیں	۱۷۰

۲۰۶	انسان پورا سال رمضان ہونے کی تمنا کرے اگر...	۱۷۰
۲۰۷	اسلاف کے واقعات پڑھ کر اپنے اندر رمضان کو وصول کرنے کا جذبہ بیدار کیجیے	۱۷۱
۲۰۸	سال ویسا ہی گذرے گا جیسا رمضان گذرے گا	۱۷۱

رمضان المبارک کے فضائل اور برکات

۲۰۹	رمضان المبارک کی آمد پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امت کو اس کی طرف متوجہ کرنے کا اہتمام	۱۷۶
۲۱۰	رمضان المبارک کی سب سے بڑی فضیلت	۱۷۶
۲۱۱	قرآنِ کریم کے دو نزول اور اس کی تفصیل	۱۷۷
۲۱۲	کلام اللہ کو رمضان المبارک کے ساتھ تعلق	۱۷۷
۲۱۳	رمضان المبارک میں ہمارے اسلاف کا قرآن کے ساتھ شغف	۱۷۸
۲۱۴	جن وانس کو باری تعالیٰ نے اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا ہے	۱۷۹
۲۱۵	انسان کو ہمہ وقت عبادت کا پابند کیوں نہیں کیا گیا؟	۱۷۹
۲۱۶	رمضان کا مہینہ دلوں کے میل کچیل کو دور کرنے کے لیے ہے	۱۸۰
۲۱۷	ماہِ رجب کا چاند دیکھنے پر منقول دعا اور اس کی حکمت	۱۸۱
۲۱۸	ہر ماہ کا چاند دیکھنے پر پڑھی جانے والی دعائیں	۱۸۱
۲۱۹	ماہِ رجب کا چاند دیکھنے پر منقول دعا اور اس کا مطلب	۱۸۲

۱۸۲	اہم چیزوں کو دیکھنے کے لیے دعاؤں کا انسانی مزاج	۲۲۰
۱۸۳	نبوی دعاؤں کی عجیب جامعیت	۲۲۱
۱۸۳	نئی بستی میں داخل ہوتے وقت پڑھنے کی دعا اور اس کا مفہوم	۲۲۲
۱۸۴	اسلاف کا معمول	۲۲۳
۱۸۵	استقبال رمضان کے لیے من جانب اللہ جنت کی تزئین کی اہتمام	۲۲۴
۱۸۵	رمضان کی آمد پر جنت کے دروازے کھولے جانے کا مطلب	۲۲۵
۱۸۶	رمضان کی آمد پر جہنم کے دروازے بند کیے جانے کا مطلب	۲۲۶
۱۸۷	رمضان المبارک میں اپنے گناہوں کی بخشش نہ کروا پانے والے کے لیے بددعا	۲۲۷
۱۸۸	روزہ افطار کرانے کا بے شمار ثواب	۲۲۸
۱۸۸	اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت کا ایک نمونہ	۲۲۹
۱۸۹	رمضان کی اہمیت سے حضراتِ صحابہؓ کو واقف کرانے کا نبوی اہتمام	۲۳۰
۱۸۹	رمضان کے سایہ فگن ہونے کا مطلب	۲۳۱
۱۹۰	شبِ قدر کا ثواب	۲۳۲
۱۹۰	سورۂ قدر کا شانِ نزول	۲۳۳
۱۹۱	کتنے خوش نصیب ہیں وہ لوگ....	۲۳۴
۱۹۱	ہم تو مائل بہ کرم ہیں، کوئی سائل ہی نہیں	۲۳۵

٢٣٦	شبِ قدر کی تلاش کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پورے ماہ کا اعتکاف کرنا	١٩٣
٢٣٧	اعتکاف کی مشروعیت کا سبب	١٩٣
٢٣٨	شبِ قدر جیسی بابرکت راتوں کے متعلق ایک غلط فہمی کا ازالہ	١٩٣
٢٣٩	شبِ قدر کی برکتوں کو وصول کرنے کا ایک گُر اور ہماری کوتاہی	١٩٤
٢٤٠	پوری رات عبادت کا ثواب حاصل کرنے ایک اور آسان سا نسخہ	١٩٥
٢٤١	شبِ قدر میں حصول فضیلت کے لیے پوری رات جاگنا ضروری نہیں	١٩٦
٢٤٢	کسی کی غیبت اور برائی کیے کرائے پر پانی پھیر دیتی ہے	١٩٦
٢٤٣	ماہِ مبارک میں خصوصی طور پر گناہوں سے بچیے	١٩٦
٢٤٤	روزے کے کچھ آداب	١٩٧
٢٤٥	ہفتہ، سال اور زندگی تقوی کے ساتھ گذارنے کا نسخہ	١٩٧
٢٤٦	شبِ قدر اور جیسی راتوں میں ہونے والی خرافات	١٩٨
٢٤٧	روزہ ڈھال ہے بشرطیکہ.....	١٩٨
٢٤٨	اعمالِ صالحہ کے فوائد حاصل کرنے سے متعلق ایک اہم اصول	١٩٩
٢٤٩	كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ کی تفسیر	١٩٩
٢٥٠	روزے کا مقصد تقوی کا حصول ہے	٢٠٠
٢٥١	حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں تقوی کی حقیقت	٢٠٠
٢٥٢	ایں خیال واست ومحال است وجنوں	٢٠١

۲۵۲	رمضان میں تراویح کو بھی نفل قرار دیا گیا ہے	۲۰۲
۲۵۳	رمضان کے روزے فرض ہیں	۲۰۲
۲۵۴	رمضان میں اعمال کی قدر و قیمت غیرِ رمضان کی بہ نسبت بڑھ جاتی ہے	۲۰۳
۲۵۵	سونے کے بھاؤ میں لوہا	۲۰۳
۲۵۶	رمضان کا مہینہ نیکیوں کی سیزن ہے	۲۰۴
۲۵۷	اس کے الطاف تو عام ہیں شہیدی سب پر	۲۰۴
۲۵۸	اسلاف کے یہاں رمضان کی قدر و قیمت	۲۰۵
۲۵۹	تراویح کے ساتھ ہمارا مجرمانہ سلوک	۲۰۵
۲۶۰	لعنت والے طریقے پر قرآن پڑھنے اور سننے سے احتراز کیجئے	۲۰۶
۲۶۱	ستم بالائے ستم	۲۰۶
۲۶۲	تھے تو وہ آباء تمھارے ہی، تم کیا ہو؟	۲۰۷
۲۶۳	اللہ تعالیٰ کی شانِ کریمی	۲۰۷
۲۶۴	رمضان صبر کا مہینہ ہے	۲۰۸
۲۶۵	یہ مواسات اور غم خواری کا مہینہ ہے	۲۰۸
۲۶۶	حقیقی حاجت مندوں کو تلاش کر کے ان کی مدد کریں	۲۰۸
۲۶۷	پیشہ ور بھکاریوں کا حال	۲۰۸

معتکفین کے لیے قیمتی ہدایات اور نصائح

٢٦٨	ہجوم کیوں ہے زیادہ شراب خانے میں	٢١٣
٢٦٩	اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اولین حق: شکر گزاری	٢١٤
٢٧٠	شکر کی دو قسمیں: لسانی اور حقیقی	٢١٤
٢٧١	شیطان شکر ہی کے ذریعہ سے اکثر انسان کا راستہ کاٹتا ہے	٢١٤
٢٧٢	شکر گزاری پر نعمت میں اضافے کا اور ناشکری پر عذاب کا وعدۂ اِلٰہی	٢١٥
٢٧٣	اللہ تعالیٰ تمھیں عذاب دے کر کیا کریں گے؟	٢١٥
٢٧٤	اعمالِ عباد کی بارگاہِ اِلٰہی میں عجیب وغریب پذیرائی	٢١٦
٢٧٥	اللہ تعالیٰ کی عظمت بندوں کے اعمال پر موقوف نہیں ہے	٢١٧
٢٧٦	حقیقی شکر اور زبانی شکر کی ایک مثال سے تفہیم	٢١٧
٢٧٧	نعمتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی بندوں سے چاہت	٢١٩
٢٧٨	اہمیت رمضان کو حضراتِ صحابہ کے سامنے بیان کرنے کا نبوی اہتمام	٢١٩
٢٧٩	ماہِ رمضان کی ایک فضیلت	٢٢٠
٢٨٠	رمضان کی اہمیت اکابر کی نگاہوں میں	٢٢٠
٢٨١	رمضان کے آخری عشرے کی اہمیت اور فضیلت	٢٢٠
٢٨٢	رات کی نماز کے سلسلے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عام عادت	٢٢١
٢٨٣	آخری عشرے میں معتکفین راتوں میں سونے کا ماحول نہ بنائیں	٢٢٢

۲۸۴	مغرب کے بعد اوابین کا بھی اہتمام کیجیے	۲۲۲
۲۸۵	اوابین کے سلسلے میں ایک شبہ اور اس کا ازالہ	۲۲۳
۲۸۶	رمضان میں نفل کا ثواب فرض کے برابر ملتا ہے	۲۲۴
۲۸۷	اوابین کی رکعات	۲۲۴
۲۸۸	یہ تو دھوکہ ہے	۲۲۴
۲۸۹	دھوکے کی دو قسمیں اور ایک حدیث سے عملی دھوکے کی تفہیم	۲۲۴
۲۹۰	مؤمن ایک سوراخ سے دو مرتبہ ڈسا نہیں جاتا	۲۲۵
۲۹۱	تنبیہ کے باب میں کافر و منافق کا حال	۲۲۶
۲۹۲	خانقاہی اعمال میں شرکت نہ کرنے والا خود کو خانقاہ میں آیا ہوا نہ سمجھے	۲۲۶
۲۹۳	خانقاہ میں رہتے ہوئے اپنی غلط عادتوں سے پیچھا چھڑانے کی کوشش کریں	۲۲۷
۲۹۴	سحری کا کھانا بابرکت ہوتا ہے	۲۲۷
۲۹۵	تہجد کا اہتمام اور اس میں بعض حضرات کی نامعقول حرکت	۲۲۸
۲۹۶	اللہ تعالیٰ سے دعا کا اہتمام بھی کیجیے	۲۲۸
۲۹۷	خانقاہ سے اچھی عادتیں لے جانے کی کوشش کیجیے	۲۲۹
۲۹۸	بزرگوں کی خدمت میں جانے کا مقصد	۲۲۹
۲۹۹	رمضان کے آخری عشرے کو شب قدر کی وجہ سے خصوصی فضیلت حاصل ہے	۲۲۹

۳۰۰	عبادتوں کے فضائل بار بار پڑھنے اور سننے کا اہتمام کیجیے	۲۳۰
۳۰۱	ان مبارک راتوں اور دنوں میں ہر قسم کے گناہ سے دور رہیے	۲۳۱
۳۰۲	جس کا رمضان سلامت، اس کا سال سلامت	۲۳۱
۳۰۳	یہ خانقاہی سلسلہ کابرًا عن کابر اور نسلاً بعد نسلٍ اسلاف سے چلا آرہا ہے	۲۳۲
۳۰۴	سب سے پہلا کام: اپنے آپ کو ادب سے آراستہ کیجیے	۲۳۳
۳۰۵	ادب کا مطلب اور مفہوم	۲۳۴
۳۰۶	ادب مختلف حیثیت کے امور کے مجموعے کا نام ہے	۲۳۴
۳۰۷	لذاتِ فانیہ کے رسیا	۲۳۵
۳۰۸	محبت کا جنوں باقی نہیں ہے، مسلمانوں میں خوں باقی نہیں ہے	۲۳۵
۳۰۹	ہمارے اسلاف کے یہاں آداب کی بجا آوری کا اہتمام	۲۳۶
۳۱۰	سنن ومستحبات کی بجا آوری محبت کے حقوق ہیں	۲۳۶
۳۱۱	مسجد خدا کا گھر ہے، اس کے آداب کا لحاظ کیجیے	۲۳۷
۳۱۲	مسجد میں موبائل جیسے خرافات سے بچنے کا اہتمام کیجیے	۲۳۷
۳۱۳	مسجد میں دنیا کی باتیں کرنے پر سخت وعید	۲۳۸
۳۱۴	اعتکاف کے اجتماعی اعمال میں سے ایک عمل: کتابوں کی تعلیم	۲۳۹
۳۱۵	کتابوں کی تعلیم کو سننے سے ہماری غفلت	۲۴۰

٣١٦	قرآن وحدیث کے مضامین سننے کا ادب کہ جس پر نوازشِ الٰہی کے فیصلے ہوتے ہیں	٢٤٠
٣١٧	جو اہلِ وصف ہوتے ہیں، ہمیشہ جھک کے رہتے ہیں	٢٤١
٣١٨	''لینے کی گئی تھی پوت اور کھوآئی خصم'' والا معاملہ نہ ہو	٢٤١
٣١٩	نماز کے مسائل سیکھنے، سمجھنے کی ضرورت	٢٤٢
٣٢٠	اہلِ علم کو بھی مذاکرات کی مجلس میں شرکت کرنے کی ضرورت	٢٤٢
٣٢١	ذمہ دار حضرات بھی اپنی ذمہ داری سمجھیں	٢٤٤
٣٢٢	قرآنِ پاک کو درست کرنے کا اہتمام کیجیے	٢٤٤
٣٢٣	تراویح پورے شوق اور رغبت کے ساتھ پڑھیے	٢٤٥
٣٢٤	تراویح کے ساتھ ہمارا بے رخی والا معاملہ	٢٤٥
٣٢٥	تراویح میں دل نہ لگنا ہماری روحانی بیماری اور کمزوری کا نتیجہ ہے	٢٤٦
٣٢٦	سورۂ یٰسٓ پڑھنے کا اہتمام	٢٤٦
٣٢٧	رات میں پڑھی گئی یٰسٓ صبح کی طرف سے کافی نہیں	٢٤٧
٣٢٨	نیک لوگوں کے اخلاق واطوار اختیار کیجیے	٢٤٧
٣٢٩	تراویح کے بعد اجتماعی طور پر یٰسٓ خوانی کی حکمت	٢٤٨
٣٣٠	چہل درود وسلام کا عمل اور اس کا طریقہ	٢٤٨
٣٣١	حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنا ہر امتی کا اخلاقی فریضہ ہے	٢٤٩

۳۳۲	حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنے کا انعام	۲۴۹
۳۳۳	ہمیشہ درود پڑھنے کی عادت بنائیے	۲۵۰
۳۳۴	دعا کا طریقہ اور اس کے الفاظ سیکھیے اور یاد کیجیے	۲۵۰
۳۳۵	دوسروں سے ہی دعا کرواتے رہیں گے، خود بھی کچھ مانگنا ہے یا نہیں؟	۲۵۱
۳۳۶	دعاؤں کے اندر خودغرضی سے کام نہ لیں	۲۵۱
۳۳۷	دعا: دنیا کا سب سے طاقت ور ترین ہتھیار	۲۵۲
۳۳۸	دعا کو ''مُخُّ الْعِبَادَۃِ'' کہنے کی وجہ اور حکمت	۲۵۳
۳۳۹	دعا بھی ایک عظیم عبادت ہے	۲۵۳
۳۴۰	دوست واحباب کے لیے بھی دعا کریں	۲۵۳
۳۴۱	پوری امتِ محمدیہ کے لیے دعا کا اہتمام کریں	۲۵۴
۳۴۲	مستجاب الدعوات بننے کا نبوی نسخہ	۲۵۵
۳۴۳	اپنے حق میں دوسروں کی دعا وصول کرنے کا نسخہ	۲۵۶
۳۴۴	دعا کی درخواست کرنے والوں کو نقد دعا دینے کی عادت ڈالئے	۲۵۷
۳۴۵	دعا کا مسنون طریقہ	۲۵۷
۳۴۶	ہم نے اللہ سے مانگنے کا طریقہ نہیں سیکھا ہے	۲۵۸
۳۴۷	احادیث میں وارد دعائیں بڑی جامع ہوتی ہیں	۲۵۹
۳۴۸	آنکھ کی ایک لاعلاج بیماری	۲۵۹

۳۴۹	اس لا علاج بیماری سے شفا کی دعائے نبوی	۲۵۹
۳۵۰	دعا سب سے بڑی نعمت ہے	۲۶۰
۳۵۱	خود ہی مرغی پال لونا: ایک واقعہ	۲۶۰
۳۵۲	تو ترا کوئی اور ہو گا خدا اے زاہد	۲۶۱
۳۵۳	شیطان اللہ تعالیٰ کی صفات کا بہت بڑا عارف ہے	۲۶۱
۳۵۴	اللہ تعالیٰ انفعالی کیفیت اور صفت سے منزہ ہیں	۲۶۲
۳۵۵	اپنی درخواست قبول کروانے کے سلسلے میں انسانی مزاج	۲۶۲
۳۵۶	تیری دنیا جہانِ مرغ ماہی، میری دنیا فغان صبح گاہی	۲۶۳
۳۵۷	ہر عبادت کی تاثیر اور اہمیت الگ الگ ہوتی ہے	۲۶۴
۳۵۸	حصولِ قربِ الٰہی میں قرآن کی تلاوت سب سے زیادہ مؤثر ہے	۲۶۴
۳۵۹	قرآنِ پاک کی تلاوت کے وقت اس کے آداب کا ضرور لحاظ کریں	۲۶۵
۳۶۰	اس ماہِ مبارک میں قرآنِ پاک کی تلاوت کا خاص اہتمام کریں	۲۶۵
۳۶۱	خانقاہ سے ان اعمالِ صالحہ کے تحفے گھر لے جائیں	۲۶۶
۳۶۲	حضرت دامت برکاتہم کی پابندیٔ اعمال	۲۶۶
۳۶۳	غیر رمضان میں قرآن کی تلاوت کی کم سے کم مقدار	۲۶۶
۳۶۴	حضراتِ اکابر کے یہاں قرآن سیکھنے سکھانے کا اہتمام	۲۶۷
۳۶۵	رمضان میں ان اذکار کی کثرت رکھیں	۲۶۸

۲۶۸	۷۰/ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھنے کی فضیلت	۳۶۶
۲۶۸	اس زرین موقع کو غنیمت جانیے	۳۶۷
۲۶۹	تعلیم کے دوران تسبیح پڑھنے کے معاملے میں اکابر کے دو متضاد نظریے	۳۶۸
۲۶۹	حضرت مولانا قاری صدیق باندوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایمان افروز واقعہ	۳۶۹

رمضان کی محنتوں اور برکتوں کو مابعد رمضان باقی رکھنے کا اہتمام اور اس کے اصولی گُر

۲۷۳	روزے کی فرضیت کا مقصد: حصولِ تقوی	۳۷۰
۲۷۴	دنیوی قوانین دلوں میں گناہوں کی نفرت پیدا کرنے میں معین نہیں ہیں	۳۷۱
۲۷۵	اشیاء کے بننے اور استعمال کرنے کی جگہیں الگ ہوتی ہیں	۳۷۲
۲۷۵	خانقاہوں میں کی جانے والی محنتوں کی تفہیم کے لیے ایک مثال	۳۷۳
۲۷۶	خانقاہوں کی محنتوں کا ثمرہ ظاہر ہونے کی جگہ مختلف شعبہائے زندگی ہیں	۳۷۴
۲۷۶	ایک واقعہ	۳۷۵
۲۷۶	حدیث جبرئیل	۳۷۶
۲۷۷	کیفیت احسان زندگی کے ہر شعبے میں مطلوب ہے	۳۷۷
۲۷۸	خانقاہ کی محنتوں کا اثر باہر کی زندگی میں بھی ظاہر ہونا چاہیے	۳۷۸
۲۷۸	تربیت غالب آتی ہے یا طبیعت؟ ایک دل چسپ واقعہ	۳۷۹
۲۷۹	خانقاہ کی محنتوں کو اپنے گھروں میں بھی باقی رکھئے	۳۸۰

۳۸۱	کرنے اور نہ کرنے کے کاموں کے سلسلے میں جزاءالاعمال سے منقول ضابطہ	۲۸۰
۳۸۲	اعمالِ مفیدہ میں سرِ فہرست علمِ دین کا حصول اور اس کا مطلب	۲۸۱
۳۸۳	علمِ دین کس سے حاصل کریں؟ علماء کی جامع تعریف	۲۸۱
۳۸۴	ان اوصاف کے حاملین حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے دور کے چند علماء کے اسمائے گرامی	۲۸۲
۳۸۵	بزرگوں کی صحبت کی اہمیت اور افادیت	۲۸۳
۳۸۶	بزرگوں کی صحبت میں وقفے وقفے سے جاتے رہنا ضروری ہے	۲۸۳
۳۸۷	حضراتِ متقدمین کے یہاں صحبت شیخ کے التزام کا اہتمام	۲۸۳
۳۸۸	موجودہ دور میں شیخ کی صحبت سے بے اعتنائی اور غفلت	۲۸۴
۳۸۹	مجھے تو اخترؔ سکونِ دل گر ملا تو اہلِ دل کے در پر	۲۸۵
۳۹۰	اعمالِ مفیدہ میں دوسرا عمل: نماز	۲۸۶
۳۹۱	تیسرا عمل: لوگوں سے کم بولنا اور کم ملنا	۲۸۶
۳۹۲	چوتھا عمل: محاسبہ ومراقبہ	۲۸۷
۳۹۳	صوفیہ کے یہاں مراقبے کا اہتمام	۲۸۷
۳۹۴	پانچواں عمل: توبہ واستغفار	۲۸۸
۳۹۵	وہ اصولِ معاصی جن سے اجتناب دوسرے گناہوں سے اجتناب کو آسان کردیتا ہے	۲۸۹

٣٩٦	پہلا گناہ: غیبت	٢٨٩
٣٩٧	دوسرا گناہ: ظلم اور حق تلفی	٢٨٩
٣٩٨	تیسرا گناہ: خود کو بڑا اور دوسروں کو حقیر سمجھنا	٢٩٠
٣٩٩	تکبر کی حقیقت	٢٩٠
٤٠٠	کبر وغرور کی دو علامتیں حدیث کی روشنی میں	٢٩١
٤٠١	چوتھا گناہ: غصہ اور غیظ وغضب	٢٩٢
٤٠٢	پانچواں گناہ: غیر محرم عورت یا مرد سے راہ ورسم	٢٩٣
٤٠٣	چھٹا گناہ: حرام غذا کا استعمال	٢٩٣
٤٠٤	بزرگوں کو ان نصیحتوں کو ہمیشہ اپنے ساتھ اور سامنے رکھئے	٢٩٤
٤٠٥	تعلق مع اللہ کو حاصل ہونے کے بعد باقی رکھنے کی کوشش کیجیے	٢٩٤
٤٠٦	اپنے یہاں بھی خانقاہ جیسا ماحول بنانے کی فکر کریں	٢٩٥

ماہِ رمضان کی وصول یابی میں
اپنی ذاتوں کا احتساب اور آئندہ کے عزائم

٤٠٧	رمضان کے اختتام پر دو ضروری کام	٢٩٩
٤٠٨	اعمالِ رمضانیہ کا احتساب کیجیے	٣٠٠
٤٠٩	ہم اپنا احتساب کس طرح کریں؟	٣٠٠

۴۱۰	روزہ صرف بھوکے پیاسے رہنے کا نام نہیں ہے	۳۰۱
۴۱۱	اعمالِ رمضانیہ میں کوتاہی معلوم ہونے پر استغفار کیجیے	۳۰۱
۴۱۲	عبادتوں کی انجام دہی کی بعد استغفار کی شرعی تعلیم	۳۰۲
۴۱۳	عبادتوں کے انجام دینے کے بعد نیک لوگوں کی حالت	۳۰۲
۴۱۴	رمضان کے روزوں کی فضیلت	۳۰۳
۴۱۵	قیامِ رمضان یعنی تراویح کی فضیلت	۳۰۳
۴۱۶	تیسرا عمل: شبِ قدر کا قیام اور اس کی فضیلت	۳۰۴
۴۱۷	تراویح کے بارے میں غور وفکر کرنے کی چیز	۳۰۴
۴۱۸	جس کا رمضان سلامت، اس کا پورا سال سلامت	۳۰۵
۴۱۹	اعمالِ صالحہ کی قبولیت کی علامت	۳۰۶
۴۲۰	جِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُزْجٰةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا	۳۰۶
۴۲۱	خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھئے حال!	۳۰۷
۴۲۲	نہ ہو نا امید کہ نومیدی زوالِ علم وعرفاں ہے	۳۰۸
۴۲۳	اعمال کی دو حیثیتیں	۳۰۸
۴۲۴	حضراتِ صحابہؓ جیسی نماز پڑھنے کی ایک آدمی کی کوشش	۳۰۹
۴۲۵	اعمال کی دو حیثیتوں کے اعتبار سے ہمارا طرزِ عمل	۳۰۹
۴۲۶	اعمال میں ہونے والی کوتاہیوں کی باری تعالیٰ سے معافی مانگیں	۳۱۰

۴۲۷	رمضان المبارک کا مہینہ ''چار جنگ'' کا مہینہ ہے	۳۱۰
۴۲۸	قلبی احوال اوقاتِ مختلفہ میں مختلف ہوتے ہیں	۳۱۰
۴۲۹	قلب کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا	۳۱۱
۴۳۰	طبیعت پر طاری ہونے والے قبض وبسط کے احوال	۳۱۱
۴۳۱	ہمارا کام ان کی یاد اور ان کی اطاعت ہے	۳۱۲
۴۳۲	پانی کے قطرات کا تسلسل پتھر میں بھی سوراخ کر دیتا ہے	۳۱۲
۴۳۳	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک بہترین عمل	۳۱۳
۴۳۴	اعمال پر مداومت اختیار کیجیے	۳۱۳
۴۳۵	تبلیغی کام پر مداومت کے سلسلے میں حضرت جی مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایت	۳۱۳
۴۳۶	باجماعت نماز کی شریعت میں اہمیت	۳۱۴
۴۳۷	حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ اور پابندیٔ معمولات	۳۱۵
۴۳۸	حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور تکبیرِ اولی کا اہتمام	۳۱۶
۴۳۹	حضرت مولانا احمد شاہ صاحب حسن پوری رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب واقعہ	۳۱۷
۴۴۰	مولانا احمد شاہ صاحب کے رفیقِ سفر کا تعارف	۳۱۷
۴۴۱	اللہ والوں کا دل گردہ	۳۱۸
۴۴۲	أُولٰئِكَ آبَائِي فَجِئْنِي بِمِثْلِهِمْ	۳۱۹

۴۴۳	اخلاق سب سے کرنا تسخیر ہے تو یہ ہے	۳۱۹
۴۴۴	خاک آپ کو سمجھنا، اکسیر ہے تو یہ ہے	۳۲۰
۴۴۵	گدائی میں بھی وہ اللہ والے تھے غیّو را تنے	۳۲۱
۴۴۶	دین کے دوسرے کاموں کو آسان بنانے کا نسخہ	۳۲۱
۴۴۷	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں پر ہمیں مرمٹنا چاہیے	۳۲۲
۴۴۸	رمضان کے بعد پابندی سے انجام دیا جانے والا پہلا کام	۳۲۲
۴۴۹	دوسرا کام: تہجد کی پابندی اور اس کی اہمیت وفضیلت	۳۲۳
۴۵۰	اہلِ علم پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی نعمت ورحمت ہے	۳۲۴
۴۵۱	اگر زمرۂ صالحین میں شامل ہونا چاہتے ہوتو.....	۳۲۴
۴۵۲	نفس وشیطان پر قابو پانے کا اکسیر نسخہ	۳۲۵
۴۵۳	امراضِ جسمانیہ سے اپنے جسم کو محفوظ کرنے کا عظیم نسخہ	۳۲۵
۴۵۴	تہجد سنتِ مؤکدہ ہے	۳۲۶
۴۵۵	دین کا کام کرنے والے تہجد کو اپنے حق میں فرض سمجھیں	۳۲۶
۴۵۶	امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کرنے کا معمول اور اس کا پس منظر	۳۲۷
۴۵۷	رمضان کے بعد اوّابین کی بھی پابندی کیجیے	۳۲۷
۴۵۸	حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ اور صلوۃ التسبیح کا اہتمام	۳۲۸

۴۵۹	اہلِ علم جمعہ کے روز جامع مسجد جانے میں جلدی کریں	۳۲۸
۴۶۰	صلوۃ التسبیح غموں اور مصیبتوں کا مداوا ہے	۳۲۹
۴۶۱	نمازِ جمعہ کی طرف سے ہماری غفلت اور عوام کا اہتمام	۳۲۹
۴۶۲	جمعہ کا اہتمام ایمان کی شاخوں میں سے ہے	۳۳۰
۴۶۳	جمعہ کے دن کے دیگر معمولات کی بھی پابندی کریں	۳۳۰
۴۶۴	جمعہ کے دن عصر اور مغرب کے درمیانی وقت کو رجوع اور انابت الی اللہ کے لیے فارغ کیجیے	۳۳۰
۴۶۵	نفلی روزوں کا بھی اہتمام کیجیے	۳۳۱
۴۶۶	احادیث میں وارد نفلی روزوں کی مختلف شکلیں	۳۳۱
۴۶۷	قرآنِ پاک کی تلاوت کا بھی اہتمام کیجیے	۳۳۱
۴۶۸	حافظ وغیر حافظ کے لیے قرآنِ پاک کی تلاوت کی یومیہ مقدار	۳۳۲
۴۶۹	قربِ خداوندی کے حصول کا سب سے بڑا ذریعہ تلاوتِ قرآن ہے	۳۳۲
۴۷۰	تلاوت کے معمول کے بارے میں خواص کا حال	۳۳۳
۴۷۱	ایسے لوگ اپنے آپ کو دھوکہ دیتے ہیں	۳۳۳
۴۷۲	حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا معمولِ تلاوت	۳۳۴
۴۷۳	حضراتِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا معمولِ تلاوت	۳۳۴
۴۷۴	دورِ صحابہ کا ایک واقعہ	۳۳۵

۴۷۵	''أَتَفَوَّقُهُ تَفَوُّقًا'' کی تحقیق	۳۳۶
۴۷۶	میں اپنی نیند کو عبادت کی طرح ثواب کا باعث سمجھتا ہوں	۳۳۶
۴۷۷	جن کے سونے کو فضیلت تھی اوروں کی عبادت پر	۳۳۷
۴۷۸	قرآنِ پاک کی تلاوت اور ہمارا حال	۳۳۷
۴۷۹	تسبیحات کی بھی پابندی کیجیے	۳۳۸
۴۸۰	ذکر لوگوں کے دلوں میں ذاکر کی محبت پیدا کرتا ہے	۳۳۸
۴۸۱	نامساعد حالات سے بچنے اور اس میں صبر وسکون کی نعمت حاصل ہونے کا نسخہ	۳۳۹
۴۸۲	ہر عبادت کو فرض کرنے کی غرض اللہ کی یاد ہے	۳۴۰
۴۸۳	کلماتِ ذکر ایک جملے میں مرتب کرنے کی غرض	۳۴۰
۴۸۴	غیر مقلدین: ایک عجیب مخلوق اور جماعت	۳۴۱
۴۸۵	درود کا بھی اہتمام ہو	۳۴۱
۴۸۶	کہاں میں اور کہاں یہ نکہتِ گل	۳۴۲
۴۸۷	کثرتِ درود عشقِ رسول میں اضافے کا سبب ہے	۳۴۲
۴۸۸	استغفار کا بھی اہتمام کیجیے	۳۴۳
۴۸۹	گناہوں کی کثرت دل کو سیاہ اور بے توفیق بنا دیتی ہے	۳۴۳
۴۹۰	توبہ کی وجہ سے گناہ بالکلیہ معاف کر دیا جاتا ہے	۳۴۴

۴۹۱	۲۴ر گھنٹوں میں کم سے کم دومرتبہ تسبیحات کا حکم ہے	۳۴۵
۴۹۲	تسبیحات کا وقت	۳۴۵
۴۹۳	ہمارے اسلاف کی نگاہوں میں تسبیحات کی اقلِّ مقدار	۳۴۵
۴۹۴	ایک غلط فہمی کا ازالہ	۳۴۶
۴۹۵	ہماری امت ذہنی عیّاشی کا شکار ہے	۳۴۷
۴۹۶	اہلِ علم ذکر میں کتنا وقت لگائیں؟	۳۴۷
۴۹۷	بیٹھ کر اطمینان کے ساتھ ذکر کرنا بہتر ہے	۳۴۷
۴۹۸	فجر کی نماز کے بعد سونے کا عجیب رواج	۳۴۸
۴۹۹	تلاوتِ قرآن کے معمول کو پورا کرنے کا آسان طریقہ	۳۴۹
۵۰۰	حضرت دامت برکاتہم کا اپنا معمول	۳۴۹
۵۰۱	سفر میں ان اذکار کے علاوہ دیگر مسنون اذکار کا بھی اہتمام کریں	۳۵۰
۵۰۲	سفر میں لوگوں کی ایک بری عادت	۳۵۰
۵۰۳	چوتھے کلمے کی فضیلت اور اس کے حصول کے لیے حضرت ابنِ عمرؓ کی تگ ودو	۳۵۱
۵۰۴	سفر معمولات کو چھوڑنے کا عذر نہیں ہے	۳۵۱
۵۰۵	ذکرِ جہری بہ طورِ علاج ہمارے اکابر کا تجویز کردہ ایک طریقہ ہے	۳۵۲
۵۰۶	مشائخِ چشتیہ کے یہاں لطیفۂ قلب پر زیادہ محنتیں ہوتی ہیں	۳۵۲

۵۰۷	لطیفۂ قلب کیا ہے؟	۳۵۳
۵۰۸	حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلۂ نقشبندیہ جاری کرانے کی درخواست اور آپ کا انکار	۳۵۳
۵۰۹	حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شیخِ ثانی سے بیعت کی تفصیل	۳۵۳
۵۱۰	حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اپنے شیخ سے پہلی ملاقات	۳۵۵
۵۱۱	ہمارا سلسلہ چشتیت اور نقشبندیت سے مرکب ہے	۳۵۵
۵۱۲	یک در گیر، محکم بگیر	۳۵۶
۵۱۳	اپنے شیخ کے ساتھ اس طرح کا والہانہ تعلق ہونا چاہیے	۳۵۶
۵۱۴	ہمارے اکابر کے یہاں ذکرِ جہری کی اہمیت	۳۵۷
۵۱۵	معمولات کا چھوٹنا اپنی محنت پر پانی پھیرنا ہے	۳۵۷
۵۱۶	معمولات اور ہمارے اہلِ علم کا طبقہ	۳۵۸
۵۱۷	اذکار وغیرہ غذا ہیں اور ذکرِ جہری دوا ہے	۳۵۸
۵۱۸	دعاؤں کا بھی اہتمام کریں	۳۵۹
۵۱۹	دعا کا حکم اور دعا سے اعراض کرنے پر وعیدِ الٰہی	۳۵۹
۵۲۰	نگہ الجھی ہوئی ہے رنگ و بو میں، خرد کھوئی گئی ہے چار سو میں	۳۶۰
۵۲۱	مری دنیا فغانِ صبح گاہی	۳۶۰
۵۲۲	کثرت سے دعا مانگنے کا عظیم فائدہ	۳۶۱

۵۲۳	بہ کثرت دعا کرنے والے کوفرشتوں کی سفارش حاصل ہوتی ہے	۳۶۱
۵۲۴	سمجھ کر مانگی جانے والی دعا دل کے خلوص کے ساتھ نکلتی ہے	۳۶۲
۵۲۵	نبوی دعائیں انتہائی جامع ہوتی ہیں	۳۶۳
۵۲۶	نبوی دعائیں چھپے چھپائے فارم ہیں	۳۶۳
۵۲۷	رشتہ داروں کے لیے بھی دعا کریں	۳۶۳
۵۲۸	دوست واحباب کے لیے بھی دعائیں کریں	۳۶۴
۵۲۹	پوری امتِ محمدیہ کے لیے بھی دعائیں کریں	۳۶۴
۵۳۰	پوری انسانیت کے لیے پریشانی دورکرنے کی دعائیں کی جائیں	۳۶۵
۵۳۱	چارقسم کےلوگوں کے لیے دعا	۳۶۵
۵۳۲	آپ دوسروں کے لیے دعا کریں گےتو دوسرے آپ کے لیے دعا کریں گے	۳۶۶
۵۳۳	دعا: مؤمن کا سب سے بڑا ہتھیار	۳۶۶
۵۳۴	مستجاب الدعوات بننے کا نبوی نسخہ	۳۶۷
۵۳۵	مستجاب الدعوات بننے کا ایک اورآسان ترین نسخہ	۳۶۷
۵۳۶	ہمارے بزرگوں کا طریقۂ دعا	۳۶۷
۵۳۷	بچنے کے کاموں میں سرِفہرست کام: بدنگاہی اوراس کے نقصانات	۳۶۸
۵۳۸	بدنگاہی طاعات کی لذت سے محروم کرنے والا گناہ ہے	۳۶۹

۵۳۹	دوسری چیز: ناجنس کی صحبت سے بچئے	۳۶۹
۵۴۰	عقیدت اور محبت اپنے شیخ سے فائدہ حاصل کرنے کی بنیاد ہے	۳۷۰
۵۴۱	دورِ حاضر لوگوں کی تحقیر و تنقیص کرنے کا دور بن گیا ہے	۳۷۰
۵۴۲	نیک ہونے کے لیے نیکوں کی صحبت چاہیے	۳۷۱
۵۴۳	خانقاہ میں نیک لوگوں کی صحبت سے حاصل ہونے والے برکات غلط ماحول کی وجہ سے ختم ہوجاتے ہیں	۳۷۱
۵۴۴	خال خال اس قوم میں اب تک نظر آتے ہیں وہ....	۳۷۲
۵۴۵	اجنبی عورتوں کے لیے خود کو سنوارنا بہت بڑا روحانی خطرہ ہے	۳۷۲
۵۴۶	کسی کے متعلق اچھا گمان رکھنے پر مواخذہ نہیں ہوگا	۳۷۳
۵۴۷	عین الرضا عن کل عیب کلیلۃ	۳۷۳
۵۴۸	احوالِ دینیہ میں ترقی پیدا کرنے کے لیے محنتیں کیجیے	۳۷۴

شبِ برأت کی فضیلت

قرآن حدیث اور اقوالِ سلف کے آئینے میں

۵۴۹	شب براءت کے معاملے میں افراط و تفریط	۳۷۹
۵۵۰	شبِ برأت کے ثبوت کے لیے قرآنی استدلال	۳۸۰
۵۵۱	آیتِ بالا کی تفسیر میں حضرت عکرمہؒ کا قول	۳۸۰

۵۵۲	آیتِ بالا کی تفسیر میں دوسرے حضراتِ مفسرین کی تحقیق	۳۸۱
۵۵۳	تمام آسمانی کتابیں رمضان میں اتریں	۳۸۱
۵۵۴	آیتِ بالا میں فِیۡ لَیۡلَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ سے شبِ برأت مراد نہ ہونے پر دلیل	۳۸۲
۵۵۵	اس رات کی فضیلت سے متعلق روایات	۳۸۳
۵۵۶	خیر القرون سے اس رات کی عبادت ثابت ہے	۳۸۳
۵۵۷	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت	۳۸۴
۵۵۸	ہم تو مائل بہ کرم ہیں، کوئی سائل ہی نہیں	۳۸۵
۵۵۹	در تیری رحمت کے ہیں ہر دم کھلے	۳۸۶
۵۶۰	نفاق اور جہنم سے براءت	۳۸۷
۵۶۱	ہم تو مائل بہ کرم ہیں، کوئی سائل ہی نہیں	۳۸۸
۵۶۲	پانچ راتوں میں دعا قبول ہوتی ہے	۳۸۸
۵۶۳	پانچ بابرکت راتوں کے بارے میں ایک اور روایت	۳۸۹
۵۶۴	ان راتوں میں کوئی مخصوص عبادت ثابت نہیں ہے	۳۸۹
۵۶۵	مختلف عبادتیں کریں	۳۹۰
۵۶۶	عبادات نشاط کے ساتھ ہونی چاہئیں	۳۹۱
۵۶۷	دورانِ عبادت سستی پیدا ہونے کی وجہ اور اس کا علاج	۳۹۲

۵۶۸	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مجاہدات	۳۹۲
۵۶۹	کتبِ فقہ میں ان راتوں میں مخصوص عبادتوں کی صریح نفی ہے	۳۹۳
۵۷۰	صلوۃ التسبیح خاص اس رات کا عمل نہیں	۳۹۳
۵۷۱	صلوۃ التسبیح کی فضیلت	۳۹۴
۵۷۲	ایک غلط فہمی کا ازالہ	۳۹۴
۵۷۳	کام کرنے والوں کے لیے وقت گزاری کوئی مسئلہ نہیں ہے	۳۹۵
۵۷۴	آج تو پڑھ لیجئے!	۳۹۶
۵۷۵	نوافل کب قبول ہوں گی؟	۳۹۶
۵۷۶	مسنون دعائیں اوران کی اہمیت	۳۹۷
۵۷۷	ادعیۂ ماثورہ تعلیماتِ نبوی کا خلاصہ ہیں	۳۹۸
۵۷۸	اِس رات میں عبادت کی پیشگی تیاریاں کریں	۳۹۹
۵۷۹	سنت سے ثابت امور قبولیت کے زیادہ قریب ہوتے ہیں	۳۹۹
۵۸۰	اس رات کو مختلف ذرائعِ عبادت سے وصول کریں	۴۰۰
۵۸۱	اجتماعی عبادت نہ ہو	۴۰۰
۵۸۲	پنج وقتہ نمازوں کو باجماعت ادا کرنے کی شرعی تاکید	۴۰۰
۵۸۳	نوافل کی جگہ گھر ہے	۴۰۱
۵۸۴	قبلیہ وبعدیہ سنن کو مسجد میں ادا کرنے کی اجازت کی وجہ	۴۰۲

۵۸۵	اکیلے بیٹھے رہتے، یا دان کی دل نشیں ہوتی	۴۰۳
۵۸۶	اس رات کو عبادات کے ساتھ گھر میں گذارنے کے فوائد	۴۰۳
۵۸۷	مؤمن فقط احکام اِلٰہی کا ہے پابند	۴۰۴
۵۸۸	اللہ اور رسول کی رضا ہمارے پیشِ نظر رہے	۴۰۴
۵۸۹	خلافِ پیمبر کسے رہ گزید	۴۰۵
۵۹۰	راہ دکھلائیں کسے؟ رہروِ منزل نہیں	۴۰۶
۵۹۱	جاگنے کا مطلب کیا ہے؟	۴۰۶
۵۹۲	گناہ تو پھر گناہ ٹھہرا، عبادتیں بھی ہیں مجرمانہ	۴۰۷
۵۹۳	بیٹا تو بھی سویا رہتا، یہ اچھا تھا بہ نسبت اس کے......	۴۰۷
۵۹۴	عبادت پر غرور نہ ہو	۴۰۸
۵۹۵	عبادت کے بعد بھی استغفار کی تعلیم	۴۰۸
۵۹۶	نفلی عبادت نہ کرنے والوں کی تحقیر دل میں نہ ہو	۴۰۹
۵۹۷	شبِ برأت میں قبرستان جانے کا حکم	۴۱۰
۵۹۸	حکمِ شرعی کو اس کی حدود میں رہتے ہوئے ادا کرنا مطلوب ہے	۴۱۰
۵۹۹	صلوۃ التوبۃ، صلوۃ الحاجۃ	۴۱۱
۶۰۰	آتش بازی، لائٹنگ	۴۱۲
۶۰۱	روزہ	۴۱۳

٦٠٢	نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شعبان میں کثرت سے روزے رکھتے تھے	۴۱۳
٦٠٣	پندرہویں شعبان کا روزہ رکھنے کی ایک بہتر صورت	۴۱۴
٦٠٤	وہ حضرات جن کی اس رات میں مغفرت نہیں ہوتی	۴۱۵
٦٠٥	آپس میں رہنا صلح سے خوئے بنی آدم نہیں	۴۱۵
٦٠٦	احسان جتانے والا	۴۱۶
٦٠٧	ٹخنے سے نیچے ازار لٹکانا	۴۱۶
٦٠٨	غلامانِ رسول ہوئے عاشقانِ افرنگ	۴۱۷
٦٠٩	بعض گناہ ہر حال اور ہر وقت میں جاری رہتے ہیں	۴۱۷

ماہِ محرم اور یومِ عاشورا کے احکام اور فضائل

٦١٠	اسلام میں قمری، ہجری سال کا اعتبار ہے	۴۲۱
٦١١	دنوں اور مہینوں کے حساب کے لیے اللہ تعالیٰ ہی نے قمری سال کا انتخاب فرمایا ہے	۴۲۲
٦١٢	شمسی کلینڈر کے حساب سے تاریخوں کا استعمال بھی جائز ہے	۴۲۲
٦١٣	تمام اسلامی احکام کے حسابات قمری کلینڈر پر مبنی ہیں	۴۲۳
٦١٤	ہر قمری مہینے کے پہلے چاند کو دیکھنا فرضِ کفایہ ہے	۴۲۳
٦١٥	محرم الحرام قمری سال کا پہلا مہینہ ہے	۴۲۳
٦١٦	قمری سال کے چار حرمت والے مہینے	۴۲۴

٦١٧	مشرکین کے دلوں میں حرمت والے مہینوں کا پاس ولحاظ	۴۲۴
٦١٨	زیادہ اہمیت کے حامل تین عشرے	۴۲۵
٦١٩	عبادتوں اور گناہوں سے بچنے کی توفیق کے حصول کا آسان راستہ	۴۲٦
٦٢٠	یومِ عاشورا کیا ہے؟	۴۲٦
٦٢١	دسویں محرم کے سلسلے میں ایک غلط فہمی اور اس کا ازالہ	۴۲٦
٦٢٢	دسویں محرم کے روز وقوع پذیر ہونے والے بعض اہم امور	۴۲۷
٦٢٣	کشتی نوحؑ کا کعبۃ اللہ کے ارد گرد سات چکر لگانا	۴۲۷
٦٢۴	دشمنِ خدا فرعون اسی دن دریا میں غرق ہوا تھا	۴۲۸
٦٢۵	عاشورا کا روزہ ورودِ اسلام سے پہلے سے جاری ہے	۴۲۹
٦٢٦	مسلمان سنتِ موسوی کی پیروی کے زیادہ حق دار ہیں	۴۲۹
٦٢۷	عاشورا کا روزہ روزۂ رمضان کی فرضیت سے قبل فرض تھا	۴۳۰
٦٢۸	عرفہ اور عاشورا کے روزوں کی فضیلت	۴۳۱
٦٢۹	عاشورا کے روزے کے سلسلے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طرزِ عمل	۴۳۱
٦۳۰	مسکوت عنہا احکام کے سلسلے میں ابتداءً حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طرزِ عمل	۴۳۲
٦۳۱	یومِ عاشورا کے روزے میں یہودیوں کی مخالفت کا طریقہ	۴۳۲
٦۳۲	تنہا دسویں محرم کے روزے کا حکم	۴۳۲
٦۳۳	تنہا دسویں محرم کے روزے کی کراہت کا حکم اب باقی نہیں رہا	۴۳۳

۶۳۴	شہادت حسین رضی اللہ عنہ کی وجہ سے اس دن میں فضیلت نہیں ہے	۴۳۳
۶۳۵	بعض جاہل لوگ	۴۳۴
۶۳۷	ماہِ محرم کو منحوس سمجھنے والوں کی خردماغی	۴۳۴
۶۳۸	کسی بھی چیز میں نحوست کا عقیدہ، یہ شرکِ خفی ہے	۴۳۵
۶۳۹	یومِ عاشورا کا دوسرا عمل: گھر والوں پر کھانے پینے میں وسعت	۴۳۵
۶۴۰	عاشورا کے دن گھر والوں پر وسعت کا مطلب	۴۳۵
۶۴۱	عاشورا کے دن وسعت پر ایک اشکال اور اس کا جواب	۴۳۶
۶۴۲	حرمت والے مہینوں کا پاس ولحاظ کیجیے	۴۳۷
۶۴۳	تعزیہ کی مختصر تاریخ	۴۳۷
۶۴۴	ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے سب سے بہتر دن، مہینے اور سال	۴۳۸
۶۴۵	حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک سب سے بہتر دن، مہینہ اور سال	۴۳۸
۶۴۶	برکت اور نحوست انسان کے اعمال سے آتی ہے	۴۳۹
۶۴۷	بقیہ دو بدبخت انسان	۴۴۰
۶۴۸	ماں باپ کی ناقدری جہنم میں لے جانے کا باعث ہے	۴۴۰
۶۴۹	ہم اپنی پوری زندگی کو خیر وبرکت والی کیسے بنا سکتے ہیں؟	۴۴۱
۶۵۰	قطع رحمی کی نحوست	۴۴۱
۶۵۱	تہی دستانِ قسمت راچہ شد از رہبرِ کامل	۴۴۲

٦٥٢	مسئلہ معلوم نہ ہوتو اہلِ علم سے پوچھ کر عمل کیجیے	٤٤٣
٦٥٣	مریضِ لاعلاج ہیں، اس کا علاج کیا ہے!	٤٤٣
	قربانی کی مختصر تاریخ اور اس کے احکام وفضائل	
٦٥٤	اسلامی سال کے مہینے اور حرمت والے مہینوں کا ذکر	٤٤٧
٦٥٥	فضیلت والے ماہ وسال اور ایام واوقات	٤٤٨
٦٥٦	فجر کے مصداق میں علماء کے اقوالِ مختلفہ	٤٤٨
٦٥٧	یومِ نحر سے پہلے والی رات حکماً یومِ عرفہ کی رات شمار ہوتی ہے	٤٤٩
٦٥٨	وَلَيَالٍ عَشْرٍ کے مصداق میں اختلاف اور قولِ معتدل	٤٥٠
٦٥٩	ماہِ ذی الحجہ کے خصوصی احکام وعبادات اور خلیل اللہ	٤٥١
٦٦٠	حضرتِ ہاجرہ سے حضرتِ ابراہیمؑ کے نکاح کا پس منظر	٤٥١
٦٦١	اولاد کی دعا اور قبولیتِ دعا کی بشارت	٤٥١
٦٦٢	حضرت ابراہیمؑ کے یہاں حضرتِ اسماعیلؑ کی پیدائش	٤٥٢
٦٦٣	بذریعۂ خواب اکلوتے بیٹے کو راہِ الٰہی میں قربان کرنے کا حکم	٤٥٢
٦٦٤	حضرت ابراہیمؑ کو بیوی اور بچے کو چھوڑنے کا حکم	٤٥٣
٦٦٥	لق ودق میدان میں بیوی اور بچے کو چھوڑنے کا حکم	٤٥٣
٦٦٦	حضرتِ ہاجرہ کا عجیب متوکلانہ جواب	٤٥٤
٦٦٧	تجھے آباء سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی	٤٥٥

۶۶۸	حضرت ابراہیمؑ کی آزمائشوں کا اجمالی خاکہ	۴۵۵
۶۶۹	اپنے لختِ جگر کو خواب میں ذبح کرنے کا نظارہ	۴۵۶
۶۷۰	سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندی	۴۵۶
۶۷۱	سرِ تسلیم خم ہے، جو مزاجِ یار میں آئے	۴۵۷
۶۷۲	اللہ تعالیٰ کا دکھلایا ہوا خواب حضرت ابراہیمؑ نے سچا کر دکھلایا	۴۵۸
۶۷۳	تکبیرِ تشریق کا پس منظر	۴۵۸
۶۷۴	رمیٔ جمرات کا پس منظر	۴۵۹
۶۷۵	عید الاضحیٰ کے روز قربانی حضرت ابراہیمؑ کے اس عمل کی یادگار ہے	۴۵۹
۶۷۶	جانور کی قربانی قلبی جذبات کی علامت ہے	۴۵۹
۶۷۷	قربانی کے جانور کے ساتھ اس طرح کا تعلق رکھئے	۴۶۰
۶۷۸	قربانی کی حقیقت اور اس کا ثواب حدیث کی روشنی میں	۴۶۱
۶۷۹	قربانی کا جانور قیامت کے دن صحیح سالم آئے گا	۴۶۱
۶۸۰	قربانی کے جانور کے بارے میں ہمارا نازیبا رویہ	۴۶۲
۶۸۱	قربانی کا نصاب	۴۶۲
۶۸۲	قربانی کے نصاب کے بارے میں ایک غلط فہمی کا ازالہ	۴۶۳
۶۸۳	صاحبِ نصاب کے قربانی نہ کرنے پر وعید	۴۶۳

۶۸۴	جانور کو ذبح کرنا اپنی چاہتوں کو اللہ کے احکام پر قربان کرنے کی علامت ہے	۴۶۴
۶۸۵	تکبیرِ تشریق کا حکم	۴۶۴

دین میں نماز کی اہمیت اور حیثیت

اقتباس

ایک طریقہ وہ ہے جو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حدیث میں بتلایا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آدمی کو یہ نصیحت فرمائی کہ جب آپ نماز کے لیے کھڑے ہوں تو یہ سوچ لو کہ یہ میری زندگی کی آخری نماز ہے اور یوں سمجھو کہ میں اس دنیا کو اب ''الوداع'' کہنے والا ہوں اور حقیقت یہ ہے کہ ہمیں اور آپ کو یہ بتا دیا جائے کہ ابھی جو آپ جمعہ کی نماز پڑھنے والے ہیں، یہ آپ کی زندگی کی آخری نماز ہے تو بتلائیے کہ ہم کیسا جی لگا کے اس نماز کو پڑھنے کی کوشش کریں گے، بھرپور کوشش کے ساتھ یہ چاہیں گے کہ ایک لمحے کے لیے بھی ہماری توجہ نماز سے نہ ہٹے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد سے یہی مقصود ہے کہ ہر نماز آدمی اس طرح ادا کرے، یہ سمجھ کر کہ پتہ نہیں دوبارہ مجھے اللہ کے حضور کھڑے ہونے کا موقع اور سعادت حاصل ہوگی یا نہیں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

الحمد للّٰہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا، ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا، ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا، من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ، ومن یضللہ فلا ھادي لہ، ونشھد أن لا إلہ إلا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد أن سیدنا ومولانا محمدا عبدہ ورسولہ، أرسلہ إلی کافّۃ الناس بشیرا ونذیرا، وداعیا إلی اللّٰہ بإذنہ وسراجا منیرا، صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وأصحابہ وبارک وسلّم تسلیما کثیرا کثیرا، أما بعد:

عن أبي أیوب الأنصاري رضي اللہ تعالیٰ عنہ قال: جاء رجل إلی النبي ﷺ فقال: عظني وأوجز. فقال: إذا قمت في صلاتك فصل صلاۃ مودع، ولا تکلم بکلام تعذر منہ غدا، وأجمع الإیاس مما في أیدي الناس (١).

خطبے میں مذکور حدیث کی مختصر تشریح

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نبیٔ کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آ کر نبیٔ کریم ﷺ سے درخواست کی: عظني وأوجز: کوئی نصیحت فرمایئے اور مختصر نصحت فرمایئے۔ چناں چہ اس کی اس درخواست کے جواب میں نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: إِذَا قُمْتَ فِي صَلَاتِكَ فَصَلِّ صَلَاةَ

(١) مشکوۃ المصابیح، کتاب الرقاق.

مُوَدِّعٍ: جب تم نماز پڑھنے کے لیے کھڑے رہوتو اس آدمی کی سی نماز پڑھو جو دنیا کو الوداع کہہ رہا ہو۔ دوسری نصیحت یہ فرمائی: وَلَا تُكَلِّمْ بِكَلَامٍ تَعْذِرُ مِنْهُ غَدًا: کوئی ایسی بات مت کرو جس کے متعلق دوسرے دن تم کو معذرت پیش کرنی پڑے۔ تیسری نصیحت یہ فرمائی: وَأَجْمِعِ الْإِيَاسَ مِمَّا فِي أَيْدِي النَّاسِ [1]: لوگوں کے پاس جو مال و دولت ہے، اس کے متعلق اپنے آپ کو بالکل مایوس کرلو، ان کی طرف سے اپنی امید ختم کرلو۔ یہ تین نصیحتیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائیں۔

پہلی نصیحت حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کے متعلق فرمائی۔ نماز اللہ تعالیٰ کی طرف سے عبادت کا ایسا انداز ہے جس کے ذریعہ بندہ اپنا تعلق اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ قائم کرتا ہے۔

شریعت میں عبادات کا شعبہ قائم کرنے کی حکمت

شریعتِ مطہرہ نے مختلف شعبہائے زندگی کے متعلق جو مختلف احکامات دئے ہیں، ان میں ایک شعبہ عبادات کا ہے، عبادات کا شعبہ شریعت میں خاص طور پر اس لیے رکھا گیا کہ بندہ اس کے ذریعہ سے اپنا تعلق، اپنا رشتہ، اپنا کانٹکٹ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ مضبوط کرے، اس لیے کہ یہی وہ چیز ہے جو اگر کسی بندے کو حاصل ہو کیوں کہ جائے، کسی بندے کا تعلق اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ قائم ہوجائے تو پھر اللہ تبارک وتعالیٰ کے تمام احکام پر عمل کرنا اس کے لیے آسان ہوجاتا ہے۔ گویا اس کے حق میں

---

(۱) المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث: ۳۹۸۷.

اپنی زندگی کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے احکام کے مطابق گذارنا، یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ قائم ہونے والا رشتہ اور تعلق آسان کردیتا ہے، اسی لیے شریعتِ مطہرہ نے عبادات کا ایک مستقل شعبہ اور نظام قائم کیا۔

نماز دین کا اہم ستون ہے

ان عبادات کے اندر بھی نماز کو بڑی اہمیت حاصل ہے، نماز کو شریعتِ مطہرہ نے دین کا بنیادی ستون قرار دیا، نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: الصَّلاۃُ عِمَادُ الدِّینِ، مَنْ أَقَامَهَا فَقَدْ أَقَامَ الدِّین وَمَنْ تَرَکَھا فَقَدْ ھَدَمَ الدِّینَ کہ نماز دین کا بنیادی ستون ہے، جس نے نماز کو قائم کیا، اس نے دین کو قائم کیا اور جس نے نماز کو ڈھایا، اس نے گویا دین کو ڈھایا(۱)۔

خیمے میں بیچ میں ایک ستون ہوتا ہے، اس کو عربی زبان میں عِماد کہتے ہیں، آپ نے اگر خیمہ دیکھا ہو تو معلوم ہوگا کہ وہ بس ایک ستون پر قائم ہوتا ہے، باقی چاروں طرف ڈھلان ہوتا ہے، اگر وہ ستون کھڑا ہے تو خیمہ قائم ہے اور اگر وہ گر گیا تو خیمہ گر گیا تو دینِ اسلام کی یہ عمارت اور دین کا خیمہ اسی نماز کے اوپر قائم ہے، جو آدمی نماز کو قائم کرے گا، اس نے گویا اسلام اور دین کو قائم کیا اور جس نے نماز کو اور اس ستون کو

---

(۱)قال العراقي: أخرجه البيهقي في الشعب بسند ضعيف من حديث عمر قال الحاكم عكرمة لم يسمع من عمر قال وأراه ابن عمر ولم يقف عليه أ بن الصلاح فقال في مشكل الوسيط إنه غير معروف. (تخريج أحاديث إحياء علوم الدين للعِراقي (۷۲۵-۸۰۶ھ)، ابن السبکی (۷۲۷-۷۷۱ھ)، الزبيدي (۱۱۴۵-۱۲۰۵ھ)

ڈھے دیا، اس نے گویا دین کو ختم کر دیا۔

نماز ایمان اور کفر کے درمیان حدِّ فاصل ہے

اسی لیے مسلم شریف میں نبیٔ کریم ﷺ کا ارشاد ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں: إِنَّ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ تَرْكَ الصَّلَاةِ: بندے اور کفر وشرک کے درمیان نماز کو چھوڑنا فصل ہے[۱]۔ جہاں بندے نے نماز کو ترک کیا، وہیں وہ کفر کے ساتھ جا ملا۔ اسی لیے نبیٔ کریم ﷺ فرماتے ہیں: لَا سَهْمَ فِي الْإِسْلَامِ لِمَنْ لَا صَلَاةَ لَهُ: جو آدمی نماز نہ پڑھے، اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں[۲]۔

نماز اور دین کے درمیان تعلق

ایک اور حدیث میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے: لَا دِينَ لِمَنْ لَا صَلَاةَ لَهُ، إِنَّمَا مَوْضِعُ الصَّلَاةِ مِنَ الدِّينِ كَمَوْضِعِ الرَّأْسِ مِنَ الْجَسَدِ: جو آدمی نماز نہ پڑھے، اس کا دین سے کوئی تعلق نہیں، دین کے ساتھ نماز کا تعلق اور نماز کی نسبت ایسی ہے، جیسے آدمی کے جسم کے ساتھ اس کے سر کی نسبت اور تعلق ہوتا ہے[۳]۔ اگر سر ہے تو آدمی ہے اور اگر سر نہیں ہے تو خالی دھڑ سے کچھ نہیں ہوتا، گویا نماز کو دین کے ساتھ بڑی اہم نسبت حاصل ہے۔

---

(۱) صحیح مسلم، بَابُ بَيَانِ إِطْلَاقِ اسْمِ الْكُفْرِ عَلَى مَنْ تَرَكَ الصَّلَاةَ.

(۲) مجمع الزوائد، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ، بَابُ فَرْضِ الصَّلَاةِ.

(۳) مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضي الله عنهما، بَابُ فَرْضِ الصَّلَاةِ، رقم الحدیث: ۱۶۱۴.

حضرت عمرؓ کا اپنے گورنروں کے نام تاریخی فرمان

اسی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں اپنے گورنروں کے نام جو احکام صادر کیے، سرکاری سرکلر جاری کیا تھا، ان میں ایک فرمان یہ بھی جاری کیا تھا جس کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''موطا'' میں شروع ہی میں نقل کیا ہے: إِنَّ أَهَمَّ أَمْرِكُمْ عِنْدِي الصَّلَاةُ، فَمَنْ حَفِظَهَا وَحَافَظَ عَلَيْهَا، حَفِظَ دِينَهُ، وَمَنْ ضَيَّعَهَا فَهُوَ لِمَا سِوَاهَا أَضْيَعُ کہ: تمھارے سارے کاموں میں، چاہے وہ دین کے کام ہوں یا دنیا کے کام ہوں، میرے نزدیک سب سے مہتم بالشان اور سب سے اہم کام نماز ہے، نماز سے اہم کوئی کام نہیں ہے، یہ جو حکمرانی ہے، اس کی وجہ سے یہ مت سمجھنا کہ نماز کے معاملے میں بے پروائی سے کام لو، غفلت سے کام لو، وقت پر نہ پڑھو، جماعت چھوڑ دو۔ نہیں، یہ سب سے اہم ہے۔

بعض لوگوں کی غلط فہمی

بہت سے لوگ اپنی بعض مشغولیوں کے متعلق غلط فہمیوں کا شکار ہوتے ہیں، بعض لوگ لوگوں کی خدمت کا کام انجام دیتے ہیں، بہت عمدہ کام ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا اور خوش نودی کا کام ہے لیکن ان کاموں کو انجام دینے کے دوران نماز کا وقت آجاتا ہے تو وہ یوں سمجھتے ہیں کہ میں جو یہ کام کررہا ہوں، اگر اس کی وجہ سے نماز کو ذرا آگے پیچھے کردوں، نماز چھوڑ دوں، نماز قضا کردوں تو میرے لیے گنجائش ہے! بالکل نہیں، کسی حال میں یہ جائز نہیں۔

دورانِ جہاد بھی نماز معاف نہیں ہے

نماز تو ایک ایسی عبادت ہے کہ شریعتِ مطہرہ نے جنگ چل رہی ہے، اس دوران بھی نماز کو چھوڑنے کی اجازت نہیں دی، ایسا طریقہ بتلایا کہ اس طریقے کو اپنا کر جاری جنگ کے دوران بھی مسلمان نماز کو جماعت کے ساتھ ادا کرسکیں، اس کو صلوۃ الخوف کہتے ہیں لیکن نماز چھوڑنے کی اجازت نہیں، نماز تو ایک ایسا فریضہ ہے جس کو ہر حال میں انجام دینا ہی دینا ہے، کوئی دوسرا کام کتنا بھی اپنی جگہ اہمیت کا حامل ہو لیکن نماز چھوڑنے کی اجازت نہیں۔

نماز ہر کام سے اہم کام ہے

بہت سے لوگ میٹنگ (meeting) چل رہی ہے تو جماعت کی نماز چھوڑ دیتے ہیں، نہیں، بالکل جائز نہیں ہے۔ نماز پڑھئے پھر مٹنگ کرتے رہیے تو یہ جو بعض لوگوں کی ذہنیت ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خصوصیت کے ساتھ اس کی طرف متوجہ فرمایا کہ تمھارے سارے کاموں میں، چاہے وہ دین کے کام ہوں یا دنیا کے کام ہوں، میرے نزدیک سب سے مہتم بالشان اور سب سے اہمیت کا حامل کام نماز ہے، نماز سے اہم کوئی کام نہیں ہے۔

نماز کی حفاظت اور محافظت کا مطلب

فَمَنْ حَفِظَهَا وَحَافَظَ عَلَيْهَا: جو آدمی نماز کی حفاظت کرے گا۔ حفاظت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ نماز کو جیسا پڑھنا چاہیے، ویسا پڑھے گا، اس کے فرائض، واجبات،

سنن، مستحبات، ساری چیزوں کی رعایت کرے گا، وَحَافَظَ عَلَيْهَا: اوراس کی پابندی کرے گا۔ نماز کواس کی تمام چیزوں کے ساتھ پڑھنا ایک الگ چیز ہے اوراس کی پابندی کرنا الگ چیز ہے، دونوں کام ہونے چاہئیں۔ بعض لوگ پابندی کرتے ہیں لیکن اس کو جس انداز سے پڑھنا چاہیے، ویسا نہیں پڑھتے اور بعض لوگ جس انداز سے پڑھنا چاہیے، ویسا پڑھتے ہیں لیکن پابندی نہیں کرتے تو دونوں چیزیں ہونی چاہئیں۔

دین کی حفاظت کا عجیب وغریب نسخہ

توحضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حَفِظَ دِينَهُ: جوآدمی نماز کے متعلق ان دو چیزوں کی رعایت کرے گا، اس نے اپنے دین کو محفوظ کرلیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دین کی حفاظت کا کتنا عجیب وغریب نسخہ بتلادیا!، اگرہم اپنے دین کی حفاظت کرنا چاہتے ہیں تو اس کا اہتمام کریں، جوبھی اس کا اہتمام کرے گا تواس کا یقین ہے کہ اس کے دین کی حفاظت ہوگی۔

نماز کی حفاظت نہ کرنے والے سے دوسرے امورِ دین کی انجام دہی کی کوئی امید نہیں

وَمَنْ ضَيَّعَهَا: اور جونماز کو ضائع اور برباد کرے گا، وقت سے بے وقت پڑھے گا، جماعت کے بغیر پڑھے گا، آگے پیچھے کردے گا، فَهُوَ لِمَا سِوَاهَا أَضْيَعُ [1]: وہ دین کے

---

(۱) باب وقوت الصلوۃ میں چھٹے نمبر پر یہ خط امام مالک علیہ الرحمۃ نے نقل کیا ہے: أن عمر بن الخطاب كتب إلى عماله إن أهم أمركم عندي الصلاة الخ۔

دوسرے شعبوں کے معاملے میں بطریقِ اولیٰ غفلت اور بے پروائی سے کام لے گا۔ جو نماز کی حفاظت اور پابندی نہیں کرتا، اس سے یہ امید نہیں رکھی جا سکتی کہ وہ دین کے دوسرے شعبوں کا حق ادا کرے، دین کے دوسرے کام اچھی طرح انجام دے سکے۔ دین کی جو سب سے اہم اور بنیادی چیز تھی، اس کے متعلق جب اس کا یہ طرزِ عمل ہے تو اس سے کیا امید کی جاسکتی ہے کہ وہ دین کے دوسرے کاموں کو اچھے طریقے سے انجام دے سکے؛ اس لیے نماز کی طرف خاص توجہ کرنے کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔

اور اس نماز کو صرف پڑھ لینا کافی نہیں ہے بلکہ خشوع کے ساتھ ادا کرنا یہ شریعت میں مطلوب ہے، قرآنِ پاک میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۂ مؤمنون کے شروع میں وہ اہلِ ایمان جو دنیا اور آخرت کی کامیابی حاصل کرنے والے ہیں، جن کو دنیا اور آخرت کی ہر قسم کی بھلائی، خوبی اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے عطا کی جاتی ہے، ان کی کچھ خوبیاں اور ان کے کچھ اوصاف بتلائے: ﴿قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾: وہ ایمان والے فلاح یاب ہیں، کامیاب ہیں۔

لفظِ فلاح اور اردو زبان کی تنگ دامنی

لفظِ ''فلاح'' عربی زبان کا ایک ایسا لفظ ہے کہ ہماری اردو زبان کے اندر اس کے پورے مفہوم کو ادا کر سکے، ایسا جامع لفظ موجود نہیں ہے، اسی لیے حضرت مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم فلاح کا ترجمہ اردو میں کامیابی سے کرتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ لفظِ ''کامیابی'' فلاح کا مفہوم ادا کرنے میں بہت کوتاہ اور قاصر ہے۔

فلاح کا مفہوم تو یہ ہے کہ کسی آدمی کو دنیا اور آخرت دونوں کی خوش حالی حاصل ہوجائے۔لفظِ ''کامیابی'' سے یہ مفہوم کما حقہ ادا نہیں ہوتا؛ کیوں کہ اردو زبان کا دامن بڑا تنگ ہے؛ اس لیے اسی پر قناعت کر لیتے ہیں۔

نماز کے لیے جو دعوت دی جاتی ہے، اذان کے ذریعہ لوگوں کو بلایا جاتا ہے، اس میں ایک جملہ ہے ''حَيَّ عَلَى الفَلَاحِ'' فلاح کی طرف آؤ۔گویا یہ کہا جارہا ہے کہ اگر آپ نماز کے لیے آئیں گے تو آپ کو دنیا اور آخرت کی ہر قسم کی خوش حالی اور بھلائیاں نصیب ہوجائیں گی۔

فلاح ڈھونڈنے والوں کے لیے نسخۂ کیمیا

لوگ سوال کرتے ہیں کہ مولوی صاحب! کوئی ایسی تدبیر بتلاؤ کہ ہر طریقے سے اپنا بھلا ہوجاوے۔قرآن نے کہہ دیا، نماز کے لیے اذان کے اندر بار بار پکارا جاتا ہے، اتنی ساری تاکید ہوتی ہے اور ہم دوسرے نسخے ڈھونڈتے رہتے ہیں، سورۂ بقرہ کے شروع میں ﴿أُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ میں جن لوگوں کو کامیاب اور فلاح یاب بتایا گیا، ان کے اوصاف میں ایک چیز یہ نماز بھی ہے۔

تو ''الْمُفْلِحُونَ'' کا مطلب ہے وہ شخص جس کو دنیا اور آخرت کی خوش حالی اور بھلائی حاصل ہوجائے تو کون سے ایمان والے اس فلاح کو پانے والے ہیں؟ تو آگے فرمایا: ﴿الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ﴾: جو اپنی نماز کے اندر خشوع کا اہتمام کرنے والے ہیں۔خالی نماز کو پڑھ لینا کافی نہیں ہے بلکہ نماز کو خشوع کے ساتھ ادا کرنا

مطلوب ہے۔

قرآن میں نماز قائم کرنے کا حکم اور اس کا مطلب

ویسے بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآنِ پاک میں جگہ جگہ نماز کا حکم دیا اور نماز کا حکم دینے کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو کلمات استعمال فرمائے، عربی جاننے والے اہلِ علم موجود ہیں کہ اگر باری تعالیٰ کی طرف سے یوں کہا جاتا: صَلُّوْا: نماز پڑھو تو الگ بات ہوتی لیکن قرآن میں نماز پڑھنے کا حکم دینے کے لیے کہیں ''صَلُّوْا'' نہیں آیا بلکہ قرآن میں جہاں کہیں آیا ''اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ'' آیا ہے، نماز کو قائم کرو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نماز کے فرائض، واجبات، سنن، مستحبات، ان ساری چیزوں کی رعایت کرتے ہوئے نماز ادا کی جائے تو اس کو یوں کہا جائے گا کہ اس نے نماز قائم کی ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں جگہ جگہ، بیسیوں جگہ پر نماز کو قائم کرنے کا حکم دیا اور ''اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ'' فرمایا تو اس نماز کو قائم کرو یعنی نماز کو صرف پڑھنا کافی نہیں ہے بلکہ اس کو خشوع کے ساتھ پڑھنا چاہیے، خشوع کا بھی حکم دیا گیا ہے۔

خضوع کا مطلب

خشوع کا کیا مطلب ہے؟ دو لفظ ہم بولتے ہیں کہ فلاں آدمی خشوع خضوع والی نماز پڑھتا ہے، خشوع ''ش'' سے ہے اور خضوع ''ض'' سے ہے۔ خضوع کا مطلب کیا ہے؟ خضوع یعنی اپنے جسم کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے جھکا دینا، لیکن جھکنے کے لیے

ہماری سوچ کافی نہیں بلکہ نماز کے دوران جسم کے تمام اعضاء اس انداز سے رہیں، جیسا کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احادیث میں بیان فرمایا ہے: کون سا عضو کس طرح ہونا چاہیے۔ اپنی مرضی سے نہیں کہ سر یوں (پوری گردن جھکا کر) نیچا کرلو، نہیں، اس کو فقہاء مکروہ لکھتے ہیں، البتہ سر تھوڑا سا نیچا ہو کہ جس کی وجہ سے نگاہ سجدے کی جگہ پر پڑی رہے، اِدھر اُدھر نہ جائے۔

نماز میں نگاہیں رکھنے کی جگہ تک بھی بتادی گئی ہے

بہرحال! نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کے دوران ہر عضو کو رکھنے کا طریقہ بتلایا، یہاں تک کہ نگاہ تک کے متعلق کتابوں میں صراحت موجود ہے کہ آدمی کھڑا ہو تو کھڑے ہونے کی حالت میں اس کی نگاہیں سجدے کی جگہ پر ہوں، رکوع میں ہو تو اس کی نگاہ پاؤں کی پشت پر ہو۔ غرض نگاہ جیسی نگاہ بھی نماز کی کس حالت میں کہاں ہونی چاہیے، یہ بتایا گیا ہے۔

سجدے میں آدمی ہو تو اپنے دونوں ہاتھ اس طرح رکھے، انگلیاں ملا کر رکھے اور اس کی نگاہ ناک کے بانسے کے اوپر ہو، رکوع کے اندر ہاتھ گھٹنوں کے اوپر انگلیاں پھیلا کر رکھے، نگاہ پاؤں کی پشت پر ہو۔

دوسرے تمام اعضاء کہ کون سا عضو ہمیں نماز میں کس طرح رکھنا ہے تو نماز کے جس رکن میں اعضاء کو جس انداز سے رکھنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے، اس انداز سے اعضاء کو رکھنا خضوع کہلاتا ہے۔

نماز کے بارے میں نبوی تاکید

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو باقاعدہ حکم فرمایا: صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي: تم جس طرح مجھے نماز پڑھتا ہوا دیکھو، اس طرح نماز ادا کرو(۱)۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عملی طریقہ بتلایا اور ساتھ میں یہ بھی تاکید فرمائی کہ اسی کے مطابق تمھیں اپنی نمازیں ادا کرنی ہیں، اس میں اگر کمی ہو جائے گی تو اس میں اتنا نقص پیدا ہو جائے گا۔

غلط طریقے سے نماز پڑھنے پر ایک صحابی کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تنبیہ

ایک مرتبہ نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف فرما ہیں، ایک دیہاتی صحابی آئے اور آکر کے انھوں نے جلدی جلدی دو رکعت نماز پڑھی، جس اطمینان کے ساتھ رکوع سجدہ کرنا چاہیے، رکوع سے سر اٹھا کر جس اطمینان سے قومہ میں کھڑا رہنا چاہیے، سجدے سے سر اٹھا کر جلسے میں جس طرح بیٹھنا چاہیے، اس طریقے سے نہیں کیا، جلدی جلدی سب ارکان ادا کیے، سلام پھیر کر واپس جانے لگے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تشریف فرما دیکھا تو آکر آپ کو سلام کیا تو نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وَعَلَيْكَ السَّلَامُ، ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ: سلام کا جواب دے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ واپس جاؤ، نماز پڑھو! تم نے نماز نہیں پڑھی۔

---

(۱) صحیح البخاری، عَنْ أَبِي سُلَيْمَانَ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بَابُ الأَذَانِ لِلْمُسَافِرِ، إِذَا كَانُوا جَمَاعَةً، وَالإِقَامَةِ الخ.

وہ پھر گئے اور پھر سے نماز پڑھی اور پھر آ کر سلام کیا، نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر فرمایا: وَعَلَيْكَ السَّلَامُ، ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ: واپس جاؤ، نماز پڑھو! کیوں کہ تم نے نماز ہی نہیں پڑھی۔ اس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں کس طرح نماز پڑھوں۔

پہلی مرتبہ نماز کا صحیح طریقہ نہ بتلانے کی حکمت

دیکھو! پہلے سے اس لیے نہیں بتلایا کہ اس کے اندر طلب پیدا ہو کہ میں کس طرح نماز پڑھوں، تب اس کو بتلایا اور جب اس طرح دو تین مرتبہ واپس لوٹانے کے بعد اسے نماز سکھائی جائے گی تو بڑے اہتمام اور توجہ کے ساتھ سیکھے گا، اس کو اس کی قدر و قیمت معلوم ہوگی۔

اس کے بعد نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو نماز کا طریقہ بتلایا کہ اطمینان کے ساتھ کھڑے رہو، اطمینان کے ساتھ رکوع کرو یعنی نماز کے ہر رکن اور ہر عمل کو سکون اور اطمینان کے ساتھ ادا کرو(١)۔ یہ تو خضوع ہوا۔

خشوع کا مطلب

دوسری چیز خشوع ہے، خشوع کا مطلب ہے آدمی اپنے دل کو دورانِ نماز اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف متوجہ کرے، دل کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے ایسا متوجہ کر دینا کہ دوسرا کوئی خیال آوے ہی نہیں، دل کا تعلق اور کانٹکٹ (contact) اللہ

(١) صحیح البخاری، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ، بَابُ أَمْرِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الَّذِي لَا يُتِمُّ رُكُوعَهُ بِالإِعَادَةِ.

تعالیٰ کے علاوہ کسی اور چیز سے بالکل نہ ہو، شروع سے لے کر اخیر تک پوری نماز کے دوران اس کا دل اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے، اس کو خشوع سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ نماز میں خشوع اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

یہ نماز کی روح ہے اور قرآن کہتا ہے کہ جو ایمان والے اس طرح خشوع اور خضوع کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں تو سمجھ جاؤ کہ انھوں نے دنیا اور آخرت کی کامیابی اور خوش حالی حاصل کر لی۔ یہ خشوع نماز کے اندر مطلوب ہے اور شریعت یہ چاہتی ہے کہ آپ کی نماز خشوع والی ہو۔

ویسے تو حضراتِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ہمیشہ خشوع اور خضوع کے ساتھ نماز پڑھنے کا اہتمام کرتے تھے لیکن اگر کبھی ذرا سی بے خبری نماز کی طرف سے ہو جاتی تھی تو اس کو بھی وہ گوارا نہیں کرتے تھے، کتابوں میں ایسے بہت سارے واقعات آپ نے پڑھے اور سنے ہوں گے کہ اپنا قیمتی مال بھی نماز میں اس کا خیال آنے پر قربان کر دیا۔

نماز میں خشوع پیدا کرنے کے نبوی طریقوں میں ایک طریقہ

تو بہر حال! شریعت چاہتی ہے کہ نماز کو خشوع اور خضوع کے ساتھ ادا کیا جائے اور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے مختلف طریقے اور تدبیریں بتلائی ہیں، ایک طریقہ وہ ہے جو حدیثِ جبرئیل میں ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مختلف سوالات کیے گئے تھے کہ اسلام کیا ہے؟ ایمان کیا ہے؟ احسان کیا ہے؟ اور ان سوالات کے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جوابات دیے تو احسان والے سوال کا جواب دیا تھا: أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ

تَکُنْ تَرَاہُ، فَإِنَّہُ یَرَاكَ کہ اللہ کی عبادت ایسی کرو کہ گویا کہ تم اللہ کو دیکھ رہے ہو۔ اور اگر تم نہیں دیکھ رہے ہو تو اللہ تو تمھیں دیکھ ہی رہے ہیں (۱)۔

''گویا کہ تم اللہ کو دیکھ رہے ہو'' کہنے کی حکمت

''گویا کہ تم اللہ کو دیکھ رہے ہو'' اس لیے فرمایا کہ اس دنیا میں ان آنکھوں سے اللہ تبارک وتعالیٰ کو دیکھنا ناممکن ہے، اس لیے فرمایا کہ گویا کہ دیکھ رہے ہو۔ اگر حقیقت میں دیکھ رہے ہوتے تو کس طرح پڑھتے؟ اسی طرح اب بھی پڑھو۔ تو یہ بھی نماز میں خشوع پیدا کرنے کا ایک طریقہ ہے۔

نماز میں خشوع پیدا کرنے کا دوسرا طریقہ

ایک طریقہ وہ ہے جو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حدیث میں بتلایا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آدمی کو یہ نصیحت فرمائی کہ جب آپ نماز کے لیے کھڑے ہوں تو یہ سوچ لو کہ یہ میری زندگی کی آخری نماز ہے اور یوں سمجھو کہ میں اس دنیا کو اب ''الوداع'' کہنے والا ہوں اور حقیقت یہ ہے کہ ہمیں اور آپ کو یہ بتا دیا جائے کہ ابھی جو آپ جمعہ کی نماز پڑھنے والے ہیں، یہ آپ کی زندگی کی آخری نماز ہے تو بتلائیے کہ ہم کیسا جی لگا کے اس نماز کو پڑھنے کی کوشش کریں گے، بھرپور کوشش کے ساتھ یہ چاہیں گے کہ ایک لمحے کے لیے بھی ہماری توجہ نماز سے نہ ہٹے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد سے یہی مقصود ہے کہ ہر نماز آدمی اس طرح ادا کرے، یہ سمجھ کر کہ پتہ نہیں دوبارہ مجھے اللہ کے

---

(۱) صحیح مسلم، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، باب مَعْرِفَةِ الإِيمَانِ وَالإِسْلاَمِ وَالْقَدَرِ وَعَلاَمَةِ السَّاعَةِ.

حضور کھڑے ہونے کا موقع اور سعادت حاصل ہوگی یا نہیں۔

آخری نماز سمجھ کر ہر نماز پڑھنا امرِ واقعی ہے

اور یہ کوئی وہمی چیز نہیں تھی بلکہ حقیقت اور واقعہ یہ ہے کہ موت کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے، اس وقت مجمع میں جتنے بھی لوگ بیٹھے ہیں، کیا کوئی گارنٹی کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہے کہ میری موت کب آئے گی؟ ہوسکتا ہے کہ ابھی نماز سے پہلے آ جائے، نماز کے دوران آ جائے، نماز کے بعد آ جائے تو گویا جب بھی کوئی آدمی نماز کے لیے نیت باندھے گا تو یہ امکان موجود ہے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ نماز جو ابھی پڑھنے جارہا ہے، وہ اس کی زندگی کی آخری نماز ہے۔ اس لیے چاہیے کہ ہماری ہر نماز اسی تصور کے ساتھ ادا ہو تو نماز کے اندر جان پیدا ہوسکتی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے، آپ کو اور پوری امت کو اس کی توفیق اور سعادت نصیب فرمائے۔ (آمین)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

نماز کی روح خشوع اور اس کی اہمیت

اقتباس

آج اس زمانے میں ہماری نماز کا حال کیا ہوگیا؟ ہر چیز آٹومیٹیک ہے۔ (automatic) تو ہماری نماز بھی آٹومیٹیک ہوگئی، اللّٰہُ اکبر کہا تو گویا نماز کا بٹن آپ نے آن (on) کر دیا، اب چل رہا ہے، سبحانک اللھم بھی پڑھی جارہی ہے، أعوذ باللّٰہ پڑھ رہے ہیں، بسم اللّٰہ پڑھ رہے ہیں، سورۂ فاتحہ پڑھ رہے ہیں، سورت ملا رہے ہیں، رکوع میں جارہے ہیں، سبحان ربی العظیم پڑھ رہے ہیں، سب برابر پڑھ رہے ہیں، جو چیز پڑھنی چاہیے تھی، کوئی چیز چھوٹی نہیں، دو رکعتیں پڑھ ڈالیں۔ اب اسی دو رکعت پڑھنے والے سے سلام کے بعد آپ پوچھو کہ بھائی! آپ نے پہلی رکعت میں کون سی سورت پڑھی تھی؟ تو وہ سوچے گا کہ کون سی پڑھی تھی، حالاں کہ اس نے خود پڑھی تھی لیکن اس کو پتہ ہی نہیں کہ یہ دو رکعت کس طرح پڑھی۔ جیسے ٹیپ ریکارڈر کھول دیا اور کیسٹ پوری ہوگئی ہو۔

وہ سجدہ روحِ زمیں جس سے کانپ جاتی تھی ترستے ہیں آج اس کو منبر و محراب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا، ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا، ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا، من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ، ومن یضللہ فلا ھادي لہ، ونشھد أن لا إلہ إلا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد أن سیدنا ومولانا محمدا عبدہ ورسولہ، أرسلہ إلی کافّۃ الناس بشیرا ونذیرا، وداعیا إلی اللّٰہ بإذنہ وسراجا منیرا، صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وأصحابہ وبارک وسلّم تسلیما کثیرا کثیرا، أما بعد:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم: ﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ، الَّذِیْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ﴾ [المؤمنون] وقال تعالیٰ: ﴿فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ﴾ [الماعون] وقال تعالیٰ: ﴿وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِکْرِيْ﴾ [طٰہ:١٤]

شریعت: زندگی گذارنے کا مکمل انسائیکلو پیڈیا

محترم حضرات! اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ سے زندگی گذارنے کا طریقہ جس کو ہم شریعت کے نام سے یاد کرتے ہیں، ہمیں عطا فرمایا، اس میں مختلف حیثیت سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں ہدایت فرمائی ہے، اس کے مختلف شعبے ہیں اور ہر شعبہ اپنی جگہ بڑی اہمیت کا حامل ہے، اس میں ایمان بھی ہے اور عقائد

اور احکام بھی ہیں۔کل پانچ شعبے ہیں: (۱) عقائد (۲) عبادات (۳) معاملات (۴) اخلاق (۵) معاشرت۔

عقائد کے باب میں مسلمانوں کی غفلت

عقائد کی طرف توجہ دینے کی بھی خاص ضرورت ہے، خصوصًا اس زمانے میں جب کہ لوگوں کے سامنے مختلف نظریات کے آنے کی وجہ سے ان کے خیالات میں تبدیلی آتی رہتی ہے۔ ہمارے یہاں عقائد کے متعلق جو چیزیں بچپن میں پڑھا دی جاتی ہیں، اس کے بعد پھر اس کو تازہ نہیں کیا جاتا، حالاں کہ یہ بہت اہم اور بنیادی چیز ہے۔ وہ باتیں جو آدمی کو ایمان سے نکالنے والی ہیں اور جن کے نتیجے میں آدمی کفر میں داخل ہو جاتا ہے، اس کا جاننا بھی ضروری اور فرضِ عین ہے؛ تاکہ آدمی اپنے آپ کو اس سے بچا سکے۔

شعبۂ عبادت اور اس کو قائم کرنے کی غرض

دوسرا شعبہ عبادات کا ہے۔ بندے کا رشتہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ کس طرح قائم ہو سکتا ہے، وہ مختلف طریقوں سے بتلایا گیا ہے۔ یہ عبادات کا شعبہ بھی اسلام کے اندر بڑی اہمیت کا حامل ہے، اس کے ذریعہ بندہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ اپنے تعلق اور رشتے کو مضبوط کرتا ہے اور اس کی وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت اور اس کا عشق بندے کے دل میں جا گزیں ہوتا ہے اور جمتا ہے تو پھر اللہ تبارک وتعالیٰ کے احکام پر عمل کرنا اور اس کے لیے بڑی سے بڑی مشقت برداشت کرنا اور بڑی سے بڑی قربانی

دینا آسان ہوجاتا ہے۔

عبادات کی مختلف صورتیں

عبادات کے شعبے میں بھی کئی چیزیں ہیں: نماز ہے، روزہ ہے۔ یہ دونوں عبادتیں تو وہ ہیں جو آدمی کے جسم سے تعلق رکھتی ہیں۔ زکوۃ ہے کہ آدمی کو مال کے ذریعہ سے بھی عبادت کرواکر اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ اس کا رشتہ اور تعلق قائم کیا جاتا ہے۔ حج بھی ہے کہ جس میں مال بھی خرچ کیا جاتا ہے اور کچھ جسمانی افعال بھی ادا کرائے جاتے ہیں۔ اصل تو وہی ہے لیکن اس کے لیے سفر کیا جاتا ہے جس میں مال خرچ کرنے کی بھی نوبت آتی ہے۔

بہرحال! عبادت کے اس شعبے سے مقصود یہ ہے کہ آدمی اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ اپنا تعلق قائم کرے۔

نماز: بندے کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ جوڑنے والا سب سے بہتر ذریعہ

شروع اسلام میں جب سارے احکام تفصیل کے ساتھ نازل نہیں ہوئے تھے، خاص طور پر نماز پر زور دیا گیا اور رات رات بھر جگوایا جاتا تھا، خود نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضراتِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دلوں میں اس کے ذریعہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ تعلق قائم ہوا، اور اس کی وجہ سے دین کے لیے ساری مشقتیں برداشت کرنا آسان ہوگیا۔

فرض نمازیں

عبادات کے شعبے میں ایک عبادت نماز ہے، وہ بھی بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ نماز

میں بھی شریعتِ مطہرہ نے مختلف شکلوں سے انسان کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ جوڑنے کا ایک سلسلہ قائم کیا ہے۔ کچھ نمازیں تو وہ ہیں جن کو فرض کی حیثیت دی گئی کہ بھائی! ۲۴ر گھنٹے میں پانچ اوقات کی نماز آپ کو ادا کرنی ہی کرنی ہے، یہ تو ہر اس مسلمان پر فرض ہے جو عاقل بالغ ہو، چاہے مرد ہو، عورت ہو، مسافر ہو یا مقیم ہو، غریب ہو یا مال دار ہو، بیمار ہو یا تن درست ہو۔ اس کے لیے ان پانچ نمازوں کا ادا کرنا ضروری ہے۔ پانچ وقت کی نماز فرض کی گئی ہے۔

نوافل کی قسمیں

ان فرائض کے علاوہ کچھ نفل نمازیں بھی رکھی گئیں اور ان نفل نمازوں میں کچھ نمازیں وہ ہیں جن کے لیے اوقات مقرر کر دیے گئے: اشراق ہے، چاشت ہے، اوّابین ہے، تہجد ہے، فئی زوال ہے۔ اور کچھ نوافل وہ ہیں جن کے لیے کسی وقت کی تحدید نہیں کی گئی، آدمی جب چاہے، اپنے رب کے سامنے کھڑا ہو جائے اور اس سے مناجات اور سرگوشی کی لذت حاصل کرے۔

نماز کے اوقاتِ مکروهہ

البتہ اس اہم اور بنیادی عبادت کے لیے کچھ اوقات ایسے رکھے گئے کہ جس میں منع کر دیا گیا کہ اس میں آپ کو نماز نہیں پڑھنی ہے، یہ اوقاتِ مکروھہ ہیں۔ یہ بتلا کر انسان کو اس بات کی تعلیم دی گئی کہ نماز جیسے بہترین عمل، کام، مشغلے کے لیے بھی بعض اوقات ایسے ہیں کہ جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کو ادا کرنے سے منع کر دیا۔

قرآن میں نماز کا حکم اجمالی ہے

نماز کے متعلق قرآنِ پاک میں بڑی تاکیدیں وارد ہوئی ہیں، کئی مقامات پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے نماز کو قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے لیکن قرآن میں نماز کے متعلق اجمالی حکم سے کام لیا گیا، نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ارشادات اور عملی نمونے سے نماز کا طریقہ امت کو بتلایا۔

نماز پر مختلف حالات اور ادوار گذرے ہیں

اس میں بھی مختلف حالات، مختلف ادوار نماز پر گذرے، جیسا کہ حضرت معاذ بن جبل (١) رضی اللہ عنہ کی روایت ابوداود شریف میں ہے۔ مختلف حالات گذرتے گذرتے اخیر میں نماز کی ایک شکل بنی، کچھ چیزیں پہلی کی جاتی تھیں، وہ ختم اور منسوخ ہوئیں، اخیر میں جو باقی رہی، وہ شکل امت کے سامنے آئی۔

حضراتِ ائمۂ مجتہدین کا امت پر احسانِ عظیم

یہ جو قرآن وحدیث میں نماز سے متعلق مختلف احکام ہیں، حضراتِ فقہائے کرام

---

(١) حدیث کے بعض اجزاء یہ ہیں: عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، قَالَ: أُحِيلَتِ الصَّلَاةُ ثَلَاثَةَ أَحْوَالٍ، وَأُحِيلَ الصِّيَامُ ثَلَاثَةَ أَحْوَالٍ - وَسَاقَ نَصْرٌ الْحَدِيثَ بِطُولِهِ وَاقْتَصَّ ابْنُ الْمُثَنَّى مِنْهُ قِصَّةَ صَلَاتِهِمْ نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ قَطْ - قَالَ: الْحَالُ الثَّالِثُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وآله وسلم قَدِمَ الْمَدِينَةَ فَصَلَّى - يَعْنِي نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ - ثَلَاثَةَ عَشَرَ شَهْرًا، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالَى هٰذِهِ الْآيَةَ: {قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ} [البقرة] فَوَجَّهَهُ اللّٰهُ تَعَالَى إِلَى الْكَعْبَةِ - وَتَمَّ حَدِيثُهُ - الحديث۔ (سنن ابی داود، بَابُ كَيْفَ الْأَذَانُ.)

اور ائمۂ عظام -اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو جزائے خیر دے- نے قرآن وحدیث کی نصوص میں نماز کے متعلق جو ہدایتیں تھیں۔ اگر مجھے اور آپ کو یہ کہا جاتا کہ ان نصوص کو دیکھ کر نماز کی کوئی ترتیب اپنے لیے معلوم کر لیجیے تو یہ انتہائی ناممکن تھا، بڑے بڑے علماء اس میں سرگرداں رہتے، چہ جائے کہ وہ لوگ جو ناواقف ہیں۔ یہ تو حضراتِ ائمۂ مجتہدین نے -اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی قبروں کو نور سے بھر دے اور ان کو جزائے خیر دے- نماز سے متعلق ان ساری ہدایتوں کو قانونی شکل دے کر فقہ کی شکل میں نماز کے احکام کے طور پر کتابوں میں ہمارے سامنے پیش کر دیا۔

نماز کے فرائض بنام شرائط

اور اس میں کون سے کام کیا درجہ رکھتے ہیں کہ: بھائی! فلانا کام کرنا ہے، وہ رکن ہے، فلانا کام شرط ہے۔ شرط اور رکن دونوں ہی فرض اور ضروری ہیں: کچھ فرائض وہ ہیں جو نماز ادا کرنے سے پہلے انجام دئے جاتے ہیں: کپڑوں کی پاکی، ظاہری نجاست سے اور باطنی نجاست سے بدن کی پاکی اور پھر جگہ کی پاکی، قبلہ کی طرف رخ کرنا، یہ سب ایسے فرض ہیں جن کو فقہاء شرط کے نام سے یاد کرتے ہیں، جو نماز سے پہلے انجام دئے جاتے ہیں۔

نماز کے فرائض بنام ارکان

اور کچھ فرائض وہ ہیں جو نماز کی ادائگی کے دوران انجام دیے جاتے ہیں، جن کو فقہاء ارکان کا نام دیتے ہیں: قیام کرنا، قرأت کرنا، رکوع کرنا، سجدہ کرنا۔ یہ چیزیں فرض تھیں، وہ بھی بتلا دیں۔

نماز کے دوسرے افعال اور ان کے درجات

پھر جو چیزیں واجب کی حیثیت رکھتی ہیں، ان کو بھی قرآن وحدیث کے اندر دیکھ کر، سب کو جانچ پرکھ کر ہر ایک کا درجہ متعین کیا کہ یہ کام فرض ہے، یہ واجب ہے، یہ سنت ہے، یہ مستحب ہے۔ فلاں کام سے بچنا چاہیے، اس میں بھی یہ مکروہ کا درجہ ہے، فلاں ایسا کام ہے کہ اگر اس کو کریں گے تو نماز بالکل ہی ختم ہو جائے گی جس کو نماز کے مفسدات کہا جاتا ہے۔ یہ ساری تفصیلات ان حضراتِ فقہاء نے اپنی کتابوں میں بیان کیں۔ یہ ان کا بڑا احسان ہے۔

انھیں پر بعض ناداں کچھ گھڑا کرتے ہیں افسانہ

ایک جماعت ہے جو فقہ کے متعلق غلط پراپیگنڈہ ہے کرتی ہے، حضراتِ فقہائے کرام اور ائمۂ عظام -اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو جزائے خیر دے- ان کا وہ مقام ہے جس کو بعد والے لوگ نہیں پا سکتے۔ ان حضرات نے تو امت پر بڑا احسان کیا ہے کہ قرآن وحدیث کی نصوص کو کھنگال کر اور ان میں خوب غور کر کے وہ ساری شکلیں جو ہمارے لیے عمل کی تھیں، واضح کر کے الگ شکل میں کتابوں میں لکھ دیں، ترتیب دے دی، یہ فقہ کوئی الگ چیز نہیں ہے، یہ تو قرآن اور حدیث کا خلاصہ ہے۔

”فقہ“ قرآن وحدیث میں موجود عملی زندگی سے متعلق احکام کا مجموعہ ہے

چوں کہ قرآن وحدیث میں خالی نماز ہی کے احکام نہیں، اور بھی بہت سارے

احکام تھے جو زندگی میں انجام دینے ہیں، اخلاقیات سے متعلق بھی تعلیم ہے، معاشرت سے متعلق بھی تعلیم ہے، معاملات کے اوپر بھی کہا گیا ہے، عقائد کے اوپر بھی بحث کی گئی ہے اور بھی بہت ساری چیزیں ہیں۔ ان فقہاء نے عمل سے متعلق جو احکام تھے، ان کو الگ جمع کر دیا اور اس کو فقہ کا نام دے دیا۔

فقہ کے متعلق غلط فہمی پھیلانے والے احسان فراموش ہیں

اس کے متعلق جو غلط فہمی لوگوں میں پھیلائی جاتی ہے، حقیقت تو یہ ہے کہ وہ ان حضرات پر ایک بہتان ہے، یہ تو ان کا بہت بڑا احسان ہے کہ قانونی شکل دے کر ایک پکی پکائی روٹی ہمارے سامنے پیش کر دی کہ اب آپ کو بس کھانا ہی ہے، ورنہ ہمارے اوپر اگر یہ چھوڑ دیا جاتا تو ناممکن تھا اور معلوم نہیں لوگ کیسی کیسی نمازیں وجود میں لاتے۔

فقہاء کا ایک اور احسان

بہر حال! نماز کی ایک ترتیب ہے، اس میں موجود اعمال کو فقہاء الگ الگ حیثیت سے بیان کرتے ہیں اور الگ الگ بیان کرنے کے بعد ''باب صفة الصلوۃ'' کا عنوان الگ قائم کر کے نماز کا طریقہ بتلاتے ہیں کہ ان ساری چیزوں کو کہاں کہاں انجام دینا ہے۔ ایسا نہیں کہ جو فرض ہیں، ان کو ایک ساتھ ادا کر دئے جائیں۔ سنتیں ایک ساتھ ادا کر دی جائیں۔ نہیں، ان میں سے ہر ایک کا باقاعدہ ایک مقام ہے، ایک جگہ ہے، اس کو وہاں ادا کرنا ہے، وہ سارا طریقہ تفصیل سے بتلا دیا اور ہم پر بڑا احسان کیا۔

نماز کی صورت اور روح

پھر نماز کا طریقہ بتایا جاتا ہے، اس میں ساری چیزیں بتلائی جاتی ہیں۔ نماز کے اندر ایک تو اس کی ظاہری شکل وصورت ہے اور ایک ہے نماز کی روح اور اس کی جان۔ جیسے ہر چیز میں ایک تو اس کا ظاہری ڈھانچہ ہوتا ہے۔ جیسے مشین ہے، اس میں اس کے کل پرزے، پارٹس وغیرہ ہوتے ہیں اور پھر یہ کہ اس میں بجلی آئے گی تو وہ اپنا کام کرے گی، یہ بجلی اس میں روح کی حیثیت رکھتی ہے۔

نماز کے جملہ افعال بڑی اہمیت اور فضیلت کے حامل ہیں

تو نماز کے اندر بھی یہ ارکان، واجبات، سنتیں، یہ ساری چیزیں ظاہری ڈھانچے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ہر ہر سنت اور ہر ہر ادب اپنی جگہ پر کتنی اہمیت کا حامل ہے! سورۂ فاتحہ کے بعد آمین کہنا کتنا اہم ہے! سنت ہے لیکن اس کی کتنی بڑی اہمیت ہے۔

محمد بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ سے با جماعت نماز فوت ہونے کا واقعہ

امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں، ان کے ایک شاگرد: محمد بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ۔ بہت بڑے فقیہ، بزرگ گذرے ہیں۔ ہمیشہ جماعت کے ساتھ نماز کی پابندی کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی وجہ سے ان کی جماعت فوت ہوگئی تو بڑا افسوس ہوا اور چوں کہ حدیث میں آتا ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا ثواب ۲۵ رگنا یا ۲۷ رگنا ہے۔

فضیلتِ جماعت کے سلسلے میں وارد مختلف روایتوں میں تطبیق

دونوں قسم کی روایتیں ہیں۔اس میں بھی پھر فقہاء نے تطبیق دی ہے کہ پہلے ۲۵ر گنا کا وعدہ ہوا پھر ۲۷ر گنا کا۔بعض حضرات کہتے ہیں کہ اس کا مدار آدمی کے اخلاص اور مجاہدات پر ہے کہ جیسا جیسا آدمی کا اخلاص اور مجاہدہ اس کے مطابق کسی کو ۲۵ر گنا اور کسی کو ۲۷ر گنا، کیٹیگری (category) کر دی گئی۔

بہر حال! انھوں نے سوچا کہ میری جماعت تو چلی گئی، اب مجھے اکیلے پڑھنی پڑے گی تو اس نماز کو انھوں نے ۲۵ر یا ۲۷ر مرتبہ ادا کیا، حالاں کہ فقیہ تھے، جانتے تھے کہ ایک مرتبہ پڑھنے سے فرض ادا ہو گیا، ذمہ داری پوری ہو گئی لیکن یہ خیال تھا کہ جماعت کے ساتھ پڑھتا تو ''۲۷'' نمازوں کا ثواب ملتا؛ اس لیے انھوں نے یہ نماز ۲۷ر مرتبہ پڑھی؛ تاکہ ''۲۷'' گنا ثواب ملے، یہ ہمارے اسلاف کا شوق تھا۔کوئی ہے اس مجمع میں جو اجر و ثواب کو اس طرح قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہو؟ نہ میں، نہ آپ، سیدھی بات ہے، ہم سے چار نمازیں چھوٹ جائیں گی تو ان کی ادائگی ہی دشوار لگے گی۔لیکن حدیث میں جماعت کا جو ثواب آیا ہے، اس کو حاصل کرنے کا ان حضرات کے یہاں کتنا اہتمام ہے!!

تمھیں کہہ دو! یہی آئینِ وفاداری ہے

اگر آپ کو یہ بات معلوم ہو جائے کہ ایک چیز یہاں مسجد کے دروازے پر بیٹھ کر بیچیں گے تو اس کی قیمت ایک روپیہ ہو گی اور اگر یہاں سے ذرا دور روڈ کے پاس جا کر فروخت کریں گے تو اس کی قیمت ۲۵ر یا ۲۷ر روپیہ ملے گی۔تو یہاں سو آدمی مانگیں گے تو بھی آپ

اس کو ہرگز نہیں دیں گے، وہاں جا کر بیچیں گے؛ کیوں کہ ''۲۵'' گنا قیمت چاہیے۔ دنیا کے معاملات میں ہم اس طرح فائدے اور نقصان کو مدِّ نظر رکھتے ہیں اور نماز کے معاملے میں اس کی کوئی پرواہی نہیں! مسجد گھر کے پڑوس میں ہے، اس کے باوجود جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی توفیق نہیں ہوتی۔ دیکھ لو! فجر کی نماز میں کتنے آتے ہیں؟ جماعت کے ساتھ نماز کی پابندی کے اہتمام کا وہاں پتہ چل جائے گا کہ فجر کی نماز میں کتنی حاضری ہوا کرتی ہے! ہمارے اکابر کے یہاں نماز کو جماعت کے ساتھ پڑھنے کا بڑا اہتمام تھا۔

ترکِ جماعت پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غضبِ شدید

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو لوگ جماعت میں شریک نہیں ہوتے، میرا جی یہ چاہتا ہے کہ مسجد میں کسی کو نماز کے لیے کھڑا کر کے میں ان کے گھروں میں جاؤں اور جو جماعت میں شریک نہیں ہوتے، ان کے گھروں کو آگ لگاؤں۔ اگر عورتوں اور بچوں کا خیال نہ ہوتا تو میں ایسا کرتا(۱)۔ اتنی زیادہ تاکید ہے اور جماعت چھوڑنے والے کی گواہی بھی شریعت قبول نہیں کرتی، فقہاء نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے، اس پر بلا عذرِ شرعی نماز کی جماعت چھوڑنے کی وجہ سے فاسق کا حکم لگایا ہے۔ آج تو جماعت چھوڑنا عام ہو گیا، اس کا بالکل اہتمام نہیں۔

تھے تو وہ آبا تمھارے ہی مگر تم کیا ہو؟

ہمارے اسلاف کے یہاں اس کا کتنا اہتمام کیا جاتا تھا! مسلم شریف میں حضرت

---

(۱) صحیح البخاری، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه، باب وُجُوبِ صَلاَةِ الْجَمَاعَةِ.

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں منافقین بھی جماعت چھوڑنے کی جرأت نہیں کرتے تھے، جماعت کا اس قدر اہتمام تھا(۱)۔ خود نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرض الوفات میں، جس بیماری میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی، اتنا اہتمام کہ دو آدمیوں کے سہارے سے، پاؤں مبارک کو گھسٹتے ہوئے، مسجد میں آ رہے ہیں(۲)۔ جب اس کی بھی طاقت نہیں رہی، تب آپ نے چند نمازیں گھر میں ادا کیں، ورنہ اس طرح آ کر بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جماعت میں شرکت کی ہے، جماعت کی شرکت اتنی اہم ہے۔

اے ابنِ سلمہ! فرشتوں کی آمین کا کیا ہوگا!

انھوں نے یہ نماز "۲۷" مرتبہ پڑھی؛ تاکہ "۲۷" گنا ثواب ملے۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے: كيف لك بتأمين الملائكة يا ابن سماعة!: اے ابنِ سلمہ! فرشتوں کی آمین کا کیا ہوگا(۳)!

---

(۱) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بن مسعود رضي الله عنه قَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنِ الصَّلاَةِ إِلاَّ مُنَافِقٌ قَدْ عُلِمَ نِفَاقُهُ أَوْ مَرِيضٌ إِنْ كَانَ الْمَرِيضُ لَيَمْشِي بَيْنَ رَجُلَيْنِ حَتَّى يَأْتِيَ الصَّلاَةَ - وَقَالَ - إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ - صلى الله عليه وآله وسلم - عَلَّمَنَا سُنَنَ الْهُدَى وَإِنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدَى الصَّلاَةَ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِي يُؤَذَّنُ فِيهِ (صحيح المسلم، باب صَلاَةُ الْجَمَاعَةِ مِنْ سُنَنِ الْهُدَى)

(۲) صحيح البخاري، عن عَائِشَةَ، رَضِيَ اللَّهُ تعالىٰ عَنْهَا، قَالَتْ: لَمَّا ثَقُلَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وآله وسلم وَاشْتَدَّ بِهِ وَجَعُهُ، اسْتَأْذَنَ أَزْوَاجَهُ فِي أَنْ يُمَرَّضَ فِي بَيْتِي، فَأَذِنَّ لَهُ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وآله وسلم بَيْنَ رَجُلَيْنِ، تَخُطُّ رِجْلاَهُ فِي الأَرْضِ، بَيْنَ عَبَّاسٍ وَرَجُلٍ آخَرَ. الحديث (باب الغسل والوضوء في المخضب والقدح والخشب والحجارة.)

(۳) تهذيب التهذيب ج ۹ ص ۱۸۲.

باجماعت نماز کا ایک عظیم فائدہ

یہ کیا ہے؟ یہ ایک اشارہ ہے، حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ جب آدمی امام کے ساتھ، جماعت کے ساتھ نماز پڑھتا ہے اور امام قرأت کرتا ہے تو امام جب سورۂ فاتحہ پڑھے گا اور اس کے اخیر میں وَلَا الضَّالِّينَ پڑھے گا تو اس وقت آمین کہنا چاہیے، إِذَا قَالَ الإِمَامُ ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ فَقُولُوا آمِينَ: نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ: جب امام ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ کہے تو تم آمین کہو۔

آمین کے سلسلے میں ہمارا مذہب اور اس کے ساتھ ہمارا ناروا سلوک

اب یہ آمین کس طرح کہے، زور سے یا آہستہ؟ یہ مسئلہ ائمہ کے درمیان اختلافی ہے: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آہستہ کہیں گے، چھوڑنے کو نہیں کہتے۔ آج کل تو ہم نے آمین کہنا ہی چھوڑ دیا ہے، کون ہے جو اتنا اہتمام کرتا ہو، اس طرح کہنا چاہیے کہ دوسروں کو بھی آواز آئے، ہمارے یہاں آمین اتنی زور سے بھی نہیں ہے لیکن اتنا تو ہو کہ دوسروں کو پتہ چلے۔

اگر نمازی کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق پڑ گئی!

پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وجہ بتاتے ہیں: فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَقُولُ: آمِينَ، وَإِنَّ الإِمَامَ يَقُولُ: آمِينَ فَمَنْ وَافَقَ تَأْمِينُهُ تَأْمِينَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ [1]؛ اس لیے

---

(۱) سنن النسائی، عن أبي هريرة رضي الله عنه، جهر الإمام بآمين.

کہ اس وقت فرشتے بھی آمین کہتے ہیں اور جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق پڑ گئی، یعنی جس وقت انھوں نے آمین کہی، اسی وقت اس نے بھی آمین کہی اور آپ کو بتا یا دیا گیا ہے کہ فرشتے آمین کب کہتے ہیں؟ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّیۡنَ پر آمین کہتے ہیں تو ہم بھی اس وقت آمین کہیں گے اور ہماری آمین ان کے آمین کے موافق پڑے گی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس کے اگلے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

وہ خواب میں کہنے والا کہہ رہا ہے، تنبیہ کر رہا ہے کہ آپ نے "۲۷" مرتبہ نماز پڑھ کر نقصان کی تلافی کرنے کی کوشش تو کی لیکن جماعت کے ساتھ پڑھتے تو فرشتوں کے ساتھ آمین کہنے کی جو فضیلت تھی، وہ حاصل ہوتی، وہ فضیلت تمھیں حاصل نہیں ہوئی۔ جماعت کی بڑی اہمیت اور فضیلت ہے، یہ کوئی معمولی کام نہیں ہے۔ اس کا خاص طور پر اہتمام کرنے کی ضرورت ہے، مسجد میں نماز پڑھنے کا اہتمام کریں۔

بہر حال! یہ ساری سنتیں اور آداب وغیرہ اپنی جگہ پے بڑی اہمیت کے حامل ہیں، ان ساری چیزوں کا اپنا ایک اثر اور ایک مقام ہے۔ نماز کے آداب کی بڑی رعایت کی گئی ہے۔ یہ نماز کا ایک ظاہری ڈھانچہ ہے، اسٹرکچر (structure) ہے، ظاہری شکل وصورت ہے۔

نماز کی روح: خشوع

اور ایک ہے نماز کی روح۔ نماز کی روح وہ تعلق اور کنیکشن (connection)

ہے جو نماز کے دوران آدمی کے دل کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات کے ساتھ پیدا ہوتا ہے۔ اس کے دل کا اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا، نماز کے اندر اس کے دل کا اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ مشغول ہو جانا۔ اس کو خشوع سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

خضوع کا مطلب

اور ایک خضوع ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کے اعضا پر سکون ہو جائیں۔ آدمی جب نماز سے باہر ہوتا ہے تو ہاتھ اپنا کام کرتے ہیں، پاؤں اپنا کام کرتے ہیں، آنکھیں اِدھر اُدھر دیکھتی ہیں اور دوسرے کاموں میں مشغول ہوتا ہے۔ نماز کے لیے جب کھڑا ہوگا تو یہ سارے اعضاء اپنا کام چھوڑ دیں گے: ہاتھ بھی پر سکون ہو جائیں گے اور قیام میں ایک خاص انداز سے باندھ دئے جائیں گے، رکوع کی حالت میں گھٹنوں پر رکھے جائیں گے۔ سجدے کی حالت میں ایک خاص انداز سے رکھے جائیں گے۔ اسی طریقے سے پاؤں بھی ایک خاص انداز سے رکھے جاتے ہیں۔ آنکھیں بھی ایک مخصوص جگہ پر گڑی ہوئی ہیں۔ کان بھی اِدھر متوجہ ہیں۔ سارے اعضاء اپنا کام چھوڑ کر نماز کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ اس کو خضوع کہتے ہیں۔

کامیاب ہیں وہ ایمان والے

اور دل کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ اِدھر اُدھر کے خیالات اور دوسری چیزوں میں مشغول ہوتا ہے تو نماز کے دوران دل پورے طور سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائے، اس کی طرف مشغول ہو جائے۔ اسی کا نام خشوع ہے۔ ﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ ھُمْ

فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ﴾: کامیاب ہیں وہ ایمان والے جو اپنی نماز میں خشوع کا اہتمام کرتے ہیں۔

فلاح کا صحیح مفہوم ادا کرنے سے اردو زبان قاصر ہے

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم فلاح کا ترجمہ اردو میں کامیابی سے کرتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ لفظِ ''کامیابی'' فلاح کا مفہوم ادا کرنے میں بہت کوتاہ اور قاصر ہے۔ فلاح کا مفہوم تو یہ ہے کہ کسی آدمی کو دنیا اور آخرت دونوں کی خوش حالی حاصل ہو جائے۔ لفظِ ''کامیابی'' سے یہ مفہوم کما حقہ ادا نہیں ہوتا؛ کیوں کہ اردو زبان کا دامن بڑا تنگ ہے؛ اس لیے اسی پر قناعت کر لیتے ہیں۔ اگر ہم دنیا اور آخرت کی خوش حالی حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہم نماز کو خشوع کے ساتھ ادا کریں۔

خشوع میں خلل ڈالنے والے حالات کی موجودگی میں نماز کی ممانعت

خشوع نماز کی روح ہے؛ اسی لیے حدیث میں ہر ایسی حالت میں نماز پڑھنے سے جو آدمی کے دل کو نماز میں لگنے سے رکاوٹ بنتی ہو، منع کیا گیا ہے: ایک آدمی کو پیشاب کا شدید تقاضا ہے تو حدیث میں آتا ہے کہ پیشاب کا تقاضا ہوتے ہوئے نماز مت پڑھو، پہلے پیشاب کر کے فارغ ہو جاؤ، اس کے بعد نماز پڑھو۔ پاخانہ کا شدید تقاضا ہے تو اس حالت میں نماز مت پڑھو۔ بھوک شدّت سے لگی ہے، کھانا موجود ہے تو پہلے کھانا کھا لو(۱)

(۱) قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم: لَا صَلَاةَ بِحَضْرَةِ الطَّعَامِ، وَلَا هُوَ يُدَافِعُهُ الْأَخْبَثَانِ. (صحیح مسلم، =

اور پھر نماز میں مشغول ہو جاؤ، اگر کھانے کا تقاضا ہے اور ایسی حالت میں نماز پڑھے تو ساری توجہ کھانے کی طرف ہو جائے گی۔

ٹھکرا کے اڑا دے پھر ہر ذرۂ خاکِ دل

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میری نماز کھانا بن جائے، اس کے مقابلے میں میرا کھانا نماز بن جائے، یہ زیادہ پسند ہے[1]۔ اس لیے کہ اگر وہ ایسی حالت میں کھانا شروع کرے گا تو اس کا دل نماز کی طرف لگا رہے گا اور اگر نماز میں مشغول ہو جاتا تو اِدھر نماز کے اندر مشغول ہے اور جی اٹکا ہوا ہے کھانے میں۔

یہ تھے ہمارے اکابر!!

ہمارے اکابر میں حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ۔ ایک مرتبہ سفر سے تشریف لائے، نماز پڑھنی باقی تھی اور کھانا بھی باقی تھا۔ ساتھیوں میں سے کوئی بولا کہ پہلے نماز پڑھ لیں پھر اطمینان سے کھانا کھائیں گے تو حضرت نے فرمایا کہ پہلے کھانا کھالیں پھر اطمینان سے نماز پڑھتے ہیں۔ یہ تھے ہمارے اکابر!!

=عن عَائِشَةَ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، باب كَرَاهَةِ الصَّلاَةِ بِحَضْرَةِ الطَّعَامِ الَّذِى يُرِيدُ أَكْلَهُ فِى الْحَالِ وَكَرَاهَةِ الصَّلاَةِ مَعَ مُدَافَعَةِ الأَخْبَثَيْنِ.)

(۱) لأن يكون أكلي كلُّه صلاةً، أحبّ إليّ من أن تكون صلاتي كلُّها أكلا (فيض الباري شرح البخاري، باب إِذَا حَضَرَ الطَّعَامُ وَأُقِيمَتِ الصَّلاة۔ ۲/۴۳۸.)

اطمینان سے انجام دئے جانے کے قابل کام نماز ہے

اس کے ذریعہ ماتحتوں کی تربیت کرتے تھے، ہمارا ذہن اس طرح کا بنا ہوا ہے کہ پہلے نماز پڑھ لو پھر آرام سے کھانا کھاتے ہیں۔ حضرت نے بتلایا کہ آرام اور اطمینان سے کرنے کا کام کھانا نہیں ہے، اطمینان سے کرنے کا کام نماز ہے۔ آپ سفر میں ہیں تو کھانا تو ٹرین میں بیٹھے بیٹھے اور کھڑے کھڑے بھی کھا سکتے ہیں۔ کاروباری لوگ دوپہر کے وقت کھڑے کھڑے بھی کھانا کھا لیا کرتے ہیں۔ یہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ آدمی اس کے لیے اطمینان اور سکون کو تلاش کرے۔ ہاں نماز البتہ ایک ایسی عبادت ہے کہ اس کو سکون اور اطمینان سے ادا کیا جانا چاہیے۔

نمازی کے سامنے سے گذرنے کی ممانعت

نمازی کے سامنے سے گذرنے سے منع کیا گیا ہے، کیوں منع کیا گیا؟ قطعِ صلوۃ کی وجہ سے! عربی زبان میں لفظِ قطع استعمال کیا گیا ہے، حدیث میں ''يَقْطَعُ الصَّلاَةَ''(۱) آیا ہے کہ کسی کا نمازی کے سامنے سے گذرنا نماز کو کاٹ دیتا ہے۔

حدیث سے غلط فہمی

ہمارے یہاں پرانے زمانے کے بعض لوگ ناواقفیت کی وجہ سے کیا کرتے ہیں؟ اگر نماز کے دوران ان کے سامنے سے گذر گیا تو نماز توڑ دیتے ہیں کہ میری نماز ٹوٹ گئی،

---

(۱) يَقْطَعُ صَلاَةَ الرَّجُلِ إِذَا لَمْ يَكُنْ بَيْنَ يَدَيْهِ قَيْدُ اخِرَةِ الرَّحْلِ: الْحِمَارُ وَالْكَلْبُ الْأَسْوَدُ وَالْمَرْأَةُ.
(سنن أبي داود، عَنْ أَبِي ذَرٍّ رضي الله عنه، بَابُ مَا جَاءَ: أَنَّهُ لاَ يَقْطَعُ الصَّلاَةَ إِلاَّ الْكَلْبُ وَالحِمَارُ وَالمَرْأَةُ)

حالاں کہ کسی عالم اور مفتی سے پوچھیں گے تو وہ بتائیں گے کہ گذرنے کی وجہ سے گذرنے والا گنہگار رہوالیکن آپ کی نماز نہیں ٹوٹی۔

حدیث کا صحیح مطلب

حدیث میں ''قطع'' کا لفظ آیا ہے لیکن وہاں قطع کا مطلب یہ ہے کہ یہ آدمی نماز کے اندر مشغول ہے اور اس کا دھیان اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف لگا ہوا ہے، ''لنک'' (link) اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ جڑی ہوئی ہے۔ اب اگر یہ آدمی اس کے سامنے سے گذرے گا تو یہ گذرنے والا اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ اس کا جو رابطہ قائم ہو چکا ہے، اس کو توڑنے کا سبب بنے گا۔

آپ اپنے دوست کے ساتھ کھڑے کھڑے بات کر رہے ہیں، آپ کے سامنے آپ کا دوست کھڑا ہے، کوئی آدمی درمیان سے گذر جائے تو آپ کو کتنا ناگوار ہو گا، آپ اس کو طمانچہ ماردیں گے کہ بھائی! تم کو گذرنے کے لیے یہی جگہ ملی تھی، دوسری جگہ سے گذرتے۔ ایک آدمی اس بات کو گوارا نہیں کرتا کہ وہ اپنے محبوب کے ساتھ محوِ گفتگو ہو اور کوئی آدمی ان کے بیچ میں گذر کر کے دونوں کی گفتگو میں خلل ڈالنے کا کام کرے۔

نمازی کے سامنے سے گذرنے کی ممانعت کی حکمت

تو یہ کیسے گوارا کیا جا سکتا ہے کہ ایک بندہ نماز کے اندر اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ اپنا رشتہ قائم کیے ہوئے ہے اور اس کے درمیان سے گذر کر اس کے اس رشتے اور تعلق کو توڑنے کا ذریعہ بنے؛ اس لیے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرمایا اور بڑی تاکید

کے ساتھ فرمایا کہ نمازی کے سامنے سے مت گذرو اور بڑی بڑی وعیدیں سنائی گئیں [۱]۔

نمازی کے سامنے سے گذرنے والے کے خلاف

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بددعا

غزوۂ تبوک کے موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز ادا فرما رہے تھے، ایک آدمی سامنے سے گذر گیا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بات اتنی ناگوار گذری کے آپ نے اپنی زبانِ مبارک سے بددعائیہ جملہ نکالا اور فرمایا: قَطَعَ عَلَيْنَا صَلٰوتَنَا قَطَعَ اللّٰہ أَثَرَہٗ [۱]: ہماری نماز کو کاٹ دیا یعنی نماز کی توجہ ختم کر دی، اللہ تعالیٰ اس کے نقشِ پا کو کاٹے، اس وقت سے وہ آدمی اپاہج اور چلنے سے معذور ہو گیا۔

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کسی کے لیے بددعا کرنا بہت کم منقول ہے لیکن اس موقع پر جب اس نے نماز کے معاملے میں یہ بے احتیاطی برتی تو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بات گوارا نہیں ہوئی۔

---

(۱) ایک حدیث میں یہ وعید آئی ہے: لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي مَاذَا عَلَيْهِ، لَكَانَ أَنْ يَقِفَ أَرْبَعِينَ خَيْرًا لَهُ مِنْ أَنْ يَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ. (صحیح البخاری، عَنْ أَبِي جُهَيْمٍ رضی اللہ تعالی عنہ، بَابُ إِثْمِ الْمَارِّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي.) ایک حدیث میں زمین دھنسنے کی وعید آئی ہے: لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي مَا عَلَيْهِ لَكَانَ أَنْ يُخْسَفَ بِهِ الْأَرْضُ خَيْرًا لَهُ مِنْ أَنْ يَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْ مُصَلٍّ. (المصنف عبدالرزاق، بَابُ الْمَارِّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي، رقم الحدیث: ۲۳۲۳) ایک حدیث میں اپنی ران کو ٹوٹنے کی وعید آئی ہے: لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي لَأَحَبَّ أَنْ يَنْكَسِرَ فَخِذُهُ وَلَا يَمُرُّ بَيْنَ يَدَيْهِ. (المصنف لابن ابی شیبة مَنْ كَانَ يَكْرَهُ أَنْ يَمُرَّ الرَّجُلُ بَيْنَ يَدَيِ الرَّجُلِ وَهُوَ يُصَلِّي، رقم الحدیث: ۲۹۱۱)

(۱) مسند احمد، عَنْ يَزِيدَ بْنِ نِمْرَانَ، حَدِيثُ رَجُلٍ مُقْعَدٍ، رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ.

خشوع نماز کی جان ہے

تو بہر حال! خشوع یعنی نماز کے دوران نمازی کے دل کا پورے طور پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جانا اور ساری چیزوں سے کٹ اور ہٹ جانا اور اللہ کے اندر لگ جانا، یہ نماز کی روح اور جان ہے، شریعت میں اس کی بہت تاکید آئی ہے۔

نماز میں خلل ڈالنے والی چادر کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اتار پھینکنا

چناں چہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالات کا مطالعہ کریں، حضراتِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حالات کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ ان کو اس کا بڑا اہتمام تھا۔ ایک صحابی ہیں: حضرتِ ابوجہم رضی اللہ عنہ، انھوں نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک چادر ہدیے میں دی جو یمن کی بنی ہوئی منقّش بڑی عمدہ تھی۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا وہ ہدیہ قبول فرمالیا اور اس چادر کو اوڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں مشغول ہوئے۔ نماز کے دوران آپ کا دھیان ایک لمحے کے لیے، ایک سیکنڈ کے لیے- پوری نماز میں نہیں، صرف ایک لمحے کے لیے- اس چادر کے نقش ونگار کی طرف چلا گیا۔

آپ کو یہ بات ایسی ناگوار گذری کہ نماز سے فارغ ہوتے ہی آپ نے وہ چادر ایسے نکالی جیسے کسی ناگوار چیز کو ہٹاتے ہیں اور فرمایا: اذْهَبُوا بِخَمِيصَتِي هَذِهِ إِلَى أَبِي جَهْمٍ وَأْتُونِي بِأَنْبِجَانِيَّةِ أَبِي جَهْمٍ، فَإِنَّهَا أَلْهَتْنِي آنِفًا عَنْ صَلاَتِي [1]: کہ یہ چادر ابوجہم

---

(۱) صحيح البخاري، عَنْ عَائِشَةَ رضي الله تعالى عنها، باب إِذَا صَلَّى فِي ثَوْبٍ لَهُ أَعْلاَمٌ وَنَظَرَ إِلَى عَلَمِهَا.

کے پاس لے جاؤ اوران کے پاس جو انجانیہ نامی سادہ چادر ہے، وہ لے آؤ۔

یہ اس لیے کیا کہ کہیں ان کو یہ خیال نہ گذرے کہ شاید میری کسی گستاخی یا کسی غلطی کی وجہ سے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرا ہدیہ واپس فرما دیا؛ اس لیے ان کی سادہ چادر منگوائی۔ دیکھیے! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ چیز ناگوار گذری تو چادر آپ نے اتار دی۔

یہ بازی عشق کی بازی ہے

ایک صحابی ہیں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ، ایک مرتبہ وہ اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ ظاہر ہے، باغ میں ادا فرما رہے تھے؛ اس لیے فرض نماز تو ہوگی نہیں، فرض نماز تو مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا فرماتے تھے، نفل نماز ہی ہوگی۔ اب نماز ادا فرما رہے ہیں۔ نماز کے دوران ایسا ہوا کہ ایک چڑیا آ گئی، وہ چڑیا اڑ کے جانا چاہتی تھی لیکن وہ باغ اتنا گھنا اور گنجان تھا، درخت کی ٹہنیاں ایسی پھیلی ہوئی تھیں کہ اس چڑیا کو باہر نکلنے کے لیے راستہ نہیں ملا تو وہ واپس آ گئی پھر اڑی، پھر واپس آ گئی، دو تین مرتبہ ایسا ہوا، اس کی وجہ سے ان کا دھیان اس کی طرف چلا گیا اور نماز سے ہٹ گیا اور قرآن جو پڑھ رہے تھے، اس میں بھول ہوگئی، نماز میں بھول ہوگئی۔

یہ چیز ان کو اتنی ناگوار ہوئی کہ سلام پھیرا اور فوراً نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے اس باغ کا صدقہ کر دیا کہ اس باغ کی وجہ سے میری نماز میں میرا دھیان ٹوٹ گیا، قرأت میں بھول ہوگئی، اتنا قیمتی باغ! ہزاروں درہم کی مالیت کا تھا لیکن پروا نہیں، محبت تھی نا اللہ تعالیٰ کے ساتھ، تعلق تھا، غیرتِ محبت آ گئی کہ جو مال اللہ

تعالیٰ کے ساتھ محبت اور اس کی عبادت کی راہ میں رکاوٹ بن گیا، میں اس کو اپنے پاس باقی نہیں رکھ سکتا (١)۔

عشق اگر تیرا نہ ہو میری نماز کا امام

آج تو ہمارا حال یہ ہے کہ نماز کے دوران جیب میں موجود دو روپیے کے قلم کی طرف ہمارا دھیان چلا جاتا ہے پھر بھی اس کو صدقہ کرنے کی ہمیں توفیق نہیں ہوتی، باغ تو کیا صدقہ کرتے ہم اتنا سا قلم بھی صدقہ نہیں کر سکتے۔ یہ ان حضرات کی غیرت تھی کہ ایک عاشق ایسی چیز کو جو معشوق اور محبوب کے ساتھ تعلق میں ذرا بھی حائل بننے والی ہو، ذرّہ برابر بھی برداشت نہیں کرتا۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے پہلے جو چیز اٹھائی جائے گی، وہ نماز کا خشوع ہوگا، پوری مسجد نمازیوں سے بھری ہوگی لیکن ایک بھی خشوع والا نہیں ہوگا (٢)۔

وہ سجدہ روحِ زمیں جس سے کانپ جاتی تھی

آج اس زمانے میں ہماری نماز کا حال کیا ہوگیا؟ ہر چیز آٹومیٹیک ہے۔ (automatic) تو ہماری نماز بھی آٹومیٹیک ہوگئی، اللّٰہُ اکبر کہا تو گویا نماز کا بٹن آپ نے آن (on) کر دیا، اب چل رہا ہے، سبحانک اللھم بھی جارہی ہے، أعوذ باللّٰہ پڑھ رہے ہیں، بسم اللّٰہ پڑھ رہے ہیں، سورۂ فاتحہ پڑھ رہے ہیں، سورت ملا رہے

(١) حکایاتِ صحابہ (فضائل اعمال) ص ٦٧، بحوالہ الدر المنثور۔

(٢) سنن الترمذی، عَنْ أَبِی الدَّرْدَاءِ رضی اللہ عنہ، باب مَا جَاءَ فِی ذَهَابِ الْعِلْمِ.

ہیں، رکوع میں جارہے ہیں، سبحان ربی العظیم پڑھ رہے ہیں، سب برابر پڑھ رہے ہیں، جو چیز پڑھنی چاہیے تھی، کوئی چیز چھوٹی نہیں، دو رکعتیں پڑھ ڈالیں۔ اب اسی دو رکعت پڑھنے والے سے سلام کے بعد آپ پوچھو کہ بھائی! آپ نے پہلی رکعت میں کون سی سورت پڑھی تھی؟ تو وہ سوچے گا کہ کون سی پڑھی تھی، حالاں کہ اس نے خود پڑھی تھی لیکن اس کو پتہ ہی نہیں کہ یہ دو رکعت کس طرح پڑھی۔ جیسے ٹیپ ریکارڈ رکھول دیا اور کیسٹ پوری ہوگئی ہو۔

وہ سجدہ روحِ زمیں جس سے کانپ جاتی تھی
ترستے ہیں آج اس کو منبر و محراب

آج ہماری نمازیں بالکل بے جان ہوگئی ہیں اور ہمیں اس کا احساس بھی نہیں۔

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا

ایک آدمی بیمار ہے، اس کی طبیعت کے اندر کھانے کا تقاضا ہی نہیں ہے، کھانے کو جی ہی نہیں چاہ رہا ہے، کھا ہی نہیں رہا ہے، بھوک ہی مرگئی تو اب وہ آپ کے پاس آکر کہے کہ بیماری کی وجہ سے میری بھوک ہی مرگئی ہے۔ آپ اگر اس سے یوں کہیں کہ اللہ کا شکر ادا کر! ساری دنیا پیٹ کے لیے ماری ماری پھر رہی ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس سے آپ کو نجات دے دی تو وہ آپ سے کیا کہے گا کہ مولوی صاحب! مار ڈالنے کی بات کرتے ہو! اگر میں کھاؤں گا نہیں تو زندہ کیسے رہوں گا۔ وہ اس کیفیت کو کتنے دنوں تک برداشت کرے گا؟ ایک دو دن کے بعد سیدھا ڈاکٹر اور حکیم کے پاس جائے گا اور کہے گا

کہ ڈاکٹر صاحب! اس کا کچھ علاج کرو! بھوک ہی نہیں لگتی، طبیعت میں کھانے کا تقاضا ہی نہیں ہوتا۔

یا یہ ہے کہ کھانا تو کھا رہا ہے لیکن اس میں لذّت کا کوئی احساس ہی نہیں، کھانے کا جو مزہ آنا چاہیے، وہ مزہ نہیں آرہا ہے۔ کیا وہ اس کیفیت کو برداشت کرے گا؟ نہیں، ایک دن کے بعد، دو دن کے بعد ڈاکٹر اور حکیم کے پاس جائے گا اور کہے گا کہ ڈاکٹر صاحب! اس کا کچھ علاج کرو! جتنے پیسے چاہیے، میں دینے کے لیے تیار ہوں، اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل سے میرے پاس دولت ہے، پیسے ہیں، آپ میرا علاج کرو کہ کھانے کا کوئی مزہ ہی محسوس نہیں ہو رہا ہے۔

کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

لیکن ہم لوگ ہیں کہ پانچ سال سے، دس سال سے، پندرہ سال سے، بیس سال سے، پچاس سال سے نماز پڑھ رہے ہیں، ہم اپنی نمازیں پڑھتے جا رہے ہیں، جس کی جیسی عمر ہے، وہ اس کے مطابق برابر نمازیں پڑھ رہا ہے۔ اب جو لوگ ایسے ہیں کہ ان کو بھوک ہی نہیں، نماز کا تقاضا ہی نہیں، وہ تو یہاں ہیں ہی نہیں کہ ان سے کچھ کہا جائے، وہ مسجد میں موجود نہیں۔ جو مسجد میں ہیں، وہ وہ ہیں جو نماز تو پڑھ رہے ہیں لیکن نماز کی لذّت محسوس نہیں کر رہے ہیں، یہ وہی ہیں جو کھانا تو کھا رہے ہیں لیکن کھانے کی لذّت کا احساس نہیں۔ کیا اس کا کبھی ہمیں خیال ہوا کہ یہ ہماری کوئی بیماری ہے اور ہمیں اس کا علاج کرنا ہے؟

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

باحضورِدل نہ کردم طاعتے

ہمارے یہاں مدرسوں میں ''پندنامہ'' کے نام سے فارسی کی ایک کتاب پڑھائی جاتی ہے، اس میں فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شعر ہے ؎

بے گنہ نہ گذشت برمن ساعتے		باحضورِدل نہ کردم طاعتے

کہ: کوئی گھڑی گناہ کے بغیر مجھ پر نہیں گذری اور کبھی دل کی حضوری کے ساتھ کوئی عبادت میں نے انجام نہیں دی۔

ترستے ہیں آج اس کو منبر و محراب

ہم نمازیں پڑھ رہے ہیں، کل کو قیامت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے سوال کرلیا کہ پوری زندگی میں چار رکعت نہ سہی، دو رکعت بھی نہیں، ایک سجدہ تو پیش کرو کہ جس میں تمھارے دل میں اللہ کے کسی غیر کا خیال آیا نہ ہو تو کیا ہم اس پوزیشن میں ہیں کہ ایسا سجدہ اللہ کے حضور میں پیش کرسکیں اور یہ سب ہے، اس کے باوجود کیا ہمیں اس کا احساس ہے کہ یہ کوئی بیماری ہے اور اس بیماری کا بھی علاج کرنا چاہیے؟ لوگوں سے پوچھیں کہ اس کا کوئی طبیب ہو تو ہم اس کا علاج کرائیں؟ اس کو بھی ہم کوئی بیماری سمجھ رہے ہیں یا نہیں؟ اور سمجھ رہے ہیں تو اس کے علاج کا کوئی خیال ہے؟ کوئی کوشش آج تک کی گئی؟ جو نماز پڑھنے والے ہیں، ان کی یہ بات ہے۔ ہم لوگ اس میں مبتلا ہیں۔

ضرورت اس کی ہے کہ اس کی طرف توجہ کی جائے کہ نماز کی جو روح اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں بتلائی ہے، اس کی طرف ہمارا خصوصی طور پر خیال ہو۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے، یہ جو دو چار باتیں ابھی بیان کیں، اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اس کی حقیقت سے آشنا کر دے۔ (آمین)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

اپنی نمازوں کو صحیح اور جان دار بنائیے

اقتباس

ایک ایک سنت قیمتی ہے، ایک ایک ادب قیمتی ہے، ضرورت ہے کہ ہم اپنی نمازوں کا جائزہ لیں۔ اب تک نہیں کیا، میں آپ حضرات سے درخواست کرتا ہوں کہ نماز کے بارے میں جو عام فہم اور آسان کتاب ہو، اس کو خریدیں اور اس کا مطالعہ کریں اور اس کی روشنی میں اپنی نماز کا جائزہ لیں، مقابلہ کریں۔ دو آدمی مل کر کے ایک دوسرے سے کہیں کہ مولوی صاحب! میں نماز پڑھتا ہوں، آپ دیکھ لو، کہیں کوئی کمی تو نہیں۔ دوسرا بھی کہے کہ میں بھی پڑھتا ہوں، اس کو تم بھی دیکھ لو۔ یہ ضروری ہے۔ اگر ہمیں اپنی نمازوں کو کسی قابل بنانا ہیں تو یہ طریقہ اپنانا پڑے گا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للّٰہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا، ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا، ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا، من یھدہ اللّٰہ فلا مضل له، ومن یضلله فلا هادي له، ونشهد أن لا إله إلا اللّٰہ وحدہ لا شریک له ونشهد أن سیدنا ومولانا محمدا عبدہ ورسوله، أرسله إلی کافّة الناس بشیرا ونذیرا، وداعیا إلی اللّٰہ بإذنه وسراجا منیرا، صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وعلی آله وأصحابه وبارک وسلّم تسلیما کثیرا کثیرا، أما بعد:

فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم: ﴿قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الَّذِیۡنَ ہُمۡ فِیۡ صَلَاتِہِمۡ خٰشِعُوۡنَ﴾ [المؤمنون:١،٢]

وقال تعالیٰ: ﴿فَوَیۡلٌ لِّلۡمُصَلِّیۡنَ الَّذِیۡنَ ہُمۡ عَنۡ صَلَاتِہِمۡ سَاہُوۡنَ﴾ [الماعون:٤، ٥]

وقال تعالیٰ: ﴿وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکۡرِیۡ﴾ [طه:١٤]

شریعت: زندگی گذارنے کا مکمل انسائیکلو پیڈیا

محترم حضرات! اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ سے زندگی گذارنے کا طریقہ جس کو ہم شریعت کے نام سے یاد کرتے ہیں، ہمیں عطا فرمایا، اس میں مختلف حیثیت سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں ہدایت فرمائی ہے، اس کے مختلف شعبے ہیں اور ہر شعبہ اپنی جگہ بڑی اہمیت کا حامل ہے، اس میں ایمان بھی ہے اور عقائد

اور احکام بھی ہیں۔کل پانچ شعبے ہیں:(١)عقائد(٢)عبادات(٣)معاملات (٣)اخلاق(۵)معاشرت۔

شعبۂ عبادات اور اس کو قائم کرنے کی غرض

ایک شعبہ عبادات کا ہے۔اس شعبے کا خلاصہ یہ ہے کہ آدمی اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ اس کے حقوق کو ادا کرتے ہوئے اپنا رشتہ کس طرح مضبوط اور استوار کرسکتا ہے، وہ مختلف طریقوں سے بتلایا گیا ہے۔یہ عبادات کا شعبہ بھی اسلام کے اندر بڑی اہمیت کا حامل ہے،اس کے ذریعہ بندہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ اپنے تعلق اور رشتے کو مضبوط کرتا ہے اور اس کی وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت اور اس کا عشق بندے کے دل میں جاگزیں ہوتا ہے اور جمتا ہے اور یہی وہ چیز ہے جو آدمی کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ کے احکام پر عمل کرنا اور اس کے لیے بڑی بڑی سے مشقت برداشت کرنا اور بڑی بڑی سے قربانی دینا آسان بنا دیتا ہے۔

بےگانہ کرتی ہے دو عالم سے دل کو

ایک آدمی کے والد کا انتقال ہو گیا اور ترکہ چھوڑ کر کے گئے۔اب بہنوں کو حصہ دینے کا جب وقت آیا تو مال کم ہو جانے اور غریب بن جانے کا ڈر دل میں پیدا ہو گیا کہ کیسے دوں گا!غریب بن جاؤں گا!۔اب اگر اس کے دل میں اللہ کی محبت اور اس کا عشق ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم پر عمل کرنا اس کے لیے آسان ہو جاتا ہے کہ جب اللہ کا حکم ہے تو میں دوں گا۔

عبادات کی فرضیت بندوں پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے

تو بہر حال! عبادات کا جو شعبہ ہے، وہ دراصل بندے کے تعلق کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ مضبوط کرنے کے لیے قائم کیا گیا ہے۔ اور یہ بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے عبادات کی مختلف شکلیں لازم کر کے اپنے ساتھ تعلق قائم کرنے کو ضروری قرار دیا۔ وہ ذات تو بڑی مستغنی اور بے نیاز ہے، وہ ہماری عبادتوں کا محتاج نہیں ہے، نہ اسے ہماری نمازوں اور تسبیحوں کی ضرورت ہے۔ اس میں فائدہ تو ہمارا ہی ہے۔

ہماری اطاعت و معصیت سے اللہ تعالیٰ کی ذات مستغنی ہے

اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے جو یہ احکام دئے گئے، عبادات کا جو ایک سلسلہ جاری کیا گیا تو یہ نہ سمجھئے کہ ہمارے نماز پڑھنے سے -نعوذ باللہ- اللہ تبارک وتعالیٰ کی شان وشوکت میں، اس کی جلالت وعظمت میں، اس کی کبریائی میں کوئی اضافہ، کوئی زیادتی ہوجائے گی یا اگر ہم نماز نہیں پڑھیں گے، عبادات نہیں کریں تو -نعوذ باللہ- اللہ تبارک وتعالیٰ کی شان وشوکت میں، اس کی عظمت میں، اس کی کبریائی میں کوئی کمی آجائے گی۔ ہرگز نہیں۔

یہ نغمہ فصلِ گل ولالہ کا نہیں پابند

مسلم شریف میں ہے، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے- حدیثِ قدسی ہے- حدیثِ قدسی اس حدیث کو کہتے ہیں جس میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تبارک تعالیٰ کا ارشاد نقل کریں- تو باری تعالیٰ نے فرمایا- بہت لمبی روایت ہے، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس

حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ سعید بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابو ادریس خولانی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو روایت کرتے تھے تو اس کی عظمت اور اہمیت کے پیشِ نظر دو زانو بیٹھ جاتے تھے (۱)- اس کا ایک ٹکڑا یہ بھی ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے فرمایا: يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوا عَلَى أَتْقَى قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْكُمْ مَا زَادَ ذَلِكَ فِي مُلْكِي شَيْئًا، باری تعالیٰ فرماتے ہیں: اے میرے بندو! اگر تمھارے اگلے اور پچھلے، انسان اور جنات، سب کے سب ایسے بن جائیں، جیسے دنیا میں سب سے زیادہ نیک آدمی ہے، اللہ کا سب سے زیادہ مطیع اور فرماں بردار ہے، پوری انسانیت میں اللہ کا سب سے زیادہ مطیع اور فرماں بردار کون ہے؟ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! گویا سب لوگ ایسے فرماں بردار بن جائیں، جیسے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں تو باری تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تمھارے سب کے سب کے اس طرح مطیع اور فرماں بردار بن جانے سے میرے ملک اور سلطنت میں، میری عظمت میں، میری کبریائی میں، میری بڑائی میں کوئی زیادتی ہونے والی نہیں ہے۔

بہار ہو کہ خزاں لَا اِلٰهَ إِلَّا اللّٰه

آگے فرماتے ہیں: يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوا عَلَى أَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مَا نَقَصَ ذَلِكَ مِنْ مُلْكِي شَيْئًا (۱): اے میرے بندو!

(۱) كَانَ أَبُو إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيُّ إِذَا حَدَّثَ بِهَذَا الْحَدِيثِ جَثَا عَلَى رُكْبَتَيْهِ. (صحیح مسلم، بَابُ تَحْرِيمِ الظُّلْمِ، رقم الحدیث: ۲۵۷۷)

اگر تمھارے اگلے اور پچھلے، انسان اور جنات، تم میں جو سب سے زیادہ بدکار، سب سے زیادہ اللہ کا نافرمان ہے، ایسے بن جائیں۔ کائنات میں سب سے زیادہ اللہ کا نافرمان کون ہے؟ ابلیس، شیطان! یعنی تم سب کے سب شیطان کی طرح بن جاؤ، زمین اور آسمان میں کوئی بھی اللہ کا حکم ماننے والا نہ رہے تو باری تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس کی وجہ سے میری شان وشوکت میں، میری عظمت میں، میری کبریائی اور بڑائی میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔ اللہ تعالیٰ کو کوئی پروا نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ ہماری عبادتوں کے محتاج نہیں ہیں۔ ساری دنیا عبادت کرے، تب بھی اس کی شان ویسی ہی ہے اور اس کے آگے کوئی بھی سجدہ نہ کرے تو بھی اس کی شان میں کوئی کمی آنے والی نہیں ہے۔

عبادات کا شعبہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی شانِ محبت کا مظہر ہے

بہرحال! عبادات کا یہ شعبہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی شانِ محبت کا مظہر ہے، جیسے ہمارے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے درمیان آقا اور غلام کا رشتہ ہے، خالق ومخلوق کا رشتہ ہے، ویسے ہی مُحِب اور محبوب کا رشتہ ہے اور اس رشتۂ محبت کے نتیجے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے بندوں کو اپنی عبادت کا حکم دیا۔

نماز اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا تاوان اور ٹیکس نہیں ہے

نماز کا حکم دیا کہ آؤ نماز کے لیے! پانچ وقت کی نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ کوئی -نعوذ باللّٰہ- یہ سمجھے کہ اللہ ہمیں روٹی دیتے ہیں، کھانا دیتے ہیں، اس کا یہ ٹیکس مقرر کر دیا ہے کہ آؤ، ہمارے دربار میں حاضری دو۔ یہ تو ایک محبت کا تعلق تھا جس کی وجہ سے اللہ

تبارک وتعالیٰ نے ہمیں اور آپ کو اس بات کا مکلف اور پابند بنایا کہ ہم اس کی عبادت کریں، نماز پڑھیں اور وہ بھی پانچ وقت کی نماز۔ گویا دن میں پانچ وقت اللہ تبارک وتعالیٰ کے دربار میں حاضری دیں۔

پانچ وقت کی نماز کے لیے پکار کی حقیقی غرض

اس کے لیے مسجد کے نام سے باقاعدہ مکانات تعمیر کیے جاتے ہیں۔ نماز کے اوقات میں شریعت کے حکم سے ایک آدمی مقرر کیا گیا ہے جو لوگوں کو بلاتا ہے: حَیَّ عَلَى الصَّلاةِ، حَیَّ عَلَى الْفَلاحِ: آؤ نماز کی طرف، آؤ کامیابی کی طرف! ۔کیا اللہ تبارک وتعالیٰ کو – نعوذ باللہ – ہماری ان عبادتوں کی ضرورت تھی کہ اس کی عبادت کے لیے اس طرح اعلان کر کے بلایا جا رہا ہے؟ نہیں! یہ تو محبت کا ایک تعلق ہے۔

شاہانِ دنیا سے ملاقات کا حال

ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا کے معمولی حاکموں کا حال یہ ہے کہ آپ ان سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں تو وہ آسانی سے ہو نہیں پاتی، آپ اپنے صوبے کے گورنر سے، اپنے ضلع کے کلکٹر (collector) سے، اپنے تحصیل کے معاملات دار سے ملاقات کرنا چاہیں تو کیا کرتے ہیں؟ یہ نہیں کرتے کہ منہ اٹھایا اور فوراً چلے گئے کہ چلو جا کر مل لیتے ہیں۔ کیا ایسا کرنے سے ملاقات ہو جائے گی؟ نہیں، آپ کو باقاعدہ پہلے سے اس کی تیاری کرنی پڑے گی، اس کے لیے اپائنٹمنٹ (appointment) لینا پڑے گا، وقت مقرر کرنا پڑے گا اور اتنا کچھ کرنے کے بعد بھی بڑی مشکل سے آپ کو پانچ، دس منٹ ملاقات کا

وقت دیا جائے گا اور اس کے لیے بھی آپ کو گھنٹہ دو گھنٹہ پہلے جانا پڑے گا اور تیار رہنا پڑے گا کہ کہیں ہماری باری نکل نہ جائے۔ ایک معمولی حاکم کے دبدبے کا یہ عالم ہے۔ تو اللہ تبارک وتعالیٰ کے دربار میں حاضری کا کیا حال ہونا چاہیے؟۔

اللہ تعالیٰ کا ایک بہت بڑا احسان

اور پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں اپنا نام لینے کی اجازت دی اور اجازت ہی کیا بلکہ حکم دیا کہ آپ حضرات میرا نام لیتے رہیے! اگر ہمیں زندگی میں صرف ایک مرتبہ اپنا نام لینے کی اجازت دیتے تو یہ بھی ہمارے لیے بڑی سعادت کی بات تھی۔ ہماری گندی زبانیں اس لائق نہیں تھیں کہ اللہ کا نام لیتیں۔

ہنوز نامِ گفتن کمال بے ادبی است

فارسی کا شاعر کہتا ہے:

ہزار بار بشویم دہن زمشک وگلاب		ہنوز نامِ گفتن کمال بے ادبی است

میں اپنے منہ کو ہزار مرتبہ مشک وگلاب سے دھوؤں، تب بھی اے اللہ! تیرا نام لینا بڑی بے ادبی کی بات ہے۔ ہمارے گندے منہ اس قابل نہیں ہیں کہ ان سے اللہ کا نام لیا جاتا لیکن اللہ کا کرم ہے کہ اس نے نام لینے کی اجازت ہی نہیں بلکہ حکم دیا کہ میرا ذکر کرو اور میرا نام لو اور دن میں پانچ مرتبہ ہمارے دربار میں آؤ۔

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے

بندگی کا تقاضا تو یہ تھا کہ اللہ کے حکم کو سن کر تو ہم مرمٹتے، اپنی جان دے دیتے کہ

کہاں ہم اور کہاں اس کی عالی ذات !۔اور اس کی طرف سے نام لینے کا حکم آرہا ہے تو اس پر تو آدمی کو محبت کے مارے بے چین ہو جانا چاہیے کہ ایک معشوق کی طرف سے اس کے عاشق کو دعوت دی جائے کہ آؤ، ہم سے ملاقات کرو۔ زندگی میں ایک مرتبہ ہو،تو بھی آدمی ایکٹیو(active) ہو جاتا ہے،خوش ہو جاتا ہے، یہاں تو دن میں پانچ پانچ مرتبہ بلایا جارہا ہے۔

من نگردم پاک از تسبیحِ شاں

ہم جو تسبیحات پڑھتے ہیں: سبحان اللہ، الحمدللہ۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

من نگردم پاک از تسبیحِ شاں		پاک ہم ایشاں شوند ودُرفشاں

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ باری تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں ان بندوں کے سبحان اللہ، سبحان اللہ کہنے سے پاک نہیں ہوتا بلکہ وہ خود اس کی وجہ سے پاک ہوتے ہیں۔ سبحان اللہ کا مطلب کیا ہے؟ سبحان اللہ کا مطلب ہے: ”میں اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں“ یا ”اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے“ جو بندہ سبحان اللہ کہتا ہے تو سبحان اللہ کہہ کر اللہ کی پاکی اور تنزیہ بیان کرتا ہے، باری تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تمھارے سبحان اللہ کہنے سے تھوڑا میں پاک ہوتا ہوں بلکہ ہماری گندی زبانیں سبحان اللہ کہنے سے پاک ہوتی ہیں، ہماری گندگیاں دور ہوتی ہیں۔

نماز دین کا بنیادی ستون ہے

تو یہ عبادات کا جو سلسلہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جاری فرمایا، یہ ہمارے لیے بڑی

سعادت کی بات ہےاوران عبادات میں مختلف پہلو ہیں۔ان میں جوسب سے اہم عبادت ہے،وہ نماز ہے،اس کودین کا بنیادی ستون قرار دیا گیا ہے۔ایک روایت میں ہے: الصَّلاۃُ عِمَادُ الدِّینَ مَنْ أَقَامَهَا فَقَدْ أَقَامَ الدِّین وَمَنْ هَدَمَها فَقَدْ هَدَم الدِّینَ (۱): کہ نماز دین کا بنیادی ستون ہے۔جس نے نماز کوقائم کیا،اس نے دین کوقائم کیااورجس نے نماز کوڈھایا،اس نے گویا دین کوڈھایا۔

خیمہ جوگاڑھا جاتا ہے،جس کو''تمبو'' کہتے ہیں توخیمے میں بیچ میں ایک ستون ہوتا ہے،اس کوعربی زبان میں عِماد کہتے ہیں،وہ سارے خیمے کی بنیاد ہوتا ہے،وہ گرگیا تو خیمہ گرگیاتو نماز دین کی اس عمارت اوردین کے خیمے کا بنیادی ستون ہےتو جوآدمی نماز کوقائم کرے گا،اس نے گویا دین کوقائم کیااورجس نے نماز کوچھوڑ دیا،اس نے گویا دین کے خیمے کوڈھے دیا۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں نماز کی اہمیت

نماز اتنی اہم ہے،اس کی دین میں بڑی اہمیت ہے۔ویسےتو تمام شعبےاپنی اپنی جگہ بڑی اہمیت کے حامل ہیں لیکن عبادات کے اندراس نماز کواللہ تبارک وتعالیٰ نے بڑا اونچامقام عطافرمایاہے،اس کوبڑی اونچی حیثیت دی گئی ہے۔قرآنِ پاک کے اندر بےشمارجگہیں ہیں،۸۰/ سے زائد مقامات پرنماز کا تذکرہ ہے،اس کاحکم دیا گیا ہے،

(۱)ورواه بعض الفقهاء بلفظ الصلاة عماد الدين فمن أقامها فقد أقام الدين و من هدمها فقد هدم الدين – يعني دين نفسه. رواه الطبراني عن معاذ بلفظ رأس هذا الأمر الإسلام و من أسلم سلم وعموده الصلاة وذروة سنامه الجهاد ولا يناله إلا أفضلهم (كشف الخفاء للعجلونى ۳۲/۱)

نماز قائم کرنے کے لیے کہا گیا ہے۔

اور اگر آپ حدیث کی کتابیں اٹھا کر دیکھیں تو نماز کے متعلق نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات اتنے زیادہ ہیں کہ کتبِ حدیث کے بے شمار اوراق اس سے بھرے پڑے ہیں۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگا سکتے ہیں کہ جب قیامت کے دن بندے کا حساب کتاب لیا جائے گا تو نماز کا حساب سب سے پہلے ہوگا اور وہ درست ہوگی تو باقی معاملات بھی درست ہوں گے (۱)۔

نماز سے متعلق جو چیزیں شریعت کے اندر ہیں، ان کو بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ نماز کی چوں کہ بڑی اہمیت ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ قرآنِ پاک میں جگہ جگہ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ''نماز قائم کرو، زکوۃ ادا کرو'' کا حکم دیتے ہیں اور جو بندے نماز قائم کرتے ہیں، زکوۃ ادا کرتے ہیں، ان کی خوبیاں بیان فرمائی ہیں۔

احادیث کی روشنی میں تارکِ صلوۃ کا حکم

نماز کی اہمیت اس قدر زیادہ ہے کہ بعض ائمہ کے نزدیک تو اس کو چھوڑنے والا کافر ہو جاتا ہے۔ حدیث میں بھی ہے کہ آدمی کے اسلام اور کفر کے درمیان فرق کرنے

---

(۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّ أَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ عَمَلِهِ صَلَاتُهُ، فَإِنْ صَلُحَتْ فَقَدْ أَفْلَحَ وَأَنْجَحَ، وَإِنْ فَسَدَتْ فَقَدْ خَابَ وَخَسِرَ، فَإِنِ انْتَقَصَ مِنْ فَرِيضَتِهِ شَيْءٌ، قَالَ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ: انْظُرُوا هَلْ لِعَبْدِي مِنْ تَطَوُّعٍ فَيُكَمَّلَ بِهَا مَا انْتَقَصَ مِنَ الْفَرِيضَةِ، ثُمَّ يَكُونُ سَائِرُ عَمَلِهِ عَلَى ذَلِكَ. (سنن الترمذی، بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ أَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الصَّلَاةُ)

والی چیز نماز ہے[1]۔

اقوالِ ائمہ کی روشنی میں تارکِ صلوۃ کا حکم

اسی لیے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں تو کوئی آدمی قصداً نماز چھوڑ دے تو وہ کافر ہوجاتا ہے، ان کے مذہب کے اعتبار سے تو ہمارے یہاں مسلمانوں کی تعداد بہت کم ہوجائے گی۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں اگر کوئی آدمی جان بوجھ کر نماز چھوڑ دے تو اس کی سزا قتل ہے۔

اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں اس کی سزا قتل تو نہیں ہے لیکن اگر اسلامی حکومت ہو تو حاکم اس کو جیل میں ڈال دے گا اور سزا دیتا رہے گا، یہاں تک کہ یا تو نماز پڑھنے لگے یا اسی میں اس کی موت واقع ہوجائے۔ بہرحال! نماز کا چھوڑنا بڑا جرم ہے اور اس کی بڑی اہمیت ہے۔

صحیح نماز سکھلانے کا نبوی اہتمام

اب اس نماز کو صحیح طریقے سے ادا کرنا ہے۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بڑے اہتمام سے اپنی امت کو نماز سکھلائی اور آپ فرماتے ہیں: صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي (۲) کہ: مجھے تم جس طرح نماز پڑھتا ہوا دیکھو، اس طرح تم بھی نماز پڑھو۔ ساری تفصیلات

---

(۱) عَنْ أَبِي سُفْيَانَ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرًا يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ - صلى الله عليه وآله وسلم - يَقُولُ: إِنَّ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ تَرْكَ الصَّلاَةِ. (صحيح مسلم، باب بيانِ إِطْلاَقِ اسْمِ الْكُفْرِ عَلَى مَنْ تَرَكَ الصَّلاَةَ.)

(۲) صحيح البخاری، عَنْ أَبِي سُلَيْمَانَ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ، باب الأَذَانِ لِلْمُسَافِرِ إِذَا كَانُوا جَمَاعَةً وَالإِقَامَةِ.

زبانی طور پر بتلانے کے علاوہ آپ نے عملی طور پر بھی نمونہ پیش کیا، اس عملی نمونے کو دیکھ کر اسی کے مطابق اپنی نمازوں کو بنانے کا نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضراتِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی اس کا بڑا اہتمام فرمایا۔

نمازیں صحیح بنانے کا حضراتِ صحابہ کا اہتمام

بخاری شریف میں روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پانی منگوایا اور حاضرین کو وضو کر کے دکھلایا کہ یہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وضو ہے اور فرمایا کہ جس نے اس طرح وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھی، اس کے لیے یہ فضیلت ہے (١)۔ اتنے بڑے صحابی، اپنے وقت کے امیر المؤمنین وضو کا طریقہ عملی طور پر کر کے بتلا رہے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے باقاعدہ وضو کر کے لوگوں کو بتلایا کہ یہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وضو ہے (٢)۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: أَلَا أُصَلِّي بِكُمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وآله وسلم: میں تم کو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز پڑھ کے نہ بتلاؤں؟ (٣)

تو حضراتِ صحابہ باقاعدہ بڑے اہتمام سے لوگوں کو نماز کا طریقہ بتلایا کرتے تھے۔ آج یہ سلسلہ بالکل ختم ہو چکا ہے، بچپنے میں جو الٹا سیدھا طریقہ سیکھا، وہی پوری زندگی چلتا رہتا ہے، پڑھنے والوں کو اس کا کوئی احساس ہی نہیں کہ اس کو ذرا سیکھ کر

(١) صحيح البخاري، باب سِوَاكِ الرَّطْبِ وَالْيَابِسِ لِلصَّائِمِ، رقم الحديث: ١٩٣٤.
(٢) سنن أبي داود، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، باب صِفَةِ وُضُوءِ النَّبِيِّ -صلى الله عليه وسلم-
(٣) سنن أبي داود، عَنْ عَلْقَمَةَ، باب مَنْ لَمْ يَذْكُرِ الرَّفْعَ عِنْدَ الرُّكُوعِ.

درست کریں۔

قرآنی آیات کی روشنی میں بامراد

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ دین میں نماز کی بڑی اہمیت ہے، اسی لیے قرآنِ پاک کے اندر نماز پر فلاح کا وعدہ کیا گیا ہے: ﴿قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ﴾ یہ سورۂ مومنون اٹھارہویں پارے کی پہلی آیت ہے کہ: وہ ایمان والے جو اپنی نمازوں میں خشوع کا اہتمام کرتے ہیں، وہ کامیاب ہیں، بامراد ہیں، دنیا و آخرت کی خوش حالی ان کو حاصل ہے۔

تارکِ نماز سے دیگر امورِ دین کے قیام کی امید نہیں کی جاسکتی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں مختلف صوبوں کے گورنروں اور مختلف خطوں کے حاکموں کے نام ایک خط روانہ کیا تھا، اس خط کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے موطا کے اندر نقل کیا ہے۔ آپ نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وہ خط پڑھا ہوگا۔ اس میں آپ نے نماز کے سلسلے میں بڑی تاکید کرتے ہوئے لکھا تھا: إِنَّ أَهَمَّ أَمْرِكُمْ عِنْدِي الصَّلَاةُ فَمَنْ حَفِظَهَا وَحَافَظَ عَلَيْهَا حَفِظَ دِينَهُ وَمَنْ ضَيَّعَهَا فَهُوَ لِمَا سِوَاهَا أَضْيَعُ (١) کہ: تمھارے کاموں میں سب سے اہم میرے نزدیک نماز ہے، جس نے اپنی نماز کی حفاظت کی، اچھی طرح پابندی کے ساتھ پڑھتا رہا، اس نے اپنے دین کی حفاظت کی، اس نے اپنے دین کو محفوظ کرلیا؛ لہٰذا جو آدمی نماز کو چھوڑتا ہے، اس سے اپنے دین کی

(١) موطأ امام مالک، عَنْ نَافِعٍ مَوْلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما، بَابُ وُقُوتِ الصَّلَاةِ.

حفاظت نہیں ہوسکتی اور آگے فرماتے ہیں کہ: جو آدمی نماز کو ضائع کرے گا، وہ دوسری چیزوں کو بطریقِ اولی ضائع اور برباد کرے گا۔

نماز میں کوتاہی کروانے کا ایک ابلیسی داؤپیچ

بہت سے لوگ ہوتے ہیں جو دینی اور دنیوی کاموں میں مشغولی کی وجہ سے نماز کی ادائگی کے معاملے میں کاہلی اور کوتاہی کے شکار ہوتے ہیں۔ایک آدمی دینی خدمات کرتا ہے: تدریسی خدمات انجام دے رہا ہے، تبلیغی خدمات انجام دے رہا ہے، علمی خدمات انجام دے رہا ہے۔ان خدمات کی انجام دہی کے دوران کبھی ایسا وقت آتا ہے کہ نماز کا وقت آ گیا، اب ان چیزوں میں مشغولی کو چھوڑ کر نماز میں مشغول ہونے کی ضرورت ہے لیکن وہ آدمی یہ سوچتا ہے کہ میں بڑے اہم کام کے اندر مشغولی ہوں، اگر اس مشغولی کی وجہ سے میں نماز کو ذرا آگے پیچھے کر دوں، نماز بجائے مسجد میں جا کر پڑھنے کے اپنے گھر میں پڑھ لوں تو میرے لیے اس کی گنجائش ہے۔وہ اس طرح سوچ کر نماز کے معاملے میں کوتاہی کا ارتکاب کرتا ہے۔

نماز میں کوتاہی کرنے کا اثر تمام دینی امور پر پڑتا ہے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے حکام کے نام یہ فرمان جاری کر کے یہ بتلادیا کہ تم مسلمانوں کی جن دینی، مِلّی اور سیاسی ذمہ داریوں کو ادا کر رہے ہو تو اس دھوکے میں مت رہنا کہ ان ذمہ داریوں کے نتیجے میں نماز کے معاملے میں آپ کوئی سستی کر بیٹھیں، اس کو آگے پیچھے کر دیں، کبھی جماعت چھوڑ دیں۔نہیں!۔ان ساری چیزوں کی

بنیاد ہی نماز ہے، اگر نماز کی پابندی کروگے تو یہ ساری چیزیں ٹھیک ہوں گی اور اگر تم نے نماز کے سلسلے میں کوتاہی سے کام لیا، سستی اور کاہلی سے کام لیا تو اس کا اثر تمھارے تمام دینی امور پر پڑے گا تو یہ نماز بڑی اہم چیز ہے۔

درس وتدریس، پڑھنا، پڑھانا، دعوت وتبلیغ یہ سب کام اپنی جگہ پر ہیں، اللہ کی مخلوق کی خدمت اور اس کے لیے اپنے آپ کو کھپانا یہ سب اپنی جگہ پر نیکی کے کام ہیں لیکن اس کے باوجود نماز سب سے زیادہ اہم ہے، ان کاموں کی وجہ سے نماز کو چھوڑا نہیں جائے گا۔

تمھارے کاموں میں میرے نزدیک سب سے اہم کام نماز ہے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جن کی حکومت وسلطنت کا دائرہ بڑا وسیع تھا، ان ہی کے زمانۂ خلافت میں قیصر وکسری کی حکومتیں ختم ہوئیں، ان کا دائرۂ سلطنت اتنا وسیع تھا کہ اگر آج کل کا دنیا کا نقشہ اٹھا کر کے دیکھیں تو تقریباً پندرہ ممالکِ اسلامیہ اس میں پھیلے ہوئے ہیں تو گویا ان تمام پندرہ ممالکِ اسلامیہ پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حکومت تھی، اس کے باوجود اپنے ماتحت حکمرانوں کو اور اپنی حکومت وسلطنت کے ذمہ داروں کو تاکید فرما رہے ہیں کہ تمھارے کاموں میں میرے نزدیک سب سے اہم کام نماز ہے۔

اقامتِ صلوۃ کا حکم اور اس کا مطلب

نماز کے سلسلے میں قرآن میں جو حکم دیا گیا ہے تو یہ نہیں کہا گیا ہے کہ: صَلُّوْا۔ یہاں عربی زبان جاننے والے اہلِ علم موجود ہیں، حالاں کہ صَلُّوْا کا ترجمہ بھی یہی ہوتا ہے کہ

نماز پڑھو لیکن نہیں۔قرآن میں جہاں بھی نماز پڑھنے کو کہا گیا تو فرمایا: اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ: نماز کو قائم کرو اور نماز کو قائم کرنا ہے کیا ہے؟ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نماز کو اس کے تمام حقوق کی رعایت کرتے ہوئے پڑھنا اقامتِ صلوۃ ہے(۱)۔

امت پر ائمۂ مجتہدین کا احسانِ عظیم

نماز کا ایک طریقہ ہے، قرآن وحدیث میں نماز کے بارے میں مختلف آیتوں میں، مختلف روایتوں میں مختلف چیزیں آئی ہیں۔اگر مجھے اور آپ کو یہ کہا جاتا کہ ان نصوص کو دیکھ کر اور قرآن وحدیث کا مطالعہ کر کے نماز کی کوئی ترتیب اور طریقہ اپنے لیے معلوم کر لو تو یہ انتہائی ناممکن تھا، بڑے بڑے علماء اس میں سرگرداں رہتے، چہ جائے کہ وہ لوگ جو ناواقف ہیں۔ یہ تو حضراتِ ائمۂ مجتہدین نے - اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی قبروں کو نور سے بھر دے اور ان کو جزائے خیر دے - امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو کہ ان حضرات نے نماز سے متعلق ان ساری نصوص اور ہدایتوں کو جو قرآن وحدیث میں ہیں اور اسلاف اور حضراتِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اقوال اور آثار کو اپنے سامنے رکھ کر کے قانونی شکل دے کر فقہ کی شکل میں نماز کے معاملے کو اتنا صاف کر دیا کہ اب اس سے زیادہ صفائی کی ضرورت اور خواہش نہیں ہو سکتی۔

(۱) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: {وَيُقِيمُونَ الصَّلاَةَ} قَالَ: إِقَامَةُ الصَّلاَةِ: تَمَامُ الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ وَالتِّلاَوَةِ وَالْخُشُوعِ وَالإِقْبَالِ عَلَيْهَا فِيهَا. (طبری ۱/۲۴۸، تفسیر ابن کثیر ۱/۱۶۸)

نماز کے باہر کے فرائض کیا ہیں جن کو فقہا کی اصطلاح میں شرط کہا جاتا ہے اور اندر کے فرائض کیا ہیں جن کو رکن کہا جاتا ہے، اس کے اندر سنتیں کیا ہیں، مستحبات اور آداب کیا ہیں، کون سی چیزیں مکروہ ہیں اور کون سی چیزوں سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ یہ سب فقہا اور ائمۂ مجتہدین کی محنتوں کا نتیجہ ہے۔ اگر اس انداز سے آپ حدیث میں تلاش کرنا چاہیں تو حدیث میں یہ کہیں نہیں بتایا کہ یہ چیز فرض ہے اور یہ چیز واجب ہے۔ یہ تو نصوص کو سامنے رکھ کر ان حضرات نے بتلایا کہ کس کا کیا درجہ ہے، ہر چیز کو بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا۔

اتنا ہی نہیں بلکہ نماز کا جو طریقہ شروع سے لے کر اخیر تک ہے، وہ بھی ''باب صفة الصلوة'' کا عنوان الگ قائم کر کے بتلاتے ہیں کہ ان ساری چیزوں کو کہاں کہاں انجام دینا ہے۔

ائمۂ مجتہدین کے احسان کا بدلہ ہم نہیں چکا سکتے

بہر حال! فقہا کا اس امت پر بڑا احسان ہے۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ اپنے ملفوظات میں فرمایا کرتے ہیں کہ ان حضرات نے شریعت کے احکام کو ایسا کھول کر واضح کر دیا کہ ان کے اس احسان کا بدلہ چکایا نہیں جا سکتا۔

ترکِ سنت سے نماز میں نور نہیں آتا

تو نماز کے اندر یہ ساری چیزیں ہیں، ان ساری چیزوں کی رعایت کرتے ہوئے نماز پڑھنا ہے۔ بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ یہ چیز نماز میں سنت ہے، اگر اس کو ادا نہیں

کریں گے تو کیا نماز نہیں ہوگی؟ ارے بھائی! ہو جائے گی۔ کوئی مفتی یہ فتوی نہیں دے گا کہ نہیں ہوگی لیکن آپ کی نماز میں سنت کا نور نہیں ہوگا۔

اپنی نمازوں کا جائزہ لیجیے

ایک ایک سنت قیمتی ہے، ایک ایک ادب قیمتی ہے، ضرورت ہے کہ ہم اپنی نمازوں کا جائزہ لیں۔ اب تک نہیں کیا، میں آپ حضرات سے درخواست کرتا ہوں کہ نماز کے بارے میں جو عام فہم اور آسان کتاب ہو، اس کو خریدیں اور اس کا مطالعہ کریں اور اس کی روشنی میں اپنی نماز کا جائزہ لیں، مقابلہ کریں۔ دو آدمی مل کر کے ایک دوسرے سے کہیں کہ مولوی صاحب! میں نماز پڑھتا ہوں، آپ دیکھ لو، کہیں کوئی کمی تو نہیں۔ دوسرا بھی کہے کہ میں بھی پڑھتا ہوں، اس کو تم بھی دیکھ لو۔ یہ ضروری ہے۔ اگر ہمیں اپنی نمازوں کو کسی قابل بنانا ہیں تو یہ طریقہ اپنانا پڑے گا۔

جانتے ہیں اہلِ دنیا، جیسی پڑھتے ہیں نماز

ہمارا حال تو یہ ہے کہ بچپن میں جیسی پڑھی، جیسی سیکھی، وہی لولی لنگڑی چل رہی ہے اور موت تک ایسی ہی چلتی رہے گی۔ جو نماز کے پابند ہیں، ان کا یہ حال ہے تو جو نمازوں کے پابند نہیں، ان کے تو کیا کہنے!!

بہرحال! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ نماز کو بڑے اہتمام سے ادا کرنا ہے۔ باری تعالیٰ فرماتے ہیں: قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ: کامیاب ہیں وہ ایمان والے جو اپنی نماز میں خشوع کا اہتمام کرتے ہیں۔ نماز تو پڑھنی ہی ہے، ساتھ

میں خشوع کا بھی اہتمام کرنا ہے۔

نمازوں کی سنتوں کو چھوڑنے پر مرتب ہونے والا اثرِ بد

ہم نے نمازوں کی سنتوں کو چھوڑ دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہماری زندگیوں میں خرابیاں آگئیں۔ دیکھو! ہمیں نماز میں نگاہ کس طرح رکھنی چاہیے، وہ بھی سکھایا گیا، آپ کھڑے ہیں تو آپ کی نگاہ کہاں ہونی چاہیے؟ سجدے کی جگہ۔ رکوع میں ہوں تو آپ کی نگاہ کہاں ہو؟ قدموں کی پشت پر۔ آپ بیٹھے ہوئے ہیں تو آپ کی نگاہ گود میں ہونی چاہیے، سلام پھیر رہے ہیں تو کندھوں پر ہونی چاہیے۔ اتنی باریک باتوں کو بھی شریعت نے چھوڑا نہیں ہے لیکن ہمیں اس کا کوئی اہتمام ہی نہیں، عام طور پر آدمی اِدھر اُدھر دیکھتا رہتا ہے، کوئی پروا نہیں۔

نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنا شیطان کا اچک لینا ہے

حدیث میں آتا ہے، نبیٔ کریم ﷺ فرماتے ہیں: إِنَّ الِالْتِفَاتَ فِي الصَّلَاةِ اخْتِلَاسٌ يَخْتَلِسُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الصَّلَاةِ[1] کہ: نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنے سے شیطان آدمی کی نماز میں سے کچھ اچک لیتا ہے۔ جیسے سبزی منڈی میں بکریاں گھومتی رہتی ہیں اور ٹھیلے والوں کی نگاہ لوگوں پر رہتی ہے تو بکری اس کے ٹھیلے سے کچھ اچک لیتی ہے، کبھی ٹماٹر اٹھالیا، کبھی آلو اٹھالیا۔ اسی طرح شیطان بھی انسان کی نماز سے اچک لیتا ہے،

(۱) السنن الکبریٰ للنسائی، عَنْ عَائِشَةَ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا، التَّشْدِيدُ فِي الِالْتِفَاتِ فِي الصَّلَاةِ. رقم الحدیث: ۱۱۲۰۔

اِدھر اُدھر دیکھنا یہ بھی شیطان کا اچک لینا ہے۔

نماز میں مواضعِ مقررہ پر نگاہیں کا رکھنے کا عظیم فائدہ

نماز میں نگاہوں کو شریعت کی بتائی ہوئی جگہوں پر رکھنے کا فائدہ یہ ہوگا کہ آپ کے لیے اپنی نگاہوں کی حفاظت آسان ہو جائے گی۔

آج عریانیت اور بے پردگی اس قدر عام ہوگئی کہ جب ہم اپنے گھروں سے نکلتے ہیں تو ہمارے لیے اپنی نگاہوں کی حفاظت مشکل ہو جاتی ہے، نگاہ نیچی نہیں رہ پاتی۔ اگر ہم نمازوں میں نگاہوں کو نیچی رکھنے کی عادت ڈالتے تو یہاں نگاہوں کو نیچی رکھنا آسان ہو جاتا۔ ہمارے ایک دوست فرماتے ہیں کہ میں نے تجربہ کر کے دیکھ لیا کہ نماز میں جہاں جہاں نگاہ رکھنی ہے، وہاں رکھتے ہیں تو اس کی وجہ سے بدنگاہی سے حفاظت ہوتی ہے، نیچی نگاہ کی عادت بنتی ہے؛ اس لیے ان ساری چیزوں کا اہتمام کرنا ہے۔

خضوع کیا ہے؟

نماز کو خشوع اور خضوع کے ساتھ ادا کرنا ہے۔ یہ دو لفظ ہیں، اس میں ''ش'' اور ''ض'' کا فرق ہے باقی سب حروف یکساں ہیں۔ خضوع کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کے اعضا پر سکون ہو جائیں۔ آدمی جب نماز سے باہر ہوتا ہے تو اس کے اعضاء مختلف کاموں کے اندر لگے ہوئے ہوتے ہیں لیکن جب نماز کے لیے کھڑا ہوگا تو یہ سارے اعضاء اپنا کام چھوڑ دیں گے اور تمام اعضاء شریعت کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق رکھے جائیں گے، اسی کو خضوع کہتے ہیں۔

نیت کا حقیقی مطلب

آپ نماز شروع کریں گے تو نیت کریں گے۔ اب نیت زبان سے نہیں ہوتی، وہ تو نام ہے دل کے ارادے کا۔ آپ دل میں طے کر لیجیے کہ میں فلاں نماز: عشا کی نماز پڑھ رہا ہوں۔ چوں کہ امام کے پیچھے پڑھ رہے ہیں تو اقتدا کی نیت ہونی چاہیے، ''اس امام کے پیچھے'' اور ''کعبۃ اللہ کے سامنے'' یہ بولنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

ہاتھوں کو کانوں تک اٹھانے کی کیفیت

پھر اَللّٰہُ أَکْبَرُ کہیں گے اور اَللّٰہُ أَکْبَرُ کہتے وقت ہاتھوں کو اٹھائیں گے۔ ہاتھوں کو اٹھانے کا طریقہ بھی فقہا نے بتا دیا کہ ہاتھوں کے یہ انگوٹھے کانوں کی لو کے سامنے ہوں گے اور انگلیوں کے سرے کان کے اوپر کے کنارے کے سامنے ہوں گے۔

تحریمہ کے بعد ہاتھوں کو باندھنے کا صحیح طریقہ

پھر اَللّٰہُ أَکْبَرُ کہنے کے بعد ہاتھوں کو باندھ لیں گے اور اس کا طریقہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ داہنے ہاتھ کی چھوٹی انگلی اور انگوٹھے سے بائیں ہاتھ کے پہونچے پر گول حلقہ بنائیں گے اور (داہنے ہاتھ کی) باقی تین انگلیوں کو یہاں (بائیں ہاتھ کی کلائی پر) رکھیں گے اور یہ (داہنے ہاتھ کی) ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھیں گے اور ہاتھوں کو ناف کے نیچے رکھیں گے۔

قیام کا صحیح اور مسنون طریقہ

کھڑے ہونے کی حالت میں نگاہ سجدے کی جگہ رکھیں گے اور سیدھے کھڑے

رہیں گے، اس طرح کہ ہماری نگاہ سجدے کی جگہ رہے۔ بعض تو ایسا جھک کے کھڑے رہتے ہیں کہ کمر تک کو جھکا دیتے ہیں تو نگاہیں سجدے کی جگہ کہاں رہیں گی، پاؤں کی پشت پر پڑے گی۔ سر کو بھی بالکل جھکانا نہیں ہے بلکہ اتنا اونچا رکھنا ہے کہ نگاہ سجدے کی جگہ پڑ جاوے اور پھر قرأت ہے۔

رکوع کا صحیح اور مسنون طریقہ

اس کے بعد جب رکوع میں جائیں گے تو آپ اپنی پشت کو بالکل ہموار رکھیں گے۔ آج تو ایسے رکوع کرتے ہیں، جیسے کُبڑے کھڑے ہوں اور خالی جگہ پُر کر دی گئی ہو۔ علماء نے لکھا ہے کہ پشت اس طرح ہموار ہو کہ پانی کا پیالہ اس پر رکھ دیا جائے تو پانی گرنے نہ پاوے اور اپنے گھٹنوں کو دونوں ہاتھوں سے پکڑیں اور انگلیاں کھلی ہوئی رہیں۔ ویسے نماز میں دو موقعے ایسے ہیں کہ انگلیوں کو اپنی پہلی حالت سے بدلنا ہے: (ا) رکوع میں کھلا ہوا رکھیں (۲) سجدے میں ملا ہوا رکھیں۔ باقی حالتوں میں جیسی رہتی ہیں، ویسی رہنے دیں۔

قومے کا صحیح اور مسنون طریقہ

پھر قومے میں کھڑے ہوں گے۔ ہمارے یہاں لوگوں کا حال یہ ہے کہ ابھی تو رکوع سے پورے کھڑے ہوئے نہیں کہ سجدے کے لیے چلے گئے۔

اطمینان سے نماز ادا نہ کرنے پر دوہرانے کا حکم

حدیث میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف فرما ہیں، ایک آدمی

آیا اور جلدی جلدی نماز پڑھی، سلام پھیر کے وہ واپس جانے لگا، نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو سلام کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: اِرْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ: واپس جاؤ اور نماز پڑھو، تم نے نماز نہیں پڑھی۔ اس نے پھر سے نماز پڑھی اور آکر سلام کیا، پھر آپ نے یہی فرمایا: اِرْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ۔ تیسری مرتبہ پھر ایسی ہی پڑھی، اور آکر سلام کیا، پھر آپ نے یہی فرمایا تو انھوں نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! آپ ہی بتلایئے کہ میں نماز کس طرح پڑھوں تو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو نہایت ہی اطمینان کے ساتھ نماز پڑھنے کا طریقہ بتلایا کہ پہلے سورۂ فاتحہ پڑھو، اس کے بعد سورت ملاؤ، اس کے بعد رکوع میں جاؤ تو اطمینان سے رکوع کرو، رکوع سے سر اٹھاؤ تو اطمینان سے کھڑے رہو(١)۔

پرندوں کے ٹھونگے مارنے کی طرح نماز ادا کرنے کی ممانعت

مطلب یہ کہ ہر رکن اور ہر عمل کو اطمینان سے ادا کرنا ہے۔ یہ جو ٹھونگیں مارتے ہیں، حدیث میں آتا ہے: نَهَانِي عَنْ نَقْرَةٍ كَنَقْرَةِ الدِّيكِ(٢): مرغ دانے چگتے وقت جس طرح ٹھونگے مارتا ہے، اس طرح ٹھونگے مارنے سے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے، اطمینان سے نماز پڑھنا ہے۔

ہر عملِ صلوۃ کو شرعی ہدایات کے مطابق انجام دینا ''خضوع'' ہے

بہر حال! خضوع کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے سارے اعضا پر سکون ہوں: قیام

---

(١) صحیح البخاری، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ، باب مَنْ رَدَّ فَقَالَ عَلَيْكَ السَّلاَمُ.

(٢) مسند أحمد، مُسْنَدِ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ.

میں جس طرح کھڑے رہنا ہے، اس طرح کھڑے رہیں، رکوع جس طرح کرنا ہے، اس طرح کریں۔ ہر عمل اور رکن کو اس کے مسنون طریقے کے مطابق انجام دینے کا نام خضوع ہے۔

سجدے کا شرعی طریقہ اور اس سلسلے میں لوگوں کی غفلت

سجدے میں جاتے ہیں تو کچھ لوگ ہاتھوں کو بہت آگے رکھتے ہیں تو کچھ لوگ بہت پیچھے رکھتے ہیں۔ سجدے میں بھی ہاتھ اسی انداز میں رکھنے ہیں، جس انداز میں ہم تحریمہ کے لیے ہاتھ اٹھاتے وقت اٹھاتے ہیں: (تحریمہ کے وقت) انگوٹھے کے سرے کانوں کی لو کے مقابلے میں آتے ہیں تو سجدے میں بھی اسی طرح رکھیں گے کہ انگوٹھے کا سرا کان کی لو کے مقابلے میں آئے اور باقی انگلیوں کے سرے کان کے اوپر والے حصے کے مقابل ہو جائیں۔

بازوؤں کو بانہوں سے الگ کر کے کھول کر رکھے، البتہ اتنا ہے کہ اگر جماعت کے ساتھ نماز پڑھ رہے ہیں تو اتنا نہ کھولیں کہ پاس والے کو تکلیف ہو اور کلائیوں کو زمین سے اٹھا کر رکھیں۔

اکثر لوگوں کی نماز واجب الاعادہ ہوتی ہے

اکثروں کو دیکھا گیا کہ وہ بازوؤں کو بانہوں سے ملا کر اور کلائیوں کو زمین پر رکھ کر نماز پڑھتے ہیں۔ بہت سے لوگوں کی نمازوں میں وہ بہت سے امور دیکھے جاتے ہیں جن کو فقہا نے کتابوں میں مکروہِ تحریمی لکھا ہے اور جو نماز مکروہِ تحریمی ہوئی ہو، اس کو لوٹانا

واجب لکھا ہے۔

خشوع کا مطلب

اور خشوع دل کو پُرسکون رکھنے کا نام ہے، نماز کے دوران دل پورے طور سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف متوجہ رہے، اِدھر اُدھر حرکت نہ کرے۔ دل کی حرکت کیا ہوتی ہے؟ اِدھر گیا، اُدھر گیا۔

مشینی دور کی مشینی نمازیں

ہماری نماز کیا ہے؟ ٹیپ ریکارڈ ہوتا ہے نا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے اندر کیسٹ بھر کر کے اس کا بٹن آن کر دیا، اللّٰہُ اکبر کہا تو گویا ٹیپ ریکارڈر کا بٹن آپ نے آن (on) کر دیا، سبحانک اللھم پڑھی جارہی ہے، أعوذ باللہ پڑھ رہے ہیں، بسم اللہ پڑھ رہے ہیں، الحمد شریف پڑھ رہے ہیں، سورت ملا رہے ہیں، رکوع میں جا رہے ہیں، سبحان ربی العظیم پڑھ رہے ہیں، سب برابر پڑھ رہے ہیں، اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ، جیسے سلام پھیرا تو بٹن آف (off) کر دیا۔ اب اسی نماز پڑھنے والے سے آپ پوچھو کہ بھائی! امام صاحب نے پہلی رکعت میں کون سی سورت پڑھی تھی اور دوسری رکعت میں کون سی سورت پڑھی تھی؟

سجدے میں سر، دل میں دنیا کا خیال

اس دھرتی پے بھاری ہیں نمازیں اپنی

یہ امام صاحب کی بات ہوئی، اگر خود اس سے اسی کی پڑھی ہوئی نماز کے بارے

میں پوچھیں گے کہ آپ نے پہلی رکعت میں کون سی سورت پڑھی تھی؟ تو وہ سوچے گا کہ کون سی پڑھی تھی، حالاں کہ اس نے خود پڑھی تھی۔ یہ زمانہ آٹومیٹیک (automatic) کا ہے تو ہماری نماز بھی آٹومیٹیک ہوگئی۔ اللّٰہُ اکبر کہتے ہیں تو خیالات کی پٹی چل پڑتی ہے اور پتہ نہیں کہاں سے کہاں پہنچ جاتے ہیں، اللّٰہُ اکبر کہتے ہی انگلینڈ پہنچ گئے اور سلام پھیرتے ہی واپس بھی آگئے۔

من اپنا پرانا پاپی ہے، برسوں میں نمازی بن نہ سکا

کتنے سالوں سے نماز پڑھ رہے ہیں، میں پڑھ رہا ہوں، آپ پڑھ رہے ہیں، جس کی جتنی عمر ہوئی، اس کے حساب سے: کوئی پانچ سال سے، کوئی دس سال سے، کوئی پندرہ سال سے، کوئی بیس سال سے، جب سے بالغ ہوا ہے، پڑھ رہا ہے، کوئی پچاس سال سے، کوئی پچپن سال سے، لیکن کوئی ہے دعوی کرنے والا کہ جو یہ دعوی کرے کہ میں نے دو رکعتیں پوری دل جمعی کے ساتھ پڑھی ہیں کہ جس میں تھوڑی دیر کے لیے بھی دل اِدھر اُدھر نہ گیا ہو؟۔

نمازوں سے خشوع کا ختم ہوجانا قیامت کی علامتوں میں سے ہے

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیامت کی جو علامتیں بتلائی ہیں، اس میں سب سے پہلی چیز نماز کے خشوع کا اٹھنا بیان فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ پوری مسجد نمازیوں سے بھری ہوئی ہوگی لیکن ایک کی نماز میں بھی خشوع نہیں ہوگا(۱)۔ کیا ہم اور آپ کہہ سکتے

(۱) عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَوْفُ بْنُ مَالِكٍ الأَشْجَعِيُّ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم نَظَرَ إِلَى =

ہیں کہ وہ زمانہ آ گیا ہے! ہم اپنی نمازوں کی طرف خصوصیت کے ساتھ توجہ دیں۔

شاید اسی کا نام محبت ہے شیفتہ

حضراتِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنی نماز کے خشوع میں خلل ڈالنے والی چیزوں سے بچنے کا بہت زیادہ اہتمام کیا کرتے تھے۔ ایک صحابی ہیں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ، ایک مرتبہ اپنے باغ میں نماز ادا فرما رہے تھے، اب ظاہر ہے کہ جب باغ میں ادا فرما رہے ہیں تو یہ کوئی فرض نماز نہیں تھی، وہ تو مسجد میں ادا کی جاتی ہے، نفل نماز ادا کر رہے تھے۔ ایک چڑیا باغ میں اڑ رہی تھی اور باہر نکلنا چاہتی تھی، باغ گنجان تھا اور سرسبز و شاداب تھا؛ اس وجہ سے اسے باہر نکلنے کا موقع نہیں مل رہا تھا، نیچے آئی پھر گئی۔ دو تین مرتبہ ایسا کیا، ان کی توجہ اس چڑیا کی طرف چلی گئی، اس کو دیکھنے لگے اور اس کی وجہ سے "کتنی رکعتیں ہوئیں" یہ بھول گئے تو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ یہ باغ اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ ہے کہ یہ باغ اللہ کے ساتھ میرے تعلق کے راستے میں رکاوٹ بنا یعنی ایک نماز کے دوران ذرا سی دیر کے لیے توجہ ہٹی تو اس کو ان کی غیرتِ ایمانی نے برداشت نہیں کیا کہ جس چیز کی وجہ سے نماز سے ان کی توجہ ہٹی تھی، اس کو اپنی

=السَّمَاءِ يَوْمًا فَقَالَ: هَذَا أَوَانُ يُرْفَعُ الْعِلْمُ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الأَنْصَارِ يُقَالُ لَهُ: لَبِيدُ بْنُ زِيَادٍ: يَا رَسُولَ اللهِ يُرْفَعُ الْعِلْمُ وَقَدْ أُثْبِتَ وَوَعَتْهُ الْقُلُوبُ؟ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنْ كُنْتُ لأَحْسَبُكَ مِنْ أَفْقَهِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ، وَذَكَرَ لَهُ ضَلَالَةَ الْيَهُودِ، وَالنَّصَارَى عَلَى مَا فِي أَيْدِيهِمْ مِنْ كِتَابِ اللهِ، قَالَ: فَلَقِيتُ شَدَّادَ بْنَ أَوْسٍ، فَحَدَّثْتُهُ بِحَدِيثِ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ، فَقَالَ: صَدَقَ عَوْفٌ أَلَا أُخْبِرُكَ بِأَوَّلِ ذَلِكَ يُرْفَعُ؟ قُلْتُ: بَلَى، قَالَ: الْخُشُوعُ حَتَّى لَا تَرَى خَاشِعًا (السنن الکبری للنسائی، كَيْفَ يُرْفَعُ الْعِلْمُ.)

ملک میں باقی رکھنا گوارا نہیں کیا، اس کو فوراً صدقہ کر دیا۔

یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق کی وجہ سے تھا، اس تعلق کی وجہ سے کوئی غیر درمیان میں آجائے، ان کی غیرت اس کو گوارا نہیں کرتی تھی۔

اک آگ سی ہے سینے کے اندر لگی ہوئی

حضرت سلیمان علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے حالات میں لکھا ہے کہ جہاد کے لیے فراہم کیے ہوئے گھوڑے معائنے کے لیے، دیکھنے کے لیے ان کے سامنے پیش کیے گئے، آپ اس کا معائنہ کر رہے تھے، اسی دوران نماز کا وقت آگیا، یاد نہیں رہا اور نماز فوت ہوگئی تو سب گھوڑوں کو ذبح کر دیا، قربان کر دیا کہ یہ اللہ کی عبادت کی راہ میں رکاوٹ بن گئے، ان کی غیرت نے اس کو گوارا نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ کی ساتھ تعلق کی راہ میں کوئی چیز رکاوٹ بنے۔

کیا ہیں میری قربانیاں، کیا نوازشیں ہیں تیری

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم نے میرے لیے گھوڑے قربان کیے، میں اس کے بدلے میں اس سے بہتر سواری دیتا ہوں۔ کیا؟ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہوا کو مسخر کر دیا۔ آپ جہاں چاہتے تھے، پورے دربار کے ساتھ ہوا پر سوار ہو کر تشریف لے جاتے تھے، ایک تخت تھا جو فضا میں تیرتا ہوا ان کو لے جاتا تھا[1]۔

---

(۱) سورۂ صٓ ۲۳ / پارے میں اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ کے اندر حضرت سلیمانؑ کا یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے، تفسیر کی کتابوں میں اس آیت کے ذیل میں یہ واقعہ دیکھا جا سکتا ہے۔

کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

اپنی نمازوں کو صحیح کرنے کی طرف توجہ دینے کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ نماز میں دل نہیں لگتا، نماز میں دھیان نہیں رہتا، نماز میں مزہ نہیں آتا۔ اگر آپ کو دو دن، صرف دو دن کھانا اچھا نہ لگے، کھاتے وقت کھانوں کا مزہ آپ کو محسوس نہ ہو تو گھبرا کر ڈاکٹر کے پاس، حکیم کے پاس دوڑے چلے جائیں گے کہ حکیم صاحب! دو دن سے کھانے کی لذت محسوس نہیں ہو رہی ہے، کوئی اچھی سی دوا دیجیے۔ یہ بے چینی ہمیں نماز کے معاملے میں محسوس نہیں ہوتی۔ یہاں تو نماز پڑھتے پڑھتے پوری زندگی گذر گئی اور ایک نماز میں بھی لطف نہیں آیا لیکن اس کا احساس ہی نہیں، اس کو بیماری ہی نہیں سمجھتا، پھر اس کا علاج کیا کرائے گا، ؎

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

کوئی قافلہ لُٹ جاوے اور لُٹے ہوؤں کو یہ احساس ہو کہ ہم لُٹ گئے تو وہ لُٹے ہوئے سامان کو حاصل کرنے کی کوشش کریں گے لیکن کوئی لوٹ لیا جاوے اور اس کو یہ احساس ہی نہ ہو کہ مجھے لوٹ لیا گیا ہے تو وہ کیا کرے گا؟ کچھ بھی نہیں کرے گا۔

تربیت عام تو ہے، جوہر قابل ہی نہیں

ہم عبادات میں لطف نہ آنے کو کوئی بیماری ہی نہیں سمجھتے۔ ہم جسمانی بیماری کو دور کرنے کے لیے کتنی محنتیں اور فکریں کرتے ہیں! جسمانی لذتوں کا کتنا خیال ہے کہ دو

دن سے تیسرا دن آنے نہیں دیتے اور اس بیماری کو دور کرنے کے لیے جتنے پیسے خرچ کرنے پڑیں، خرچ کرنے کے لیے تیار رہتے ہیں اور یہاں تو بیماری ہی نہیں سمجھتے، اس کو قابلِ علاج ہی نہیں سمجھتے تو اس کو دور کرنے کی کوشش کیا کریں گے۔ اس کا کوئی احساس ہی نہیں ہے کہ اس کا بھی کوئی ڈاکٹر ہے اور اس کے پاس علاج کے لیے جانا ہے۔

دینی امور میں ہماری لامتناہی بے حسی

اگر کسی کو اس کا خیال آ بھی گیا اور اس نے علاج پوچھ لیا لیکن اس کو جو علاج بتایا گیا، اس پر وہ کوئی عمل کرتا نہیں۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ ہمارے اس مرض کا علاج بتلایئے۔ ان کو علاج بتلاتے ہیں لیکن بعد میں کبھی یہ خط نہیں آتا کہ میں نے اس پر کتنا عمل کیا۔ چار مہینے کے بعد پھر خط آئے گا جس میں اسی بیماری کا ذکر ہے کہ اس کی اصلاح کرنی ہے۔ ارے بھائی! پہلے جو علاج بتلایا تھا، اس پر کتنا عمل کیا، اس سے کتنا فائدہ ہوا، وہ تو پہلے بتاؤ!۔

آپ ڈاکٹر کے پاس دوسری مرتبہ علاج کے لیے جاؤ گے تو وہ آپ سے پوچھے گا نا کہ پچھلی دوا سے کیا فائدہ ہوا، کتنا فرق ہوا تو جواب میں بتلائیں گے کہ کتنا فائدہ ہوا لیکن یہاں کچھ نہیں۔

روحانی طبیب کے سامنے حالات پیش کرنے میں بھی خیانت

ہمارے حضرت قاری صدیق صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ آج کل مزاج یہ ہو گیا کہ کبھی دو رکعت زیادہ پڑھ لیتے ہیں تو بتا دیتے ہیں لیکن نماز قضا ہو جاتی ہے، وہ

بتاتے نہیں۔ آپ ڈاکٹر کے سامنے کیس (case) پیش کرتے ہیں تو کیس کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ ہے، کچا چٹھا سب اس کے سامنے پیش کر دو۔ آپ جو کرتے ہیں اس کو تو بتاتے ہیں لیکن جو چھوڑتے ہیں، اس کو بتاتے نہیں۔ ایسا سمجھتے ہیں کہ ہم بدھو ہیں۔ یہ سارے حربے جو ہم اپناتے ہیں تو اس کے ذریعہ اپنی ذات کو ہی نقصان پہنچاتے ہیں، اپنی ذات کو دھوکہ دیتے ہیں۔

صیاد خوش ہے کہ کانٹا نگل گئی.......

﴿يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ﴾ [البقرة]

منافقین یوں سمجھتے ہیں کہ ہم ایسا کر کے اللہ کو دھوکہ دیتے ہیں، باری تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم اللہ کو دھوکہ نہیں دیتے، اپنے آپ کو دھوکہ دیتے ہو۔ جو آدمی اپنی تربیت اور اپنے خیر کے معاملے میں اپنے مربیوں کے ساتھ اس طرح کا معاملہ کرتا ہے، وہ ان کو دھوکہ نہیں دیتا، خود اپنی ذات کو دھوکہ دیتا ہے، اپنی ذات کو نقصان پہنچا رہا ہے۔

نافرمانی میں بے دریغ وقت ضائع کرنے والوں کے پاس نماز کے لیے وقت نہیں

بہر حال! ہمیں اپنی نمازوں کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے اور اس میں خشوع کی جو کمی ہے، اس کو دور کرنے کے لیے تدابیر اختیار کریں۔ اس کے لیے باقاعدہ نماز سے پہلے اپنے آپ کو تیار کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمارا حال تو یہ ہے کہ اذان شروع ہوئی تو کہتے ہیں کہ ابھی تو جماعت میں پندرہ منٹ ہے، اتنی جلدی جا کر کیا کریں گے! سینما

دیکھنے والے سنیما شروع ہونے سے گھنٹہ گھنٹہ پہلے پہنچ جاتے ہیں لیکن یہاں نماز باجماعت کے لیے دس منٹ پہلے پہنچنے کے روادار نہیں۔

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے

آج کل حالت یہ ہوگئی ہے کہ نماز سے پہلے مسجد کی طرف جلدی نکل آتے ہیں اور مسجد سے باہر کھڑے اِدھر اُدھر کی ہانکنے میں مشغول ہوجاتے ہیں، کسی کو اتنی توفیق نہیں ہوتی کہ مسجد کے اندر آکر دو رکعت نماز پڑھ لے، تحیۃ الوضو، تحیۃ المسجد پڑھے، نماز سے پہلے کی سنتیں پڑھے۔ باتوں کا وقت ہے، سنتوں کے لیے وقت نہیں، یہ مسلمانوں کا عام مزاج بن چکا ہے۔

اسباغ الوضو: درجات کو بلند کرنے والی اہم چیز

شریعت نے نماز سے پہلے اس کی تمہیدات رکھی ہیں، وضو کا طریقہ بتلایا ہے، حدیث کے اندر ''اسباغ الوضو'' کا ذکر ہے، وضو کو کما حقہ کرنا، ہر عضو کو بڑے اطمینان کے ساتھ دھونا۔ اس کے بڑے فضائل ہیں۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا: فِيمَ يَخْتَصِمُ الْمَلأُ الأَعْلَى: اوپر والے یعنی فرشتے کس چیز کے بارے میں جھگڑ رہے ہیں؟ تو فرمایا: فِي الدَّرَجَاتِ وَالكَفَّارَاتِ: درجات کو بلند کرنے والے اعمال کے بارے میں جھگڑ رہے ہیں۔ اور پھر درجات کو بلند کرنے والے جو اعمال بتلائے، اس میں ایک عمل ''إِسْبَاغُ الْوُضُوءِ عَلَى الْمَكَارِهِ(۱)'' بیان کیا: سردی کے زمانے میں اچھی طرح

(۱) سنن الترمذی، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما، بَابٌ: وَمِنْ سُورَةِ ص۔ ر:: ۳۲۳۳۔

وضو کرنا۔ پانی سخت ٹھنڈا محسوس ہو رہا ہے تو یہ نہیں کہ جلدی جلدی ایک ایک مرتبہ اعضا کو دھو کر فارغ ہو گئے۔ نہیں، اچھی طرح وضو کریں، کچھ بھی ہو جائے۔

قبلیہ سنتیں فرض نماز کے لیے تمہید ہیں

اسی طرح یہ سنتیں ہیں کہ آگے آپ جو فرض ادا کرنے جا رہے ہیں، اس کے لیے آپ کے قلب کو تیار کیا جا رہا ہے۔ جب کسی کے یہاں بڑی دعوت ہوتی ہے تو وہاں کھانے سے پہلے کیا ہوتا ہے؟ پہلے سوپ پیش کیا جاتا ہے، کیوں؟ تاکہ بھوک لگے، آگے جو آئٹمیں آنے والی ہیں، ان کے آنے سے پہلے آپ کا معدہ تیار ہو جاوے، آپ کے اندر اس کی طلب پیدا ہو جاوے، اس کے لیے یہ ساری چیزیں دی جا رہی ہیں۔

اسی طرح آپ جو فرض نماز ادا کرنے والے ہیں، اس فرض کی ادائگی سے پہلے یہ سنتیں اسی لیے رکھی گئی ہیں؛ تاکہ آپ کا قلب مانوس ہو جاوے، پہلے سے تیار ہو جاوے اور آپ فرض کو جیسا کہ اس کا حق ہے ادا کر پاویں۔

یعنی وہ صاحبِ اوصافِ حجازی نہ رہے

ہم تو ایسے بھاگے دوڑے آتے ہیں کہ پیشاب کا تقاضا ہے، بھاگے بھاگے بیت الخلا میں گئے جلدی جلدی پیشاب کیا، پیشاب کے چھینٹے بھی کپڑوں پر پڑے، اس کی بھی کوئی پروا نہیں پھر آئے اور جلدی جلدی وضو کیا، اتنے میں امام صاحب رکوع میں گئے تو یہیں سے دوڑ لگا دی اور کبھی تو امام صاحب سلام پھیر رہے ہیں اور انھوں نے یہاں سے دوڑ لگائی۔ اچھے اچھے لوگ اس میں مبتلا ہیں۔

اور پھر یہ نماز پڑھ کے بھی سب سے پہلے نکل جاتے ہیں، آپ حضرات دیکھتے ہیں کہ جو لوگ اطمینان سے نماز پڑھتے ہیں، اوّابین پڑھتے ہیں، وہ جب فارغ ہو کر باہر نکلیں گے تو یہ لوگ اس سے پہلے ہی باہر نکل کر باتوں میں مشغول نظر آتے ہیں، شیطان نے ان کو مہلت نہیں دی کہ اللہ کے سامنے کھڑے ہوں۔

مجھے تو اس کی عبادت پے رحم آتا ہے

کیوں بھائی! آپ کو کیا ضرورت تھی، کیا کام تھا؟ باہر نکل کر باتیں کر رہے ہیں تو اندر رہ کر نماز پڑھ لیتے۔ یہ سب بیماریاں ہیں جن کو دور کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر ہماری نماز درست ہوگئی تو سمجھئے کہ ہم کامیاب ہیں جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ﴾ یہ نماز تو قبر میں کام آنے والی چیز ہے؛ اس لیے ضرورت ہے کہ اپنی نمازوں کی طرف توجہ کریں، اب تک جس طرح جلدی جلدی پڑھتے رہیں، اس پر نظرِ ثانی کی جائے، اس کا جائزہ لیجیے، آپس میں اس کا مذاکرہ کیجیے اور ہر مسجد میں ہفتے میں ایک دن ایسا ہونا چاہیے کہ جس میں لوگ آپس میں نماز کا مذاکرہ کریں، اس کے نتیجے میں نماز کی جو حقیقی برکتیں ہیں، اس سے ہم مالا مال اور مستفید ہو سکتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے، آپ کو، سب کو اس کی توفیق اور سعادت عطا فرمائے۔ (آمین)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

رمضان کا مہینہ ہم کیسے گذاریں؟

بمقام: گنبد والی مسجد، سورت

بتاریخ: ۱۲/ ۱۰/ ۲۰۰۴

اقتباس

کہنے کا حاصل یہ ہے کہ تراویح پوری رغبت اور شوق کے ساتھ پڑھی جائے، بوجھ سمجھ کر کے نہیں اور یہ تو بوجھ سمجھ کر پڑھی جاتی ہے اور پھر کمال کی بات تو یہ ہے کہ یہی جلدی جلدی تراویح پڑھنے والے اسی مسجد کے دروازے پر آدھا آدھا گھنٹہ، پونا پونا گھنٹہ کھڑے رہیں گے۔ جہاں دوسری جگہوں پر اطمینان سے تراویح ہوتی ہے، وہ فارغ ہو کر گھر چلے جائیں گے اور یہ یہاں کے یہاں کھڑے رہیں گے تو بھائی! آپ نے یہ جلدی کر کے کیا حاصل کیا؟ سوائے اللہ کی ناراضگی کے اور کیا لے کر کے جا رہے ہیں۔ یہ پڑھنے کے طریقے صحیح نہیں ہیں، بجائے ثواب کے گناہ مول لیتے ہیں، تمام حُفّاظ جو اس طریقے سے پڑھتے ہیں، وہ بھی گنہگار ہیں اور جو ایسا سنتے ہیں، وہ بھی گنہگار ہیں، یہ طریقہ بالاتفاق تمام علماء نے منع لکھا ہے، اس لیے قرآن کو صحیح طریقے سے پڑھنے اور سننے کا اہتمام ہو۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا، ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا، ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا، من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلله فلا هادي له، ونشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له ونشهد أن سيدنا ومولانا محمدا عبده ورسوله، أرسله إلى كافّة الناس بشيرا ونذيرا، وداعيا إلى الله بإذنه وسراجا منيرا، صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وعلى آله وأصحابه وبارك وسلّم تسليما كثيرا كثيرا، أما بعد:

فَاَعُوۡذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ بسم اللّٰه الرحمن الرحيم ﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا كُتِبَ عَلَيۡكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَي الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُوۡنَ﴾ [البقرۃ:١٨٣]

وقال تعالىٰ: ﴿شَهۡرُ رَمَضَانَ الَّذِيۡ اُنۡزِلَ فِيۡهِ الۡقُرۡاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الۡهُدٰى وَالۡفُرۡقَانِ فَمَنۡ شَهِدَ مِنۡكُمُ الشَّهۡرَ فَلۡيَصُمۡهُ﴾ [البقرۃ:١٨٥]

رمضان المبارک اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت ہے

محترم حضرات! اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ وطفیل میں امتِ محمدیہ کو جن خصوصی امتیازات اور انعامات سے نوازا ہے، ان میں سے ایک رمضان المبارک اور شبِ قدر بھی ہے، یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، اس کی جتنی بھی قدر کی جائے، کم ہے۔ لوگ اس ماہِ مبارک کی قدر کریں، اس لیے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑے اہتمام کے ساتھ لوگوں کو اس کی طرف متوجہ فرمایا کرتے تھے۔

رمضان المبارک کی عظمت کی طرف متوجہ کرنے کا نبوی اہتمام

چناں چہ شعبان کے مہینے میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خطبہ دیا، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ ہے: یا أَیُّهَا النَّاسُ قَدْ أَظَلَّكُمْ شَهْرٌ عَظِیمٌ، شَهْرٌ مُبَارَكٌ، شَهْرٌ فِیهِ لَیْلَةٌ خَیْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ: نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شعبان کے اواخر میں لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے لوگو! تمھارے اوپر ایک مہینہ جو بڑی عظمت اور برکت والا ہے، سایہ فگن ہے یعنی اب آیا ہی چاہتا ہے، عن قریب آنے والا ہے اور پھر رمضان المبارک کی جو خصوصیات ہیں، نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بیان فرمایا، آگے میں اس کا تذکرہ کروں گا، یہاں یہ بتلانا مقصود ہے کہ رمضان المبارک کے آنے سے پہلے ہی نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی طرف متوجہ کیا۔

رمضان کی طرف خصوصیت کے ساتھ متوجہ کرنے کا سبب

جو چیز قابلِ توجہ ہوا کرتی ہے، اس کی طرف لوگوں کو پہلے ہی متوجہ کیا جاتا ہے اور اس کا بڑا اہتمام، بڑا پرچار، بڑی تشہیر اور بڑی اشاعت کی جاتی ہے؛ تاکہ لوگ اس اس سے فائدہ اٹھائیں، کسی کو محرومی کی شکایت نہ ہو کہ ہمیں تو پتہ ہی نہیں چلا، ہمیں تو معلوم ہی نہیں تھا؛ اس لیے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امت کو خصوصیت کے ساتھ اس کی طرف متوجہ فرمایا کرتے تھے۔

تخلیقِ انسانی کا مقصد

ویسے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا، قرآن

میں ہے: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾ [الذاریات:٥٦] کہ: ہم نے جنات اور انسان کو اپنی عبادت ہی کے لیے پیدا کیا۔

فرشتوں کی صفت اور شان

انسانوں کی تخلیق سے پہلے روئے زمین پر جنات سالہا سال سے آباد تھے اور فرشتے بھی موجود تھے۔ فرشتے تو ہر وقت اور ہر آن اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت میں مشغول رہا کرتے تھے، قرآن میں فرشتوں کی شان اور صفت بتلاتے ہوئے فرمایا: ﴿لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ﴾ [التحریم:٦] کہ: اللہ نے جو حکم دیا، اس کی خلاف ورزی نہیں کرتے اور جس کا حکم دیا گیا، وہی کرتے ہیں۔

فرشتوں میں ون سائیڈ ٹرافک والا معاملہ ہے

بلکہ جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرشتوں کے سامنے اپنے اس ارادے کا اظہار فرمایا: ﴿إِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيْفَةً﴾ [البقرۃ:٣٠] کہ: میں روئے زمین پر اپنا ایک نائب مقرر کرنے والا ہوں۔ اس ارادے کے اظہار پر فرشتے سمجھے کہ اس سے مقصود اللہ تعالیٰ کی عبادت، اطاعت اور فرماں برداری ہے اور اس سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی جو فطرت بنائی تھی، اس سے فرشتوں کو آگاہ فرمایا کہ یہ ایک ایسی مخلوق ہے کہ جس کے اندر اطاعت اور فرماں برداری کے ساتھ ساتھ معصیت اور نافرمانی کا مادہ بھی رکھا ہے، دونوں چیزیں ہیں کہ جہاں وہ اللہ کی اطاعت، فرماں برداری اور اس کے حکم کی بجا آوری کرسکتا ہے، وہیں وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی، معصیت، خلاف ورزی

بھی کرسکتا ہے، اس کے اندر دونوں باتیں ہیں، فرشتوں میں یہ بات نہیں ہے، وہاں تو ون سائیڈ ٹرافک (one side traffic) چلتا ہے یعنی صرف اطاعت وفرماں برداری، وہاں نافرمانی کا کوئی سوال نہیں۔

تخلیقِ انسانی کے اظہارِ ارادہ پر فرشتوں کی طرف سے سوال

اس لیے فرشتوں نے اپنے اوپر نظر کرتے ہوئے اور انسان کی کمزوری اور اس کے اندر اللہ تعالیٰ نے جو دوسرا پہلو رکھا تھا، اس کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے جب اپنے اس ارادے کا اظہار فرمایا کہ میں زمین کے اندر اپنا ایک نائب پیدا کرنے والا ہوں، خلیفہ مقرر کرنے والا ہوں تو انھوں نے جواب میں عرض کیا: ﴿قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ﴾: باری تعالیٰ! کیا آپ زمین میں ایک ایسی مخلوق کو پیدا کریں گے جو زمین میں فساد پھیلائے گی اور خون بہائے گی؛ اس لیے کہ انسانوں کے مزاج میں یہ بھی ہے اور فرشتوں کے مزاج میں یہ چیز نہیں تھی۔ ﴿وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ﴾: ہم تو آپ کی پاکی بیان کرتے ہیں، آپ کی تقدیس کرنے والے ہیں یعنی اس مخلوق کو پیدا کرنے سے آپ کا مقصد آپ کی فرماں برداری، اطاعت وعبادت اور آپ کی حکم بجا آوری ہے تو وہ تو ہم کر ہی رہے ہیں، اس کے لیے ان کو پیدا کرنے کی کیا ضرورت ہے؟۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا حاکمانہ جواب

اس وقت تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے جواب میں حاکمانہ انداز اختیار فرمایا: ﴿اِنِّیْ

اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾: میں جو جانتا ہوں، وہ تم نہیں جانتے۔ جو بڑا ہوتا ہے نا، وہ ایسا انداز اختیار کرتا ہے کہ چپ رہو، مجھے سب معلوم ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس وقت تو یہ کہہ دیا۔

البتہ ایک دوسرے موقع پر جب حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام پیدا کر دیے گئے، جب ان میں روح ڈال دی گئی تو حضرت آدمؑ کی فوقیت اور فرشتوں کے مقابلے میں ان کی امتیازی شان کو ظاہر کرنے کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا تو ان کی اس بات کا دوسرا جواب بھی دیا۔

کائنات میں پیدا کردہ چیزوں کے نام حضرت آدمؑ کو سکھانے اور فرشتوں کو نہ سکھانے کی حکمت

﴿وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِئُوْنِيْ بِاَسْمَاءِ هٰٓؤُلَاءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ [البقرۃ: ۳۱]، اب امتحان کا میدان گرم ہوا، باری تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو پیدا کرنے کے بعد ان کو ساری چیزوں کے نام بتلائے گئے۔ کائنات میں جو چیزیں پیدا کی گئی تھیں،، چوں کہ ان چیزوں سے فائدہ اٹھانا انسانوں کا کام تھا؛ کیوں کہ کائنات میں جتنی بھی چیزیں پیدا کی گئی ہیں، وہ انسان ہی کے لیے پیدا کی گئی ہیں، وہ اسی کے کام کی ہیں، فرشتوں کے کام کی نہیں ہیں۔ پانی انسان پیتے ہیں، کھانا انسان کھاتے ہیں، فرشتے نہ کھانا کھاتے ہیں، نہ پانی پیتے ہیں، روشنی سے فائدہ انسان

اٹھاتا ہے، سردی گرمی کا احساس انسان کو ہوتا ہے، فرشتوں کو تو ان چیزوں سے کوئی واسطہ ہی نہیں۔

تو جن چیزوں سے انسان کو فائدہ اٹھانا تھا، ان چیزوں کے فوائد اور ان ساری چیزوں کے نام اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علی نبینا و علیہ الصلوۃ و السلام کو بتلا دیئے، چناں چہ مفسرین نے لکھا ہے کہ استعمال کی جو چیزیں ہیں: پیالہ، گلاس وغیرہ ان سب چیزوں کے نام حضرت آدمؑ کو بتلائے۔ اب فرشتوں کو تو کہاں پیالہ اور لوٹا وغیرہ استعمال کرنا ہے، وہ تو انسان کو استعمال کرنا ہے؛ اس لیے ان چیزوں کے نام سیکھنے کی فرشتوں کو کوئی ضرورت نہیں تھی۔ تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ تم ان چیزوں کے نام بتلاؤ، کیا تمھیں ان چیزوں کے نام معلوم ہیں؟ ان کو کہاں معلوم تھے؛ اس لیے انھوں نے اپنے عجز کا اور اس کے جواب سے قاصر ہونے کا اظہار کیا اور حضرت آدم علی نبینا و علیہ الصلوۃ و السلام کی امتیازی شان اور ان کی فوقیت فرشتوں کے اوپر ثابت ہوگئی۔

علم کی اہمیت

حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، فیض الباری کے اندر ہے کہ یہ علم ایک ایسی چیز ہے کہ جس کی وجہ سے صاحبِ علم کی فضیلت کھلم کھلا اس کے اوپر جو اس کے بالمقابل ہے، جس میں یہ علم نہیں ہے، ظاہر ہو جاتی ہے۔

حضرت آدمؑ کو دوسری مخلوقات پر فوقیت دینے والا وصف

ورنہ اصل میں حضرت آدم علی نبینا و علیہ الصلوۃ و السلام کا وہ وصف جو اللہ تبارک

وتعالیٰ کے یہاں محبوب تھا اور جس کی وجہ سے ان کو دوسری مخلوقات کے اوپر فوقیت عطا فرمائی ہے، وہ تو اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے سپر اندازی، اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم کو خاموشی سے مان لینا، اس کے سامنے کوئی چوں وچرا نہ کرنا ہے۔

ابلیس کی حکمِ اِلٰہی سے سرتابی

اس لیے کہ دیکھو! حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو پیدا کرنے کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ ان کے سامنے سجدہ کرو، ابلیس جو اس وقت فرشتوں کا معلم اور ان کا سردار تھا، اس نے انکار کیا اور اس نے اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے حجت بازی کی کہ آپ مجھے اس کے سامنے سجدے کا حکم دیتے ہیں، حالاں کہ ﴿خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ﴾ [الأعراف:١٢] کہ آپ نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اس کو مٹی سے پیدا کیا، آگ کی شان بلند ہے تو بھلا میں مٹی کے سامنے کیسے سجدہ کروں گا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ابلیس کو اپنے دربار سے مردود کر دیا۔

اللہ تعالیٰ کے تخلیقِ آدمؑ کے اظہارِ ارادہ پر فرشتوں کی لب کشائی

اس وقت وہاں تین ہی مخلوق تھیں: حضرت آدمؑ تھے، فرشتے تھے اور ابلیس تھا، ابلیس تو کھلم کھلا اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم کا نافرمان بنا اور مردودِ بارگاہ بنا۔ رہا فرشتوں کا معاملہ تو جیسا کہ ابھی عرض کیا کہ جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے اس ارادے کا اظہار فرمایا کہ میں ایک مخلوق پیدا کرنے والا ہوں۔ حالاں کہ جب اللہ کے ارادے کا پتہ چل گیا تو چاہئے تو یہ تھا کہ فرشتے کچھ نہ بولتے کہ جب اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں تو ہمیں

چوں چرا کرنے کا کیا اختیار؟۔

لیکن انھوں نے اس پر کہا:﴿اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ﴾: باری تعالیٰ! کیا آپ زمین میں ایک ایسی مخلوق کو پیدا کریں گے جو زمین میں فساد پھیلائے گی اور خون بہائے گی؟۔ ارے بھائی! جب تم کو پتہ چل گیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ ارادہ ہے تو بولنے کا کوئی سوال نہیں تھا، سیدھی بات ہے۔ ایک غلام کو معلوم ہو جائے کہ میرا آقا یہ چاہ رہا ہے تو اس کو زبان بند کر لینی چاہیے لیکن فرشتے بول پڑے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ٹوکا:﴿اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾: چپ رہو! میں جو جانتا ہوں، وہ تم نہیں جانتے تو وہ خاموش ہو گئے اور معاملہ ختم ہو گیا لیکن بہر حال! یوں کہہ سکتے ہیں کہ انھوں نے اپنی سوچ کا کچھ نہ کچھ اظہار تو اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے کیا نا؟۔

حضرت آدمؑ اور حضرت حوا کی تخلیق بعد ان کو جنت میں رہنے کا حکم

اس کے بالمقابل حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کا معاملہ دیکھو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو پیدا کرنے کے بعد جنت کے اندر ٹھیرایا کہ یہاں رہو، ان کا جوڑا یعنی حضرتِ حوا کو بھی ان ہی سے پیدا کیا اور کہا کہ یہاں دونوں رہو، کھاؤ، پیو اور مزے کرو لیکن ان دونوں کو ایک امتناعی حکم بھی دیا:﴿لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ [الأعراف:١٩] کہ اس درخت کے قریب مت جائیو!، اس درخت سے منع فرمایا۔

شجرۂ ممنوعہ کا کھانا اور دنیا میں اتارا جانا طے شدہ امر تھا

لیکن بہر حال! مقدرات تھے، اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں یہی طے تھا کہ جس

چیز سے منع فرمایا ہے، وہ کرنا ہے؛ کیوں کہ دنیا میں تو بھیجنا ہی تھا، یہ تو ہونے والا ہی تھا، طے شدہ بات تھی؛ اس لیے ہو کر رہا اور جس سے منع کیا گیا تھا، وہ کیا اور وہ جنت سے نکالے گئے اور زمین پر اتارے گئے۔

سرِ تسلیم خم ہے، جو مزاجِ یار میں آئے

جب حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی طرف سے یہ نافرمانی صادر ہوئی اور زمین پر اتارے گئے تو اس وقت آپ کی طرف سے سوائے گریہ وزاری کے اور سوائے توبہ واستغفار کے اور کوئی بات نہیں ہوئی۔ بعض روایتوں میں آتا ہے کہ سالہا سال تک حضرتِ آدمؑ بس روتے رہے اور یہ کہنے کی بھی جرأت نہیں کی کہ مجھ سے یہ جرم سرزد ہوا ہے، مجھے معاف کیا جائے، خالی روتے ہی رہے۔ جیسے کسی مطیع اور فرماں بردار غلام سے اپنے آقا کے حکم کی خلاف ورزی ہو جائے تو وہ بس روتا ہی جاتا ہے، یہ بھی نہیں کہتا کہ آقا! مجھے معاف کیجیے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت آدمؑ کو کلماتِ توبہ کی تلقین اور ان کلمات سے توبہ واستغفار

تو حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام سالہا سال تک اللہ تعالیٰ کے سامنے بس روتے ہی رہے، معافی کے الفاظ کو ادا کرنے تک کے لیے زبان نہیں ہلائی کہ اللہ تعالیٰ! معاف کر دو، اتنی بھی ہمت نہیں کی، اتنی عجز و نیاز!! وہ تو پھر اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے حضرتِ آدمؑ پر معافی کے کچھ کلمات ڈالے گئے، قرآن میں ہے: ﴿فَتَلَقّٰٓي اٰدَمُ مِنْ

رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيۡهِ﴾ [البقرة:٥٤] کہ حضرت آدمؑ نے اللہ تعالیٰ سے کچھ کلمات لیے اور وہی کلمات توبہ کے لیے کہے: ﴿رَبَّنَا ظَلَمۡنَاۤ اَنۡفُسَنَا وَاِنۡ لَّمۡ تَغۡفِرۡ لَنَا وَتَرۡحَمۡنَا لَنَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡخٰسِرِيۡنَ﴾ [الأعراف:٢٣] کہ: اے اللہ! ہم نے اپنی جانوں پر بڑا ظلم کیا ہے، اگر آپ ہمیں معاف نہیں کریں گے اور ہم پر رحم نہیں کریں گے تو ہم تو بڑے گھاٹے اور خسارے میں رہیں گے۔ توبہ کے یہ کلمات اللہ کی طرف سے سکھلائے گئے۔ جب یہ کلمات سکھلائے گئے تو ان کلمات سے معافی مانگی، ورنہ اب تک تو معافی کے کلمات بھی زبان سے نکلتے نہیں تھے، جب اللہ تعالیٰ نے یہ کلمات ﴿رَبَّنَا ظَلَمۡنَاۤ اَنۡفُسَنَا وَاِنۡ لَّمۡ تَغۡفِرۡ لَنَا وَتَرۡحَمۡنَا لَنَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡخٰسِرِيۡنَ﴾ سکھائے اور حضرتِ آدمؑ نے توبہ کی تو فَتَابَ عَلَيۡهِ: اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور ان کو معاف کر دیا۔

حضرتِ آدمؑ اور حضرتِ موسیٰؑ کے مابین عالمِ ارواح میں مناظرہ

اب دیکھیے! حالاں کہ یہ سب تو ہونے والا ہی تھا، گویا حضرت آدمؑ کو بھی یہ معلوم تھا، اس لیے حدیث شریف میں ایک قصہ آتا ہے، بخاری شریف میں یہ قصہ موجود ہے کہ عالمِ ارواح میں حضرت آدم علی نبینا و علیہ الصلوۃ و السلام کی حضرت موسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوۃ و السلام سے ملاقات ہوئی۔ حضرت موسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوۃ و السلام نے حضرت آدم علی نبینا و علیہ الصلوۃ و السلام سے کہا: أَنْتَ آدَمُ الَّذِي خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهٖ وَنَفَخَ فِيكَ مِنْ رُوحِهٖ، وَأَسْجَدَ لَكَ مَلَائِكَتَهُ، وَأَسْكَنَكَ فِي جَنَّتِهٖ، ثُمَّ أَهْبَطْتَ النَّاسَ بِخَطِيئَتِكَ إِلَى الْأَرْضِ کہ آپ تو وہی آدم ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے پیدا

کیااورآپ میں اپنی روح پھونکی اورفرشتوں کوآپ کے سامنے سجدہ کرنے کاحکم دیااور آپ کوجنت میں ٹھیرایااورپھرآپ نے وہ کام کرلیاجس سے آپ کوروکا گیاتھا،جس کی وجہ سے ہم سب کوجنت سے نکلنا پڑا۔ یہ سوال حضرتِ موسیٰؑ نے حضرتِ آدمؑ کوکیا۔

دیکھیے! یہاں حضرت آدم علی نبیناوعلیہ الصلوۃ والسلام کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ نہیں ہے بلکہ اپنے بیٹے کا،ایک انسان کا ہے،حضرت موسیٰؑ حضرت آدمؑ کی اولاد ہی میں ہیں، بیٹاباپ سے جواب طلب کررہاہے کہ اباجان! آپ کی طرف سے یہ خطا پیش آئی،اس لیے دنیا کی یہ ساری مصیبتیں ہمیں جھیلنی پڑرہی ہیں،ورنہ ہم جنت میں عیش کررہے ہوتے۔

حضرتِ آدمؑ کامُسکت جواب

اس پرحضرت آدم علی نبیناوعلیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت موسیٰ علی نبیناوعلیہ الصلوۃ والسلام سے فرمایا: أَنْتَ مُوسَى الَّذِي اصْطَفَاكَ اللّٰهُ بِرِسَالَتِهِ وَبِكَلَامِهِ وَأَعْطَاكَ الْأَلْوَاحَ فِيهَا تِبْيَانُ كُلِّ شَيْءٍ وَقَرَّبَكَ نَجِيًّا، فَبِكَمْ وَجَدْتَ اللّٰهَ كَتَبَ التَّوْرَاةَ قَبْلَ أَنْ أُخْلَقَ کہ آپ تو وہی موسیٰ ہیں جن کواللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنا پیغام لوگوں تک پہنچانے کے لیے منتخب فرمایا،آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کلام کیا-حضرت موسیٰؑ کالقب اسی وجہ سے کلیم اللہ ہے،ایک شرف ہے جواورانبیاء کے مقابلے میں ان کودیاگیا-اورآپ پر تورات اتاری۔ اچھا یہ بتلاؤ کہ یہ تورات میری پیدائش سے کتنی مدت پہلے لکھ دی گئی تھی؟ حضرت موسیٰؑ نے جواب دیا کہ چالیس سال پہلے! حضرت آدمؑ نے فرمایا کہ اس

کے اندر یہ لکھا تھا نا: ﴿وَعَصَى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى﴾ کہ: آدم نے اپنے رب کے حکم کو توڑا اور وہ راستے سے ہٹ گئے۔ ایسا اس میں تھا نا؟ حضرت موسیٰؑ نے جواب دیا کہ ہاں تھا، تو حضرتِ آدمؑ نے فرمایا کہ جو چیز میرے پیدا ہونے سے چالیس سال پہلے لکھ دی گئی تھی، بھلا میں اس کے خلاف کیسے کرسکتا تھا، یہ تو ہونا ہی تھا۔ چناں چہ روایتوں میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فَحَجَّ اٰدَمُ مُوسٰی: حضرتِ آدمؑ حضرتِ موسیٰؑ پر غالب آ گئے، حضرتِ موسیٰؑ کو خاموش کر دیا، اب حضرتِ موسیٰؑ کے لیے بولنے کا موقع ہی نہیں رہا(۱)۔

حضرتِ آدمؑ اور حضرتِ موسیٰؑ کے مابین اس مناظرے کے قیام کی غرض

حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث پاک میں جو یہ واقعہ بتایا گیا، اس میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ یہ بتلایا جارہا ہے کہ حضرتِ آدمؑ کی طرف سے جو یہ کوتاہی ہوئی، اس کا جواب آپ کے پاس موجود تھا اور ایسا کرارا اور ایسا زوردار جواب تھا کہ حضرتِ موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام جیسے نبی کو بھی خاموش ہوجانا پڑا، یہ جواب حضرتِ آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیا، جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان سے محاسبہ کیا گیا، پوچھ تاچھ کی گئی کہ آدم! یہ کیا کیا؟ تو وہاں تو بس روتے ہی

---

(۱) صحیح مسلم، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللّٰه تعالیٰ عنه، بَابُ حِجَاجِ آدَمَ وَمُوسَى عَلَيْهِمَا السَّلَامُ.
صحیح البخاری، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، بَابُ وَفَاةِ مُوسَى وَذِكْرِهِ بَعْدُ.

رہے، وہاں کچھ نہیں بولے، کیوں؟ وہاں معاملہ بندے کا اللہ تعالیٰ سے تھا، غلام کا معاملہ آقا سے تھا اور وہاں ادب یہی تھا۔ یہ عبدیت جو تھی، یہ شانِ عبدیت انسان کی اصل صفت ہے اور حضرتِ موسیٰؑ نے جب سوال کیا تو یہاں سوال کرنے والے اپنے جیسے ایک انسان ہیں تو ان کو برابر جواب دیا؛ تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ حضرتِ آدمؑ کے پاس بھی جواب ہے لیکن وہاں بولنے جیسا تھا ہی نہیں اور یہاں بولنے کے لیے تھا۔

انسان کو اشرف المخلوقات بنانے والا وصفِ امتیازی

بتلانا یہ چاہتا ہوں کہ حضرتِ آدمؑ کا جو وصفِ امتیازی اللہ تعالیٰ کے یہاں ہے، وہ یہی ہے عبدیت کا، بندگی کا، فرشتوں اور شیطان پر ان کو جو فوقیت ملی ہے، وہ اسی وصف کی وجہ سے ہے۔ فرشتوں جیسے فرشتوں نے جب اللہ تعالیٰ نے اپنے ارادے کا اظہار فرمایا تو بول پڑے، وہ تو جب اللہ تعالیٰ نے چپ کرا دیا تو چپ ہو گئے، آگے نہیں بڑھے، شیطان تو آگے بڑھ گیا، نافرمانی پر اتر آیا لیکن حضرتِ آدمؑ تو بولے ہی نہیں، یہ انسان کی خوبی ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان میں جو اصل وصف رکھا ہے، وہ یہی شانِ عبدیت ہے، یہ وصف جس انسان کے اندر جتنا زیادہ ہوگا، وہ اتنا ہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقرب ہوگا، اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کا مرتبہ اتنا ہی بلند ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے بے شمار فرشتے موجود ہیں

بہر حال! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرشتوں کے ہوتے ہوئے انسان کو پیدا کیا، حالاں کہ عبادت کرنے کے لیے فرشتے موجود تھے، فرشتوں کی

عبادت بھی ایک عبادت ہے، اپنے شایانِ شان: بعضے فرشتے ہیں جو ہمیشہ رکوع ہی میں ہیں اور بعضے وہ ہیں کہ جو جب سے پیدا ہوئے، ہمیشہ سجدے ہی میں ہیں، عبادت میں لگے ہوئے ہیں۔

آسمان میں کوئی جگہ عبادت کرنے والے فرشتوں سے خالی نہیں ہے

مشکوۃ کے اندر روایت موجود ہے: أَطَّتِ السَّمَاءُ کہ: آسمان چرچراتا ہے، جیسے کسی پلنگ کی کیپیسیٹی (capacity) پانچ آدمیوں کی ہو اور دس بیٹھ جاویں تو پلنگ کے اندر سے چرچر کی آواز آتی ہے، اسی طرح آسمان بھی چرچراتا ہے، وَحُقَّ لَهَا أَنْ تَئِطَّ: اور اس کو حق ہے کہ وہ چرچرائے، مَا فِيهَا مَوْضِعُ أَرْبَعِ أَصَابِعَ إِلاَّ وَمَلَكٌ وَاضِعٌ جَبْهَتَهُ سَاجِدًا لِلَّهِ: کیوں کہ آسمان میں چار انگلیوں کے برابر بھی کوئی جگہ ایسی نہیں ہے، جہاں کوئی فرشتہ اللہ کی عبادت میں مشغول نہ ہو اور سر بسجود نہ ہو(١)۔

ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کرّ و بیاں

بہر حال! اللہ کی عبادت کرنے والے فرشتے موجود تھے، اللہ کے حکم کی فرماں برداری کرنے والے فرشتے موجود تھے، جیسا کہ ان کی شان بتلائی: ﴿لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ﴾ [التحریم:٦] کہ: اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کام کرتے ہیں جس کا اللہ نے حکم دیا، اس کے باوجود انسان کو پیدا کیا گیا تو اس کو

---

(١) مشکوۃ شریف، باب البکاء والخوف، سنن الترمذی، عَنْ أَبِي ذَرٍّ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ، بَابٌ فِي قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيلاً.

اسی لیے تو پیدا کیا گیا:﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾[الذاریات:٥٦] کہ ہم نے جنات اور انسان کو اپنی عبادت ہی کے لیے پیدا کیا۔ آخر کون سی عبادت تھی جس کے لیے انسان کو پیدا فرمایا؟۔

انسان میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور معصیت دونوں صلاحیتیں ہیں

اس کا جواب یہ ہے کہ انسان سے جو عبادت مطلوب ہے جو اللہ تعالیٰ اس سے لینا چاہتے ہیں، وہ یہ ہے کہ انسان کے مزاج، اس کے نیچر (nature) میں، اس کی طبیعت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے دونوں چیزیں رکھی ہیں: اطاعت کے جذبے کے ساتھ معصیت اور اللہ کے حکم کی بجا آوری کے ساتھ نافرمانی کا مادہ، دونوں چیزیں اللہ تعالیٰ نے رکھی ہیں اور فرشتوں کے مزاج میں یہ چیز ہے ہی نہیں۔ اب انسان میں ان دونوں چیزوں کے ہوتے ہوئے، مخالف پہلو موجود ہے کہ اس کے اندر خواہشات کا تقاضا موجود ہے اور اس کے باوجود وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو بجالاتا ہے۔

ایماں مجھے روکے ہے جو کھینچے ہے مجھے کفر

فجر کی اذان ہوئی، اب نفس کہتا ہے کہ باہر سردی بہت ہے، لحاف میں سے کہاں باہر نکلتے ہو! پڑے رہو اور میٹھی نیند کے مزے لیتے رہو لیکن اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، نفس کی خواہش اور اس کے تقاضے کے ہوتے ہوئے وہ اٹھتا ہے، طبیعت نہ چاہنے کے باوجود وہ وضو کرتا ہے، نفس کے نہ چاہنے کے باوجود سخت سردی میں گھر سے نکل کر مسجد کی طرف جاتا ہے، جماعت کے ساتھ نماز کا اہتمام کرتا ہے، یہ اس کے مزاج کے خلاف

ہے۔فرشتوں میں تو معصیت کا مادہ ہے ہی نہیں، اطاعت ان کا مزاج ہے، وہ نہیں کرنا چاہیں، ایسا ہو ہی نہیں سکتا، ان کو تو کرنا ہی ہے۔

اندھے کے ناجائز امور کو نہ دیکھنے میں کوئی کمال نہیں ہے

اس کو ایک مثال سے سمجھو! ایک آدمی اندھا ہے اور ایک آدمی بینا ہے، دیکھنے کی صلاحیت اس کے اندر موجود ہے۔اب اگر اندھا آدمی یوں کہے کہ الحمدللہ! میں نے آج تک کسی نامحرم عورت کو نہیں دیکھا!، الحمدللہ! آج تک میں نے کبھی ٹی وی نہیں دیکھا، کبھی بے ریش لڑکے کی طرف میں نے نظر نہیں کی تو ظاہر ہے کہ لوگ اس کو یہی کہیں گے کہ اس میں کمال کی کیا بات ہے، تیرے پاس دیکھنے کے واسطے ہے ہی کہاں! تو نے اگر نامحرم عورت کو نہیں دیکھا، ٹی وی نہیں دیکھا، بے ریش لڑکے کو نہیں دیکھا تو یہ کوئی کمال کی بات نہیں ہے، تیرے اندر اس کی صلاحیت ہی نہیں ہے۔

اور ایک دوسرا آدمی ہے جس کے اندر دیکھنے کی صلاحیت ہے اور آنکھوں کے ساتھ ساتھ تقاضا بھی موجود ہے- یہ تقاضا یاد رکھنا، فرشتوں میں آنکھیں تو ہیں لیکن طبیعت میں تقاضا نہیں- اس کی طبیعت میں جو خواہش اور تقاضا ہے، جذبہ ہے، وہ یہ چاہتا ہے کہ نامحرم عورتیں جا رہی ہیں، بڑے حسین حسین چہرے ہیں، مزا آجائے گا، دیکھ لو، پتہ نہیں پھر موقع ملے یا نہ ملے، بڑا سنہرا موقع ہے۔

بدنظری: ایک خطرناک گناہ

آج کل تو ”نوراتری“ (ہنود کا ایک تیوہار ہے) کا موقع ہے، لوگ چپکے چپکے

جاتے ہیں اور آنکھوں کی خواہش کو پورا کر کے دل کو خراب کرتے ہیں۔ یہ بدنظری بڑی خطرناک چیز ہے، بڑی سے بڑی عبادت کی روح کو ختم کر دیتی ہے اور آج یہ فتنے اتنے عام ہیں کہ اللہ کی پناہ! آدمی بازار میں نکلا نہیں کہ نظر پڑی۔

اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کو اپنے سامنے رکھ کر اپنی خواہشات کو قربان کرنے والا

تو طبیعت میں تقاضا بھی ہے لیکن وہ یہ سوچتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ حکم ہے: ﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ﴾ [النور:۳۰] اے نبی! آپ ایمان والوں سے کہہ دیجیے کہ اپنی نگاہوں کو نیچی رکھا کریں۔ اور باری تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ﴾ [غافر:۱۹] آنکھوں کی خیانت یعنی آنکھوں سے چپکے چپکے جو نامحرموں کو دیکھتے ہیں، اس کو اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور دلوں میں جو تم خیالات پکاتے ہو، اس سے بھی اللہ واقف ہیں۔

اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کو کہ: لَعَنَ اللّٰهُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُورَ إِلَيْهِ: اللہ تعالیٰ نے لعنت کی دیکھنے والے کے اوپر بھی اور جس کو دیکھا جا رہا ہے، اس کے اوپر بھی، اس کو بھی اپنے سامنے رکھتا ہے اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد بھی یاد رکھتا ہے: مَنْ نَظَرَ إِلَى مَحَاسِنِ امْرَأَةٍ أَجْنَبِيَّةٍ عَنْ شَهْوَةٍ صُبَّ فِي عَيْنَيْهِ الْآنُكُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ [1] کہ کسی عورت کے حسن کی طرف اگر کسی نے دیکھا تو قیامت کے روز اس کی آنکھوں میں پگھلایا ہوا

(۱) نصب الراية لأحاديث الهداية، ۲۴۰/۴، فَصْلٌ فِي الْوَطْءِ، وَالنَّظَرِ، وَالْمَسِّ.

سیسہ ڈالا جائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ سارے ارشادات سن کر کے اور سمجھ کر کے وہ نامحرم کو دیکھنے سے باز آجاتا ہے۔

یہ نہیں کہ اس کو دیکھنا اچھا نہیں لگتا، نفس تو اس کے پاس بھی ہے لیکن وہ اللہ کے حکم پر عمل کرنے کے لیے اپنے آپ کو روکتا ہے، اپنی آنکھوں کی حفاظت کرتا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ اللہ کے حکم کے خلاف کا جذبہ ہونے کے باوجود، اس جذبے کو کچل کر اور ساری قربانیاں دے کر، مشقتیں اٹھا کر، تکلیفیں برداشت کر کے اللہ کے حکم کو پورا کر رہا ہے، یہ شان اللہ تعالیٰ نے انسان میں پیدا کی ہے۔

جنت کی نعمتوں سے فرشتے متمتع نہیں ہو سکتے

اسی لیے جنت کی نعمتوں سے فائدہ بھی انسان اٹھائے گا۔ بھائی! جنت کے اندر اللہ تبارک وتعالیٰ حوریں دیں گے تو ان حوروں سے فرشتے کہاں فائدہ اٹھا سکتے ہیں، ان کے اندر تو اللہ تعالیٰ نے خواہشیں رکھی ہی نہیں ہے۔ ہمارے حضرت حکیم اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اگر حضرتِ جبرئیل علیہ السلام کی گود میں کسی حسینۂ عالم کو بھی بٹھا دیا جائے تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے، مطلب یہ ہے کہ ان کے اندر یہ جذبہ ہی نہیں ہے۔

کسی چیز سے لطف اندوز ہونے کا اصول

جیسے ایک چھوٹا بچہ ہوتا ہے، اس کے سامنے اگر دنیا کی حسین ترین عورت لائی جائے تو اس کو پتہ ہی نہیں کہ یہ کیا چیز ہے، اس میں کون سا کمال ہے، وہ جو بڑے ہیں، وہ جانتے ہیں، جن کے اندر اللہ نے شہوت کا یہ جذبہ رکھا ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ یہ عورت کیا

چیز ہے، یہ کون سا ہیرا ہے، اس بچے کو بے چارے کو کیا معلوم!!

جس چیز میں جس چیز کا جو جذبہ رکھا گیا ہے، وہی اس چیز کے فوائد اور نقصان سمجھے گا، اگر بہترین گانا آرہا ہو تو جس کے اندر سننے اور سمجھنے کی صلاحیت ہوگی، وہی اس سے لطف اندوز ہوگا۔ اب یہ کرسی اس گانے سے کیا لطف اندوز ہوگی؟

بھینس کے سامنے بین بجائے، بھینس کھڑی.....

میں کہا کرتا ہوں کہ جب لوگوں کے سامنے کوئی شان دار لطیفہ بیان کیا جائے تو جس کے پاس بھیجا ہی نہیں ہے، وہ کیا سمجھے گا کہ اس لطیفے میں کیا کمال ہے، ساری دنیا اس کو سن کر کے ہنس رہی ہے اور یہ ان کا منہ تک رہا ہے کہ یہ کیوں ہنس رہے ہیں!! اس کے اندر اس سے لطف اٹھانے کی صلاحیت ہی نہیں ہے۔

میں بتلانا یہ چاہتا ہوں کہ انسان کے اندر یہ جذبات موجود ہیں اور ان مخالف جذبات کے اس کے اندر ہونے کے باوجود اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم کو پورا کرنے کے لیے ان جذبات کو مارتا ہے اور اللہ کے حکم کو بجالاتا ہے تو یہ کمال کی بات ہے۔

اللہ تعالیٰ کے لیے اپنی خواہشات کو قربان کرنے کی بہترین مثال

اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر کھانے کی خواہش رکھی، پینے کی خواہش رکھی، بیوی کے ساتھ صحبت کی خواہش رکھی، اللہ نے حکم دیا روزے کا کہ روزہ رکھو، اب یہ آدمی صبحِ صادق سے لے کر غروبِ آفتاب تک بارہ گھنٹے، چودہ گھنٹے، پندرہ گھنٹے، جیسا جیسا دن ہو، اس کے مطابق اپنے آپ کو پینے کی خواہش کے باوجود پینے سے روکتا ہے، گرمی کے

سخت دن میں لو چل رہی ہے، پیاس شدت کی ہے، حلق میں کانٹے پڑے ہیں اور جی چاہتا ہے کہ پانی پیے، کوئی نہیں ہے، دروازہ بند ہے، کُنڈی لگی ہوئی ہے، کمرے میں فریز موجود ہے، اس میں ٹھنڈا پانی بھی ہے، جیوس بھی ہے، اگر دو چار گلاس پی لے گا تو اس کو کوئی دیکھنے والا بھی نہیں ہے، اگر شام میں افطار کے وقت آستین چڑھا کر افطاری کے دستر خوان پر آ کر بیٹھ جائے تو کسی کو پتہ بھی نہیں چلے گا کہ یہ جیوس کے دو چار گلاس چڑھا کر آیا ہے۔

لیکن نہیں! وہ سوچتا ہے کہ میں نے جس کے لیے روزہ رکھا ہے، وہ تو جانتا ہے، دیکھتا ہے۔ کیسا بھی مسلمان ہو، گئے سے گیا گذرا مسلمان بھی ہو، ایک مرتبہ اس نے روزے کی نیت کر لی اور یہ طے کر لیا کہ مجھے روزہ رکھنا ہے تو کیا وہ پانی پیے گا؟ نہیں، تنہائیوں میں بھی نہیں پیے گا، کمرہ بند ہو تو بھی پانی نہیں پیے گا کہ میں جس ذات کے لیے روزہ رکھ رہا ہوں، وہ تو دیکھ رہا ہے۔

روزہ: اخلاص وللّٰہیت کا بہترین مظہر

اور روزہ ایک عجیب چیز ہے۔ دن کے وقت کوئی مجمع موجود ہو، اس میں روزے دار بھی ہیں، آپ منہ دیکھ کر کہہ سکتے ہیں کہ اس کا روزہ ہے اور اس کا نہیں ہے؟ نہیں! روزہ ایسی چیز ہے کہ اس کا پتہ اللہ تعالیٰ کو ہی چلے گا۔ نماز پڑھیں گے تو نیت کر کے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوں گے۔ زکوۃ دے رہے ہیں تو جو پاس میں موجود ہوگا، وہ تو دیکھے گا کہ اس نے کسی کو کچھ دیا لیکن روزہ ایک ایسی چیز ہے کہ پتہ ہی نہیں چلے گا کہ اس کا

روزہ ہے، جب تک کہ وہ خود نہ بتاوے، اللہ ہی جانتا ہے۔

روزے کا بدلہ اللہ تعالیٰ دیں گے

اسی لیے حدیث میں اس کی خصوصیت بتائی گئی: الصَّوْمُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ: روزہ میرے لیے ہے اور میں اس کا بدلہ دوں گا[1]؛ اس لیے کہ روزہ خالص اللہ ہی کے لیے رکھا جاتا ہے، اس سے ڈر کر ہی رکھا جاتا ہے، اس میں عام طور پر ریاکاری نہیں ہوتی کہ کوئی دیکھتا ہی نہیں کہ اس کا روزہ ہے۔

روزے کے سلسلے میں ایک روح پرور واقعہ

اس میں اللہ کے استحضار کی شان پائی جاتی ہے کہ ہمیشہ یہ تصور رہتا ہے کہ اللہ مجھے دیکھ رہے ہیں۔ تقسیمِ ہند سے پہلے ایک آئی پی ایس (i.p.s) آفیسر تھے، نام تھا قدرت اللہ شہاب۔ تقسیم کے بعد اُدھر پڑوس (پاکستان) میں چلے گئے، پہلے غیر منقسم ہندوستان میں یہیں تھے، یہیں کی انڈین سول سروس (indian civil service) کا جو سلسلہ ہے، اس کے جو کیڈر (cadre)، انتظامیہ کے بڑے آفیسر سمجھے جاتے ہیں، اس قسم کے بڑے آفیسر تھے، تقسیم کے بعد اُدھر چلے گئے۔

ڈچ قوم اور فکری آزادی

یہ پڑھنے کے زمانے میں بھی ہالینڈ میں رہے ہیں اور پھر سفیر کی حیثیت سے بھی

(۱) صحیح البخاری، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: {يُرِيدُونَ أَنْ يُبَدِّلُوا كَلاَمَ اللَّهِ} [الفتح:۱۵] رقم الحدیث: ۷۴۹۲.

رہے ہیں، ہالینڈ کے لوگوں کو ڈچ (dutch) کہتے ہیں، جنوبی افریقہ میں ان ہی لوگوں کی پہلے حکومت تھی۔ مذہب کے اعتبار سے یہ لوگ عیسائی ہیں، ان لوگوں میں ایک طرح کی فکری آزادی ہے۔ ہمارے یہاں جب کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے اور سرکاری کچہری میں اس کا نام لکھوانے کے لیے جاتے ہیں تو ایک فارم ہوتا ہے، اس میں بہت سی چیزیں ہوتی ہیں کہ اس کا باپ کون ہے، ماں کون ہے، اس کا مذہب کیا ہے، وغیرہ، وغیرہ تو ہم تو مذہب کے کھانے میں ''اسلام'' لکھوا دیتے ہیں۔ وہاں ڈچ لوگوں کی یہ عادت ہے کہ جب وہ اپنے بچوں کا فارم بھرتے ہیں تو اس میں جو مذہب کا خانہ ہے، اس کو خالی رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ابھی تو یہ بچہ ہے اور ہم باپ ہونے کی حیثیت سے اس کے مذہب اور دھرم کا کیا فیصلہ کریں؟ وہ بڑا ہوگا تو خود فیصلہ کرے گا کہ اسے کون سا مذہب اور دھرم اختیار کرنا ہے۔

ڈچ قوم کی اسلام دشمنی

تو وہاں فکری اعتبار سے آزادی ہے؛ اس لیے مذہبی خانہ خالی رکھتے ہیں لیکن ایک نوٹ وہاں ضرور لکھتے ہیں کہ اسلام کے علاوہ وہ جو مذہب چاہے، اختیار کرے یعنی اسلام کے ساتھ ان کو اتنی دشمنی ہے کہ فکری آزادی ہونے کے باوجود اپنے بچوں پر اس مذہب کو اپنانے پر پابندی لگاتے ہیں۔

یہ نغمہ فصلِ گل و لالہ کا نہیں پابند

تو یہ قدرت اللہ شہاب کہتے ہیں کہ ہالینڈ کے زمانۂ قیام میں ایک مرتبہ باغ میں

مَیں تفریح کے لیے گیا اور وہاں ایک بینچ (bench) پر بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں میرے کانوں میں کسی کی سورۂ رحمٰن پڑھنے کی آواز آئی، میں نے سوچا کہ یہاں کون سورۂ رحمٰن پڑھنے والا ہے؟، میں نے دیکھا کہ تھوڑی دوری پر ایک بینچ پر ایک گورا بیٹھا ہوا ہے اور مجھے لگا کہ یہی پڑھ رہا ہے۔

میں اس کے قریب گیا تو دیکھا کہ وہی پڑھ رہا ہے، اس نے مجھے دیکھ کر پڑھنا بند کر دیا، میں نے اس کو سلام کیا، اس نے سلام کا جواب دیا اور پوچھا کہ کہاں سے ہو؟ میں نے کہا کہ پاکستان، کراچی سے ہوں۔ میں نے پوچھا کہ آپ؟ تو اس نے کہا کہ میں یہیں کا رہنے والا ہوں۔ میں نے پوچھا کہ آپ کو میں نے سورۂ رحمٰن پڑھتے ہوئے سنا!! اس نے کہا کہ میں مسلمان ہوں۔ میں نے پوچھا کہ آپ کیسے اسلام لائے؟ اس نے کہا کہ میرا اسلام بھی آپ ہی کے ملک کی دین ہے، پھر اس نے اپنا واقعہ بتایا:

روزہ ایک ڈچ آدمی کے اسلام کا باعث بنا

میں اسٹیمر کے اندر کیپٹن تھا- اس زمانے میں اسٹیمر ہی زیادہ چلتے تھے، ہوائی جہاز تھے لیکن اس کا رواج کم تھا اور آج بھی دنیا کے اندر مال کے نقل وحمل کے لیے یہی سب سے بڑا ذریعہ ہے- ہمارے اسٹیمر میں ایک مرتبہ کراچی کے اندر مال لادا جا رہا تھا، سخت گرمی کا زمانہ تھا، مزدور گرمی کی شدت کی وجہ سے پسینے سے شرابور ہو رہے تھے کہ ایک تو گرمی سخت تھی اور اوپر بوجھ اٹھا رہے تھے، میں نے اپنے اسٹاف سے کہا کہ ان کو پانی دو۔ چناں چہ ان لوگوں نے پانی پیش کیا لیکن مزدوروں نے انکار کیا اور کہنے لگے

کہ ہمارا روزہ ہے۔

اللہ تعالیٰ تو دیکھ رہے ہیں

وہ کہتے ہیں کہ میں تو سمجھا نہیں، ان مزدوروں میں ایک بڈھا تھا، مجھے اس کے اوپر رحم آیا کہ اتنا بڈھا ہے، شدتِ پیاس سے کہیں مر ہی نہ جائے۔ میں اس کو اشارہ کر کے اپنی کیبن میں لے گیا اور کیبن کا دروازہ بند کر دیا اور پھر فریز کا دروازہ کھول کر اس میں سے جیوس نکال کر، جیوس کا گلاس اس کے سامنے پیش کیا اور کہا کہ یہ پیو۔ وہ میری زبان تو جانتا نہیں تھا لیکن میں نے اشارے سے کہا کہ یہ دروازہ بند ہے اور یہاں کوئی نہیں ہے، تم پی لو لیکن اس نے پینے سے انکار کیا اور منہ پھر لیا اور دروازہ کھول کر چلا گیا کہ یہاں کوئی انسان نہیں تو کیا ہوا، اللہ تو مجھے دیکھ رہا ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ اس کی اس چیز نے مجھے بڑا متأثر کیا کہ اتنی سخت گرمی اور اتنا ضعیف بڈھا لیکن اس کے باوجود محض اللہ کے خیال سے وہ نہیں پی رہا ہے!! آخر کوئی تو چیز ہے۔ اسی کے بعد میں نے اسلام کا مطالعہ کیا اور اس کا میرے دل پر بڑا اثر ہوا اور میں نے اسلام قبول کر لیا۔

بہر حال! میں یہ بتلا رہا تھا کہ روزے میں کیا ہے؟ اس میں آدمی اپنی طبعی تقاضوں کو: کھانے کا، پینے کا، بیوی کا ان تقاضوں کو اللہ تعالیٰ کی خوش نودی کے خاطر قربان کرتا ہے اور وہ بھی ایسی قوت کے ساتھ کہ تنہائیوں میں بھی کبھی اس کو کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔

حکمِ روزہ کا مقصد: حصولِ تقویٰ

حکیم الامت حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ تو فرماتے ہیں کہ ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ یعنی تم پر روزے فرض کیے گئے جیسا کی اگلی امتوں پر فرض کیے گئے تھے؛ تاکہ تمھارے اندر تقوی آجائے تو کہتے ہیں کہ روزے میں تقوی کی ایک خاص صفت آہی جاتی ہے۔ تقوی کا کیا مطلب ہے؟ اللہ کے ڈر سے اس کی نافرمانی کو چھوڑ دینا، اللہ کی ہیبت، اس کی عظمت کو سوچ کر کے اس کی نافرمانی سے، گناہوں سے اپنے آپ کو روکنا، بچانا، اس کا نام تقوی ہے۔ روزے میں یہ بات پائی جاتی ہے۔

روزہ داروں کے لیے لمحۂ فکریہ

لیکن ہم لوگوں کا یہ حال ہے کہ ہم اپنے آپ کو ان تین چیزوں سے دور رکھنے تک محدود رکھتے ہیں: کھائیں گے نہیں، پئیں گے نہیں، بیوی کے ساتھ صحبت نہیں کریں گے کہ ان سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اب آدمی کے لیے سوچنے کی چیز ہے کہ جو چیز اور دنوں میں حلال تھی یعنی کھانا، پینا، اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کرنا، اس کو اللہ کے لیے چھوڑ رہے ہیں اور اس کا اتنا لحاظ کر رہے ہیں تو جو چیزیں اور دنوں میں حرام ہیں: زنا، غیبت کرنا، چغلی کرنا، جھوٹ بولنا ہے، لڑائی جھگڑا کرنا، تہمت لگانا، ٹی وی دیکھنا، بدنظری وغیرہ، اس کو آدمی کس طرح گوارا کرلے گا!۔ یہ سوچنے کی بات ہے۔

ایسے آدمی کے بھوکا، پیاسا رہنے کی اللہ تعالیٰ کو کوئی حاجت نہیں

حدیث میں کہا گیا کہ جو آدمی روزے کی حالت میں جھوٹی بات اور غلط عمل نہ چھوڑے، اللہ تبارک وتعالیٰ کو کوئی حاجت نہیں ہے کہ وہ بھوکا، پیاسا رہے (١)۔ اس لیے کہ روزے کا جو مقصد ہے، وہ یہ تھا کہ آدمی میں اللہ تعالیٰ کے حکم کو بجالاتے ہوئے اللہ کی عظمت اور اس کی ہیبت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اللہ کی نافرمانی سے بچنے کا جذبہ بیدار ہوجائے، یہ کیفیت عام ہوجائے اور خالی کھانے پینے اور جماع تک محدود نہ رہے۔

روزہ: حصولِ تقوی کا ایک مختصر سا کورس ہے

بہرحال! روزہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تقوی حاصل کرنے کا ایک چھوٹا سا کورس ہے، ایک نصاب ہے کہ تم ان تین چیزوں ہی سے نہیں بلکہ تمام گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرو اور ایک مہینے تک اس کیفیت کے ساتھ روزوں کا اہتمام کروگے تو یہ کیفیت تمھارے اندر ایسی راسخ ہوجائے گی کہ اور دنوں میں بھی اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچانا تمھارے لیے آسان ہوجائے گا۔

رمضان کا مہینہ صرف روزے تک محدود نہ رہنا چاہیے

اس مہینے میں صرف روزہ ہی ایک عبادت نہیں بلکہ اس میں تو اور بھی بہت سی چیزیں ہیں، اسی کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: شَهْرٌ عَظِيمٌ، شَهْرٌ مُبَارَكٌ، شَهْرٌ فِيهِ لَيْلَةٌ

---

(١) السنن الصغير للبيهقي، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه، بَابُ الصَّائِمِ يُنَزِّهُ صَوْمَهُ عَنِ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ.

خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ کہ: یہ ایک عظمت والا، برکت والا مہینہ ہے جس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے، یہ وہی لیلۃ القدر ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کو اسی لیے متعین کر کے نہیں بتایا؛ تاکہ لوگ اس کو تلاش کرنے میں بہت کچھ محنت کرلیں اور مزید کئی دن راتوں کی عبادت کا ثواب بھی ان کو مل جائے، اس میں یہ بھی حکمت ہے۔

جھگڑے کی نحوست سے شبِ قدر کی تعیین اٹھالی گئی

حالاں کہ روایتوں میں آتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی تعیین بتلائی تھی اور آپ لوگوں کو بتلانے کے لیے حجرے سے باہر تشریف لارہے تھے، اتنے میں آپ کی نظر پڑی کہ دو آدمی جھگڑ رہے ہیں اور آپ ان کا جھگڑا ختم کرنے میں جو مشغول ہوئے اور وہ جھگڑا تو چکا دیا لیکن وہ بات ذہن سے نکل گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تمھارے جھگڑے کی وجہ سے شبِ قدر کی تعیین اٹھالی گئی اور اسی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے خیر ہے (۱)۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے فضائلِ رمضان میں "اس میں کیا خیر ہے" اس پر تفصیلی کلام بھی کیا ہے۔

اللہ کی رحمت کے جھونکوں سے خود کو فائدہ پہنچایئے

بتلانا یہ ہے کہ اس مہینے میں ایک رات ایسی ہے۔ حالاں کہ اس مہینے کی تو ہر گھڑی دن بھی، رات بھی قابلِ قدر ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے: إن لربكم في أيام

---

(۱) صحيح مسلم، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ تعالىٰ عَنْهُ، بَابُ فَضْلِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ، وَالْحَثِّ عَلَى طَلَبِهَا، وَبَيَانِ مَحَلِّهَا وَأَرْجَى أَوْقَاتِ طَلَبِهَا.

دھر کم نفحات ألا فتعرضوالھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے کچھ رحمت کے جھونکے چلتے ہیں، تم اس کے سامنے آؤ(١)۔ جیسے گرمی کا زمانہ ہو، شدت سے گرمی پڑ رہی ہو اور کھڑکی کھلی ہو اور وہاں سے ہوا کی لہر، اس کا جھونکا آتا ہو تو آدمی کیا کرتا ہے؟ وہاں سے ہٹ کر اس کھڑکی سامنے آتا ہے؛ تا کہ ہوا اس کو لگے اور اس کو اطمینان حاصل ہو تو رمضان میں بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کے جھونکے چل رہے ہیں، اپنے آپ کو ان جھونکوں کے سامنے لے آؤ یعنی اس سے فائدہ اٹھاؤ اور اس سے فائدہ اٹھانے کی شکلیں یہی ہیں جو بتائی گئیں۔

رمضان میں ادا کی جانے والی بعض عبادتوں کا اجمالی خاکہ

اور اس میں کیسی کیسی عبادتیں ادا کی جاتی ہیں، مثلاً روزہ، یہ ایک بہت بڑی عبادت ہے، جیسا کہ بتلایا اور فریضۂ اسلام بھی ہے اور نمازِ تراویح ہے اور پنج وقتہ نمازیں جو روزانہ ادا کی جاتی ہیں، وہ بھی اس میں پڑھنی ہیں، قرآنِ پاک کی تلاوت ہے اور بھی عبادتیں ہیں: تسبیحات ہیں، ذکر واذکار ہے، دعاؤں کا اہتمام ہے، ان دنوں کے اندر آدمی زکوۃ کی ادائگی کی طرف بھی متوجہ ہو۔

آخری عشرے کی اہم عبادت: اعتکاف

اور اس میں آخری عشرے کے اندر ایک اور عبادت بھی ہے اور وہ اعتکاف کی شکل

(١) تخریج أحادیث إحیاء علوم الدین، قال العراقي: أخرجه الترمذي الحکیم في النوادر والطبراني في الأوسط من حدیث محمد بن مسلمة ولابن عبدالبر في التمهید نحوه من حدیث أنس ورواه ابن أبي الدنیا في کتاب الفرج من حدیث أبي هریرة واختلف في إسناده اهـ.

میں ایک مستقل عبادت ہے، اس میں بھی آدمی اللہ تبارک وتعالیٰ کے لیے تمام لوگوں سے ملنا جلنا چھوڑ کر کے یکسوئی حاصل کرتا ہے، اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے گھر میں اس نیت سے ڈال دیتا ہے کہ جب تک کہ مغفرت نہ ہو، یہاں سے ٹلنے والا نہیں ہوں، اعتکاف کیا ہے؟ آج کل کی اصطلاح کے اعتبار سے یہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں ''دھرنا'' دینا ہے کہ معاف کرائے بغیر میں تو یہاں سے جانے کا ہی نہیں۔

قلوب پر کاروباری مشغولیوں کی وجہ سے پڑنے والے اثرات

رمضان کے مہینے کو اللہ تعالیٰ نے اسی لیے بنایا ہے اور اس کی ایک وجہ ہے کہ سال بھر تو ہم اِدھر اُدھر اپنے کاروباری مشاغل کے اندر مصروف رہتے ہیں، اگرچہ نماز پڑھنے والے نماز بھی پڑھتے ہیں لیکن کاروباری مشاغل کے ساتھ جو نماز پڑھی جائے گی تو جو لطف آنا چاہیے، وہ حاصل نہیں ہوتا، کاروبار کی اپنی ایک تاثیر بھی ہے کہ کاروباری مشغولیوں کی وجہ سے دلوں پر ایک خاص اثر بھی ہوتا ہے۔ ہر چیز کا اپنا اثر ہوتا ہے، آپ نے اچھے سے کپڑے پہنے ہیں تو کتنا ہی بچائیں، میلے تو بہر حال ہوں گے، ایسا تو ہو ہی نہیں سکتا کہ میلے نہ ہوں، میلے ہوں گے اور دو چار دن کے بعد اتار کر دھونے پڑیں گے۔ آپ گھر سے باہر نکلیں گے تو کچھ گرد وغبار آپ کے جسم کو لگے گا ہی اور شام کو گھر آ کر آپ کو دھونا پڑے گا، ایک دو دن کے بعد غسل کرنا ہی پڑے گا اور اپنے آپ کو اس میل کچیل سے صاف کرنا ہی پڑے گا۔

دینی مشاغل میں مشغول لوگوں کے قلوب پر بھی دنیا کا اثر آجاتا ہے

ہر چیز کا اپنا اثر ہوتا ہے، یہ کاروبار کی اپنی مشغولی اور لوگوں کے ساتھ اختلاط اور میل جول، ان سب کا بھی قلب پر اثر ہوتا ہے۔ کوئی خالص دین کے کام میں لگا ہوا کیوں نہ ہو۔ مدرسے میں دینی علوم پڑھنے، پڑھانے والے یوں کہیں، ہم کہاں دکان پر بیٹھتے ہیں، ہم کہاں فیکٹری میں جاتے ہیں، ہم کہاں کھیتی باڑی میں مشغول رہتے ہیں۔ ہمارا کام تو ۲۴ر گھنٹے قرآن پڑھنا، پڑھانا، دینی علوم کی درس وتدریس کرنا ہے۔ دعوت وتبلیغ والے کہ جنھوں نے اپنی پوری زندگی ہی اس میں لگادی اور کوئی دھندا نہیں کرتے، وہ یوں کہیں کہ ہم تو دینی کام ہی میں مشغول ہیں، ہم کہاں دنیوی مشاغل میں مبتلا ہیں۔

لوگوں کے ساتھ اختلاط کا اثر نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل پر

یہ سب کچھ ہے لیکن اس کے باوجود اس میں لوگوں کے ساتھ اختلاط ہوتا ہے اور اس اختلاط اور میل جول کے قلب کے اوپر اثرات پڑتے ہیں اور ان اثرات کی وجہ سے قلب پر ایک میل سا آجاتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: إِنَّهُ لَيُغَانُ عَلَى قَلْبِي وَإِنِّي لَأَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ فِي الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ (۱) کہ میرے دل پر ایک بادل سا آجاتا ہے اور میں دن میں ۱۰۰ر سے زیادہ مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔

یہ کیا ہے؟ یہ لوگوں کے ساتھ اختلاط اور میل جول کی وجہ سے دلوں پر کیفیت پیدا ہوتی ہے، لوگوں کے ساتھ میل جول چاہے اچھی نیت سے ہو، حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۲۴ر

---

(۱) صحیح مسلم، عَنِ الْأَغَرِّ الْمُزَنِيِّ رضی اللہ عنہ، بَابُ اسْتِحْبَابِ الِاسْتِغْفَارِ وَالِاسْتِكْثَارِ مِنْهُ.

گھنٹے اللہ کے دین کی دعوت دیا کرتے تھے، تعلیم و تعلم اور لوگوں تک قرآن پہنچانے میں مشغول رہتے تھے، اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ حال ہے!!۔

بہرحال! یہ دنیوی اور دینی مشاغل کی وجہ سے قلب پر جو اثرات آتے ہیں، ان ہی اثرات کو قلب سے دور کرنے کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ مہینہ رکھا ہے؛ اس لیے ہم اس مہینے کے اندر اپنے آپ کو خاص اس کے لیے فارغ کرلیں۔

ہمارے اسلاف کا معمول

ہمارے بزرگوں کا معمول یہی تھا کہ وہ ماہِ مبارک کی عبادت کے لیے اپنے آپ کو فارغ کر لیتے تھے، حالاں کہ ویسے بھی ان کا بارہ مہینے کا مشغلہ دین کی خدمت ہی تھا لیکن اس کے باوجود وہ رمضان میں بالکل یکسو ہو کر خاص کر کے قرآن کی تلاوت اور اللہ کی عبادت میں مشغول ہو جاتے تھے اور لوگوں کے ساتھ ملنا جلنا بھی نہیں ہوتا تھا، ان کی یہی کوشش ہوتی تھی کہ لوگ کم سے کم ملیں۔

رمضان میں سارے کام چھوڑ کر اللہ کی عبادت میں مشغول ہو جایئے

تو گویا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کو دعوت دی جاتی ہے کہ اس مہینے کو میری عبادت کے لیے خالص کرلو۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر آدمی سوچ لے کہ اس کی ۲۴ ر گھنٹے کی مشغولی کیا ہے، اگر ایسے کام ہیں کہ جس کو وہ چھوڑ سکتا ہے تو اس کو چاہیے کہ ان سارے کاموں کو چھوڑ چھاڑ کر ایک مہینہ اللہ کی عبادت میں یکسوئی کے ساتھ مشغول ہو جائے اور اگر ضروری کام ہے تو جتنا ضروری ہے، اتنا کرے۔

باقی دوسری مشغولیتیں: وہ روزانہ کا اخبار دیکھنا، اپنے دوستوں کے ساتھ بیٹھنا اور یہ کہنا کہ چلو! آج راندیر جا آویں اور وہاں ناشتہ کر آویں اور دوسرے دن سوچیں کہ اُدھر چوپاٹی پر آئس کریم بہت اچھی ملتی ہے، ذرا وہ کھا آویں، کسی دن یہ سوچے کہ وہاں لاجپور ناناواڈی پر جا کر کھانے کھا آویں، پتہ نہیں، روزانہ ایک نیا پروگرام بنتا ہے۔ ہم نے رمضان کو کھانے پینے کا مہینہ بنا دیا۔

ختمِ سحری کے وقت اعلان میں مبالغہ اور اس کی خرابی

سحری سے پہلے ہمارے یہاں کیا ہوتا ہے؟ یہ اعلان ہوتا ہے کہ سحری کا وقت ختم ہونے میں آدھا گھنٹہ رہ گیا ہے پھر اعلان ہوتا ہے کہ صرف ۱۵ ر منٹ رہ گئے ہیں پھر کہتے ہیں کہ پانچ منٹ رہ گئے ہیں، دو منٹ رہ گئے ہیں، ایک منٹ رہ گیا ہے۔ ایک صاحب نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ اعلانات دوسرے سنتے ہوں گے تو کیا کہتے ہوں گے کہ یہ لوگ بس کھلانے پلانے کی باتیں ہی کرتے رہتے ہیں کہ دیکھو! چوک مت جانا، جتنا انڈیلنا ہو، انڈیل دو، وقت نکلا جا رہا ہے۔ کیا ترغیب دی جا رہی ہے؟ غیر مسلموں پر اس کا کیسا امپریشن (impression) پڑتا ہوگا۔ ارے جس کو کھانا ہوگا، وہ تو کھائے گا، تم کاہے کو اس کی فکر کرتے ہو؟ لیکن اس کا اتنا زیادہ اہتمام ہوتا ہے۔

کبھی اس کی بھی ترغیب دیجیے

آج تک کبھی اس کی ترغیب دی کہ بھائی! جماعت کھڑی ہو رہی ہے، جلدی سے

آجاؤ، ورنہ تمھاری تکبیرِ اولی فوت ہوجائے گی۔ وہاں تو اس کی کوئی فکر نہیں، یہاں تو مغرب کی نماز کے وقت اور دوسری نمازوں کے اوقات میں بھی مسجد کے دروازے پر آکر کھڑے ہیں اور انتظار کر رہے ہیں، جیسے تکبیر کی آواز سنی کہ بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔ جیسے وہ مرنے والا ہوتا ہے نا، اس کی سانس تیز ہوجاتی ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کی موت کا وقت مقرر ہے اور اس کی سانسیں بھی مقرر ہیں کہ اس کو اپنی زندگی میں اتنی سانسیں لینی ہیں، اب اس کی زندگی کے دو منٹ باقی ہیں اور سانسیں بہت زیادہ باقی ہیں تو اس کی سانسیں تیز ہوجاتی ہیں کہ اس کی سانسیں تو پوری ہوجاویں، زندگی میں جتنی سانسیں اللہ تعالیٰ نے لکھی ہیں، وہ کم نہیں ہونی چاہئیں۔

بیڑی پینے والوں کی بے صبری

اسی طرح ان کی (بیڑی، سگریٹ پینے والوں) پمپنگ ــــــ(pupming) تیز ہوجاتی ہے اور پھر نہ کُلی کی، نہ کچھ کیا اور دوڑ کر آکے صف میں کھڑا ہوگیا۔ اب بے چارہ جو پاس میں کھڑا ہے، اس کو بدبو کے ایسے بفارے آتے ہیں کہ اللہ کی پناہ! اس کے لیے مغرب کی تین رکعت پوری کرنا مشکل ہوجاتا ہے۔ بھائی! اللہ کے واسطے اس کا لحاظ کیجیے۔ آپ نے دن بھر صبر سے کام لیا تو کچھ اور صبر کر لیجیے، یہ کیا کہ اس کے لیے آپ ایک رکعت یا تکبیرِ اولی فوت کر رہے ہیں، پانچ سات منٹ میں یہ تین رکعت پوری ہونے والی ہیں، دس منٹ اور صبر کر لیتے لیکن نہیں!۔

بہر حال! کہنے کا حاصل یہ ہے کہ ان چیزوں میں ہم بڑے چوکنے رہتے ہیں،

اصل تو یہ ہے کہ ہم یہ فکر کریں کہ اب عشاء کا وقت قریب ہو گیا، جلدی سے قرآن ختم کرنا ہے، تیزی سے پڑھو، افطاری کا وقت قریب آ رہا ہے، جلدی کرو؛ تا کہ دعا کا موقع ملے تو اہتمام تو اس کا ہونا چاہیے لیکن نہیں۔

تراویح اور امت کا بگڑا ہوا مزاج

ایک عمل رمضان کا تراویح بھی ہے، اس کو توجہ اور اہتمام کے ساتھ ادا کرنا اور صحیح طریقے سے تلاوت کرنا چاہیے۔ اب لوگوں کا ایک مزاج ہو گیا ہے کہ جہاں جتنا جلدی پڑھا جاتا ہو، چاہے ایک حرف بھی سمجھ میں نہ آوے، نہ پڑھنے والے کے، نہ سننے والے، وہ زیادہ کامیاب سمجھا جاتا ہے، سب سے اچھا اور کامیاب حافظ وہ جو سب سے کم وقت کے اندر تراویح ختم کر دے، یہ کوئی کمال کی بات نہیں ہے۔

قرآن کو ٹھیر ٹھیر کر پڑھنا واجب ہے

اللہ تعالیٰ کا حکم ہے: ﴿وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا﴾ [المزمل:٤]: ٹھیر ٹھیر کر پڑھو۔ ٹھیر ٹھیر پڑھنے کو واجب قرار دیا ہے، ترتیل کا معنی ہے ٹھیر کر پڑھنا اور یہاں جلدی پڑھنے کو کمال سمجھا جاتا ہے۔

اس دھرتی پہ بھاری ہیں نمازیں اپنی

کہنے کا حاصل یہ ہے کہ تراویح پوری رغبت اور شوق کے ساتھ پڑھی جائے، بوجھ سمجھ کر کے نہیں اور یہ تو بوجھ سمجھ کر پڑھی جاتی ہے اور پھر کمال کی بات تو یہ ہے کہ یہی جلدی جلدی تراویح پڑھنے والے اسی مسجد کے دروازے پر آدھا آدھا گھنٹہ، پونا پونا

گھنٹہ کھڑے رہیں گے۔ جہاں دوسری جگہوں پر اطمینان سے تراویح ہوتی ہے، وہ فارغ ہوکر گھر چلے جائیں گے اور یہ یہاں کے یہاں کھڑے رہیں گے تو بھائی! آپ نے یہ جلدی کرکے کیا حاصل کیا؟ سوائے اللہ کی ناراضگی کے اور کیا لے کر کے جارہے ہیں۔ یہ پڑھنے کے طریقے صحیح نہیں ہیں، بجائے ثواب کے گناہ مول لیتے ہیں، تمام حُفّاظ جو اس طریقے سے پڑھتے ہیں، وہ بھی گنہگار ہیں اور جو ایسا سنتے ہیں، وہ بھی گنہگار ہیں، یہ طریقہ بالاتفاق تمام علماء نے منع لکھا ہے، اس لیے قرآن کو صحیح طریقے سے پڑھنے اور سننے کا اہتمام ہو۔

تم ہی کہہ دو! یہی آئینِ وفاداری ہے!

اور پھر یہ کہ جہاں اطمینان سے پڑھا جاتا ہے، وہاں لوگوں کا حال یہ ہے کہ امام نے تکبیرِ تحریمہ کہی اور یہ جاکر کے ایک کونے میں بیٹھ گئے، پھر دیکھا کہ اب رکوع کی تیاری ہے تو جلدی سے اٹھے، دوڑے ہوئے آئے اور اللہ اکبر کہہ کے رکوع میں چلے گئے۔ یہ تراویح نہیں ہے، تراویح کا مطلب یہ ہے کہ نماز کی حالت میں پورا قرآن سنے اور آپ تو قرآن کی تلاوت کے وقت باہر بیٹھے ہوئے ہیں، یہ تو بے رغبتی ہوئی اور اللہ کے کلام کی طرف سے اعراض ہوا، یہ اور وبال کی چیز ہے؛ اس لیے پوری رغبت کے ساتھ تراویح پڑھنے کا اہتمام کیجیے۔

ہم دوستوں کے پاس کھڑے رہنے میں کتنا وقت نکال دیتے ہیں؟ راستے میں کوئی دوست مل گیا تو خالی خیر خیریت دریافت کرنے میں ہی دس منٹ نکال دیتے ہیں،

دس منٹ تو کہیں گئے ہی نہیں اور پھر ذرّہ برابر پیروں پر اثر نہیں پڑے گا، بڑے اطمینان کے ساتھ کھڑے وہیں گے اور یہاں حافظ صاحب نے جہاں ایک دور کوع پڑھ لیے تو گویا سائیکل چلانی شروع کر دیتے ہیں کہ ایک پیر اٹھا پھر اس کو رکھ کر دوسرا اٹھایا، پاس والا بھی پریشان ہوجاتا ہے کہ پتہ نہیں یہ کیا کر رہا ہے، میرے لیے مصیبت بنا ہوا ہے، اس کے لیے نماز پوری کرنا مشکل ہوجاتا ہے، کیا مصیبت ہے! اور یہی آدمی نماز سے باہر آدھا گھنٹہ کھڑا رہے گا تو ذرّہ برابر اس کو پتہ نہیں چلے گا، یہ کون سا طریقہ ہے!

یہ ساری ہماری کمزوریاں ہیں، اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف سے ہماری غفلتیں ہیں، حالاں کہ اس کی تو قدر ہونی چاہیے تھی، شوق ورغبت ہونا چاہیے تھا۔

رمضان، رمضان پکارنے سے اس کی برکتیں حاصل نہیں ہوتیں

بہرحال! یہ عبادت کے جتنے طریقے ہیں، ان کو اختیار کیا جائے اور پورے ذوق وشوق کے ساتھ ماہِ مبارک کو وصول کرنے کا اہتمام کیا جائے تو إن شاءاللّٰہ تعالیٰ یہ مہینہ ہمارے لیے بابرکت ثابت ہوسکتا ہے، ورنہ تو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ہم شور مچاتے رہیں کہ رمضان، رمضان، رمضان تو ایسا بولتے رہنے سے رمضان کی برکتیں تھوڑی حاصل ہوجائیں گی۔

انسان پورا سال رمضان ہونے کی تمنا کرے اگر...

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کسی کو یہ معلوم ہوجائے کہ رمضان کیا چیز ہے تو وہ تمنا کرے کہ پورا سال رمضان ہو، حالاں کہ پورے سال کے روزے رکھنا کارے

دارد! لیکن اگر اس کی قدر و قیمت کا اندازہ ہو جائے تو اس کی تمنا کرے اور سال بھر کے روزوں کو بھی برداشت کرلے (۱)۔

اسلاف کے واقعات پڑھ کر اپنے اندر رمضان کو وصول کرنے کا جذبہ بیدار کیجیے

تو ضرورت اس کی ہے کہ ہم اس کی قدر کریں اور اس سلسلے میں ہمارے بزرگوں نے جو مجاہدے کیے ہیں، ان کو پڑھیں اور سنیں۔ فضائلِ رمضان میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ واقعات لکھے ہیں اور پھر اس کا تتمہ ''اکابر کا رمضان'' لکھ کر کے اس میں بتایا ہے کہ ہمارے اکابر رمضان کیسے گذارتے تھے اور اس میں کیسی مشقتیں اٹھاتے تھے، کیسے مجاہدے کرتے تھے، بڑے بسط و تفصیل کے ساتھ لکھا ہے اس کو پڑھیں اور سنیں اور اپنے اندر اس کی رغبت پیدا کرنے کی کوشش کی جائے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس کوشش کے نتیجے میں ان کے ساتھ ہمارا حشر فرمائیں گے، اس کوشش کی وجہ سے اس کی برکتیں حاصل ہو جاتی ہیں۔

سال ویسا ہی گذرے گا جیسا رمضان گذرے گا

اور رمضان کا مہینہ جیسے گذارا جاتا ہے، حضرت شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ رمضان کا مہینہ اگر اللہ تعالیٰ کی عبادت اور فرماں برداری میں گذارا ہے تو پورے

---

(۱) ایک طویل حدیث کا یہ جزء ہے: لَوْ يَعْلَمُ الْعِبَادُ مَا فِي رَمَضَانَ لَتَمَنَّتْ أُمَّتِي أَنْ تَكُونَ السَّنَةُ كُلُّهَا رَمَضَانَ. (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ۳/۱۴۱، بَابٌ فِي شُهُورِ الْبَرَكَةِ وَفَضْلِ شَهْرِ رَمَضَانَ)

سال میں اللہ تعالیٰ کی عبادت اور فرماں برداری کی توفیق نصیب ہوگی اور اگر رمضان کا مہینہ غفلت کے ساتھ گذار دیا تو پورا سال غفلت کے ساتھ گذرے گا تو گویا یہ رمضان کا مہینہ ایک معیار ہے کہ جیسا ہم اس کو گذاریں گے، ویسا ہی سال گذرنے والا ہے۔

اس لیے ہماری کوشش یہی ہونی چاہیے کہ ہمارا رمضان کا پورا مہینہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں کے اتباع میں گذرے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے، آپ کو، سب کو اس کی توفیق اور سعادت عطا فرمائے۔ (آمین)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

رمضان المبارک کے فضائل اور برکات

بمقام: ڈیوزبری (یوکے)

بتاریخ: ۲۷/ اپریل ۲۰۱۷ء

اور

بمقام: سورت

بتاریخ: ۲۲/ ۵/ ۲۰۱۵

اقتباس

خود اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں بھی رمضان المبارک کا بڑا اہتمام ہوتا ہے، حدیث میں آتا ہے: إِنَّ الْجَنَّةَ لَتَزَخْرَفُ لِرَمَضَانَ مِنْ رَأْسِ الْحَوْلِ إِلَى حَوْلٍ قَابِلٍ کہ جب ایک رمضان ختم ہوتا ہے تو اس رمضان سے لے کر دوسرے رمضان تک جنت کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم سے مزین کیا جاتا ہے۔

جیسے آپ کے یہاں کوئی بڑا آدمی آنے والا ہو یا آپ کی بستی کے اندر کوئی حکومت کا آدمی آرہا ہو، وزیرِ اعظم کا یا صدر کا یا ملکہ کا دورہ ہو رہا ہے تو اس وقت آپ کے شہر کو اس کے لیے مزین کیا جاتا ہے، اس میں روشنیوں کا انتظام کیا جاتا ہے، دوسرے طریقوں سے بھی اس کو سنوارا جاتا ہے؛ تاکہ اس بڑے کا استقبال ہو۔

اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ آنے والے رمضان کے لیے اس ختم ہونے والے رمضان سے لے کر گیارہ مہینے تک جنت کو مزین فرماتے ہیں۔ حالاں کہ جنت تو ایک ایسی جگہ ہے کہ وہ سنوری سنورائی ہے، بنی بنائی ہے، اس میں بھی اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی تزیین کا اہتمام فرماتے ہیں، اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں بھی رمضان کا کتنا زیادہ اہتمام ہے۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الحمد لله نحمده و نستعينه و نستغفره و نؤمن به و نتو كل عليه و نعوذ بالله من شرور انفسنا و من سيئات اعمالنا، و نعوذ بالله من شرور انفسنا و من سيئات اعمالنا، و نعوذ بالله من شرور انفسنا و من سيئات اعمالنا، من يهده الله فلا مضل له، و من يضلله فلا هادي له، و نشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريک له و نشهد أن سيدنا و مولانا محمدا عبده و رسوله، أرسله إلى كافّة الناس بشيرا و نذيرا، و داعيا إلى اللّٰه بإذنه و سراجا منيرا، صلى اللّٰه تعالىٰ عليه و على آله و أصحابه و بارک و سلّم تسليما كثيرا كثيرا، أما بعد:

فَاَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بسم اللّٰه الرحمن الرحيم: ﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَي الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ [البقرة:١٨٣]

وقال تعالىٰ: ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ [البقرة:١٨٥]

وَعَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ، قَالَ: خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم فِي اٰخِرِ يَوْمٍ مِنْ شَعْبَانَ، فَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ أَظَلَّكُمْ شَهْرٌ عَظِيمٌ، شَهْرٌ مُبَارَكٌ، شَهْرٌ فِيهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ، جَعَلَ اللّٰهُ صِيَامَهُ فَرِيضَةً، وَقِيَامَ لَيْلِهِ تَطَوُّعًا[1]، إلى اٰخر ما قال رسول اللّٰه صلى الله عليه وآله وسلم.

---

(١) شعب الإيمان، باب فضائل شهر رمضان.

رمضان المبارک کی آمد پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امت کو اس کی طرف متوجہ کرنے کا اہتمام

اب رمضان المبارک کا مہینہ آنے میں ایک ہی مہینہ بیچ میں باقی رہ گیا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں اس مہینے کی بڑی قدر و قیمت ہے، خود نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی خصوصیت سے اس کی طرف متوجہ فرمایا، بہت ساری دعائیں اور شکلیں ہیں کہ جن کے ذریعہ امت کو اس طرف متوجہ کیا گیا کہ رمضان کو وصول کرنے کا اہتمام کیا جائے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی حدیث جو ابھی خطبے میں مَیں نے پڑھی، اس میں وہ فرماتے ہیں کہ رمضان کے آخری دن میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے سامنے ایک خطبہ دیا، تقریر فرمائی اور اس تقریر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمضان المبارک کے متعلق لوگوں کو متوجہ فرمایا، ترغیب دی، اس کی اہمیت کو واضح کیا۔

رمضان المبارک کی سب سے بڑی فضیلت

قرآنِ پاک میں بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے رمضان کے متعلق بڑی اہمیت ذکر فرمائی ہے: ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ أُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾: رمضان کا مہینہ جس میں قرآنِ پاک کو لوگوں کی ہدایت کے واسطے نازل کیا گیا۔ قرآنِ پاک جو اللہ تبارک وتعالیٰ کا کلام ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کو رمضان ہی میں نازل فرمایا ہے۔

قرآنِ کریم کے دو نزول اور اس کی تفصیل

قرآن کے دو نزول ہیں: ایک تو لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا کی طرف یہ پورا قرآن اللہ تبارک وتعالیٰ نے نازل فرمایا، وہ رمضان المبارک کے مہینے میں اور شبِ قدر کے اندر نازل فرمایا، یہ جو آیت ہے ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيٓ أُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ﴾ اور ﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾ کہ ہم نے اس قرآن کو شبِ قدر کے اندر نازل کیا، ان دونوں آیتوں میں قرآنِ پاک کے جس نزول کا تذکرہ ہے، وہ وہی ہے جو لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا کے اوپر اتارا گیا، یہ قرآنِ پاک کا پہلا نزول ہے یعنی اس کا پہلی مرتبہ کا اترنا۔

اس کے بعد آسمانِ دنیا سے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ بابرکات پر ۲۳؍سالہ دورِ نبوت میں مختلف اوقات میں موقع بموقع تھوڑا تھوڑا نازل کیا جاتا رہا۔ سب سے پہلی وحی جو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آئی، وہ راجح قول کے مطابق ۱۷؍رمضان المبارک کو اس وقت آئی جب نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غارِ حرا میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت میں مشغول تھے، گویا حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی قرآن کے نزول کی ابتدا جو ہوئی، وہ رمضان المبارک میں ہوئی۔

کلام اللہ کو رمضان المبارک کے ساتھ تعلق

اور قرآنِ پاک ہی کیا، قرآن کے علاوہ بھی جتنی آسمانی کتابیں اور صحیفے ہیں: توریت، زبور، انجیل اور اس کے علاوہ اور حضراتِ انبیائے کرام علیھم الصلوۃ والسلام پر جو دوسرے صحیفے نازل ہوئے، جیسے حضرتِ ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام، حضرت موسیٰ علی نبینا

وعلیہ الصلوۃ والسلام، ان دونوں پر صحیفے کے نزول کو قرآن میں بیان کیا گیا ہے: ﴿صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى﴾ [الأعلى:١٩]۔ اور بھی حضراتِ انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے اوپر اللہ تبارک وتعالیٰ نے نازل فرمائے، وہ سب آسمانی کتابیں اور صحیفے رمضان المبارک ہی کے اندر نازل ہوئے ہیں۔

تورات حضرت موسی علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو جیسا کہ حضراتِ مفسرین نے لکھا ہے، چھ رمضان المبارک کو دی گئی۔ زبور حضرت داود علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو بارہ یا اٹھارہ رمضان کو عطا کی گئی، انجیل حضرت عیسی علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے بارہ یا تیرہ رمضان کو عطا فرمائی، حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو صحیفے پہلی یا تیسری رمضان کو عطا کیے گئے اور قرآن کے بارے میں خود اللہ تبارک وتعالیٰ قرآنِ پاک میں ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ رمضان المبارک کے اندر نازل ہوا[(۱)]۔

رمضان المبارک میں ہمارے اسلاف کا قرآن کے ساتھ شغف

اسی لیے حضراتِ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ رمضان المبارک ایک ایسا مہینہ ہے

---

(۱) وروی عن أبی ذر عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم قال انزل صحف ابراهيم في ثلاث ليال مضين من رمضان -ويروى في أول ليلة من رمضان وأنزلت توریة موسى في ست ليال مضين من رمضان وانزل الإنجيل في ثلاث عشرة مضت من رمضان وانزل زبور داود في ثمان عشر ليلة من رمضان وانزل القرآن على محمد صلى الله عليه وآله وسلم في الاربعة وعشرين لست بقين بعدها - واخرج احمد والطبراني من حديث واثلة بن الأسقع نزلت صحف ابراهيم أول ليلة من رمضان وأنزلت التورية لست مضين والإنجيل لثلاث عشرة والقران لاربع وعشرين - والله اعلم. (تفسير المظهري، ۱/ ۳۶۲، تحت قوله تعالیٰ: شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْاٰنُ)

جس کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے کلام کے ساتھ بہت زیادہ مناسبت ہے کہ جتنی بھی آسمانی کتابیں اور صحیفے ہیں وہ سب رمضان المبارک کے اندر نازل ہوئے اور اسی لیے رمضان المبارک میں عبادتوں کا جو اہتمام کیا جاتا ہے، ان میں رمضان کی جو مخصوص عبادتیں ہیں: ایک تو روزہ ہے اور تراویح ہے، اس میں قرآن ہی سنایا جاتا ہے، اعتکاف ہے اور زیادہ اہتمام اسلاف کا قرآنِ پاک کی تلاوت ہی کا رہا ہے، دوسری عبادتیں بھی ہوتی ہیں لیکن اس میں قرآن پاک کی طرف توجہ زیادہ کی جاتی ہے تو اللہ کے کلام کو رمضان المبارک کے ساتھ ایک خصوصی نسبت اور تعلق ہے، اسی لیے قرآنِ پاک رمضان المبارک میں نازل کیا گیا ہے۔

جن وانس کو باری تعالیٰ نے اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا ہے

تو یہ رمضان کا مہینہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے۔ اصل تو اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کو اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا ہے، قرآنِ پاک میں اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾ [الذاريات: ٥٦] ہم نے جنات اور انسانوں کو ہماری عبادت کے لیے پیدا کیا۔

انسان کو ہمہ وقت عبادت کا پابند کیوں نہیں کیا گیا؟

چاہیے تو یہ تھا کہ انسان کو حکم دیا جاتا اور اس کو اس بات کا پابند کیا جاتا کہ ہر وقت اللہ کی یاد اور عبادت میں مشغول رہے، اور کسی کام کی اجازت نہ دی جاتی لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے چوں کہ انسان کے ساتھ کچھ طبعی ضرورتیں بھی رکھی ہیں: بھوک کا

تقاضا ہے، پیاس کا تقاضا ہے، کچھ نفسانی خواہشیں ہیں جس میں اپنے ہم جنس کی طرف میلان ہوتا ہے۔

یہ جو تقاضے ہیں، ان کے پیشِ نظر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ۲۴ ر گھنٹے عبادت کے بجائے عبادت کے کچھ اوقات مقرر کر دئے، جیسے ہماری شریعت کے اندر پانچ اوقات میں پانچ نمازیں مقرر کر دیں اور ان پانچ اوقات کے علاوہ میں انسان کو اجازت دی کہ وہ اپنے کاروبار میں، تجارت میں، کمانے وغیرہ میں مشغول رہ سکتا ہے لیکن اس کی وجہ سے اللہ کے فرائض کی ادائگی میں کمی اور کوتاہی نہیں ہونی چاہیے۔

رمضان کا مہینہ دلوں کے میل کچیل کو دور کرنے کے لیے ہے

لیکن انسان کا مزاج ایسا ہے کہ جب وہ کسی چیز میں لگتا ہے تو وہ اس کا ایسا غلام بن جاتا ہے اور اس کا دل اس کے اندر ایسا لگ جاتا ہے کہ وہ اپنی دوسری ذمہ داریوں کی طرف سے غافل ہو جاتا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے کھانے وغیرہ کی ضروریات کے پیشِ نظر کمانے کی اجازت دی تھی کہ شرعی قوانین کے اندر رہ کر اور شریعت کے بتائے ہوئے طریقوں کی رعایت کرتے ہوئے عبادت کے اوقات کے علاوہ میں یہ کام کر سکتے ہو لیکن جو اوقات نماز کے ہیں، ان میں تو آپ کو یہ فرائض ادا کرنے ہیں اور دوسرے اوقات کے اندر جو یہ تجارت وغیرہ کرتا ہے تو اس کی مشغولی کی وجہ سے آدمی کے قلب کے اندر کچھ میل کچیل سا آجاتا ہے، اس کے دل کے اوپر پردے سے پڑ جاتے ہیں، اس کی وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ اس کا جیسا رشتہ اور تعلق ہونا

چاہیے، اس میں ذرا کمی آجاتی ہے، ان ساری کمیوں کو دور کرنے کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ رمضان المبارک کا مہینہ رکھا ہے۔

اسی لیے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مختلف طریقوں سے رمضان کے آنے سے پہلے ہی حضراتِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سامنے رمضان کی اہمیت بیان فرماتے تھے، ان میں ایک طریقہ دعا بھی ہے۔

ماہِ رجب کا چاند دیکھنے پر منقول دعا اور اس کی حکمت

ابھی آپ نے امام صاحب سے دعا سنی ہوگی: اللَّهُمَّ بارِكْ لَنا فِي رَجَبَ وَشَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا رَمَضَان (١): اے اللہ! تو ہماری زندگی میں رجب اور شعبان کے مہینوں میں برکت عطا فرما اور ہم کو رمضان تک پہنچا دے۔ رمضان ایسا اہم مہینہ ہے، اس کی ایسی برکتیں ہیں، اس کے ایسے فضائل ہیں، اس کے اندر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایسے ایسے ثواب رکھے ہیں، گویا نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اس دعا کے ذریعہ امت کو متوجہ فرما رہے ہیں۔

ہر ماہ کا چاند دیکھنے پر پڑھی جانے والی دعائیں

ویسے تو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر مہینے کا چاند دیکھنے کے موقع پر دعا کی تعلیم فرمائی ہے، ایک دعا تو ہے: اللَّهُمَّ أَهِلَّهُ عَلَيْنا بِالْأَمْنِ وَالْإِيمانِ، وَالسَّلَامَةِ وَالْإِسْلَامِ، رَبِّي وَرَبُّكَ اللَّهُ (٢): اے اللہ! اس چاند کو ہمارے اوپر امن، ایمان اور سلامتی کے ساتھ

(١) مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، بَابٌ فِي شُهُورِ الْبَرَكَةِ وَفَضْلِ شَهْرِ رَمَضَانَ.
(٢) سنن الدارمی، عَنْ طَلْحَةَ رَضِيَ اللَّهُ تعالیٰ عَنْهُ، بَابُ مَا يُقَالُ عِنْدَ رُؤْيَةِ الْهِلَالِ.

طلوع فرما، میرا اور تیرا رب اللہ ہے۔

اور یہ دعا بھی مروی ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِي ذَھَبَ بِشَھْرِ کَذَا، وَجَاءَ بِشَھْرِ کَذَا: تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے اس مہینے کو گذار دیا اور اس مہینے کو لے آئے(١)۔

ماہِ رجب کا چاند دیکھنے پر منقول دعا اور اس کا مطلب

لیکن رجب کے مہینے ان دعاؤں کے ساتھ ایک مزید دعا نبیٔ کریم ﷺ نے بتلائی یعنی وہ دعا جو ابھی پڑھی گئی، اس میں رجب کا چاند دیکھنے والا گویا اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کررہا ہے کہ اے اللہ! تو نے جب رجب کا چاند دکھلا دیا تو اب رمضان کے آنے میں دو مہینے باقی رہ گئے، کہیں ایسا نہ ہو کہ رمضان کے مہینے کی برکتوں کو حاصل کرنے اور پانے سے پہلے زندگی ختم ہوجائے اور ہم اس سے محروم دنیا سے جائیں، گویا نبیٔ کریم ﷺ نے زندگی کا سوال کرایا۔

اہم چیزوں کو دیکھنے کے لیے دعاؤں کا انسانی مزاج

جب کوئی اہم چیز ہوتی ہے نا تو باقاعدہ اس کی تمنا کی جاتی ہے اور اس کے لیے دعا کی جاتی ہیں۔ آپ نے بوڑھی عورتوں کو دیکھا ہوگا کہ جب پوتے کی شادی کا موقع آتا ہے تو دعا کرتی ہیں کہ اے اللہ! تو مجھے اتنا موقع دے، اتنی عمر دے کہ اس کی شادی کی

---

(١) عَنْ قَتَادَةَ، أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ إِذَا رَأَى الْهِلَالَ قَالَ: هِلَالُ خَيْرٍ وَرُشْدٍ، هِلَالُ خَيْرٍ وَرُشْدٍ، هِلَالُ خَيْرٍ وَرُشْدٍ، اٰمَنْتُ بِالَّذِي خَلَقَكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ يَقُولُ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي ذَهَبَ بِشَهْرِ كَذَا، وَجَاءَ بِشَهْرِ كَذَا (سنن أبی داود، بَابُ مَا يَقُولُ الرَّجُلُ إِذَا رَأَى الْهِلَالَ)

جوتقریب ہے، اس کو دیکھ کر کے جاؤں اور پھر جب اس کی شادی ہوجاتی ہے تو آگے وہ دعا کرتی ہے کہ اب اتنا موقع دے کہ اس کے گھر بچہ آجائے، بہو کی گود ہری ہوجائے تو وہ بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ کر کے جاؤں، اس طرح دھیرے دھیرے اپنا ویزا (visa) بڑھاتی رہتی ہے۔

نبوی دعاؤں کی عجیب جامعیت

ہمیں بھی نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمضان کے مہینے کی برکتوں کو حاصل کرنے کے لیے خاص طور پر اہتمام کے ساتھ دعائیں سکھلائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کو مختلف مواقع پر جو دعاؤں کی تعلیم دی، وہ دعائیں ایسی عجیب غریب ہیں کہ آپ نے ان دعاؤں میں امت کی تربیت بھی فرمائی اور ان میں کچھ احکام کی طرف رہنمائی بھی فرمائی۔

نئی بستی میں داخل ہوتے وقت پڑھنے کی دعا اور اس کا مفہوم

جیسے کوئی آدمی نئی بستی کے اندر جاتا ہے تو یہ دعا کرتا ہے، اس کو یہ دعا سکھلائی گئی: اللّٰهُمَّ حَبِّبْنَا إِلَى أَهْلِهَا وَحَبِّبْ صَالِحِي أَهْلِهَا إِلَيْنَا[1]: اے اللہ! تو ہماری محبت اس بستی کے لوگوں کے دلوں میں ڈال دے- جہاں ہماری محبت ڈالنے کی بات آئی تو کوئی فرق نہیں کیا گیا بلکہ فرمایا: حَبِّبْنَا إِلَى أَهْلِهَا: اے اللہ! تو اس بستی کے تمام لوگوں کے

---

(۱) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كُنَّا نُسَافِرُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فَإِذَا رَأَى قَرْيَةً يُرِيدُ أَنْ يَدْخُلَهَا قَالَ: اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيهَا - ثَلَاثَ مَرَّاتٍ - اللَّهُمَّ ارْزُقْنَا جَنَاهَا، وَحَبِّبْنَا إِلَى أَهْلِهَا، وَحَبِّبْ صَالِحِي أَهْلِهَا إِلَيْنَا رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْأَوْسَطِ، وَإِسْنَادُهُ جَيِّدٌ. (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا رَأَى قَرْيَةً، رقم الحدیث: ۱۷۱۱۵)

دلوں ہماری محبت میں ڈال دے، نیک ہو تو بھی اور بد ہو تو بھی؛ تا کہ ہماری اس محبت کی وجہ سے اس کی طرف سے ہمیں کوئی تکلیف اور گزند پہنچنے نہ پائے اور آگے جب ان کی محبت کی بات آئی تو فرمایا گیا: وَحَبِّبْ صَالِحِي أَهْلِهَا إِلَيْنَا:- اور اس بستی کے نیک لوگوں کی محبت ہمارے دلوں کے اندر ڈال دے۔ یعنی ہم اس بستی کے اندر جا رہے ہیں تو کہیں یہاں کے برے لوگوں کی صحبت اور محبت کے اندر ہم پھنس نہ جائیں، کسی برائی کے اندر مبتلا نہ ہو جائیں تو یہاں فرق کیا گیا اور پہلی دعا میں فرق نہیں کیا گیا۔

اسلاف کا معمول

اس دعا کے ذریعہ سے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں یہ تعلیم دے رہے ہیں کہ آپ جب کسی نئی بستی کے اندر جائیں تو آپ کا اٹھنا بیٹھنا، آپ کا تعلق، آپ کی صحبت صالحین کے ساتھ ہونا چاہیے۔ چناں چہ اسلاف کے یہاں یہ معمول تھا کہ جب ان میں سے کوئی نئی بستی کے اندر جاتا تو دعا کرتا تھا: اللّٰهُمَّ ارْزُقْنِي جَلِيسًا صَالِحًا: اے اللہ! مجھے نیک ہم نشیں عطا فرما[1]۔

میں تو یہ بتلانا چاہتا ہوں کہ یہ اپنی جگہ پر دعا تو ہے ہی، اس کے ذریعہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کی تربیت بھی فرمائی ہے۔

---

(۱) مثلاً صحیح بخاری میں حضرت علقمہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے: قَدِمْتُ الشَّأْمَ فَصَلَّيْتُ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ قُلْتُ: اللّٰهُمَّ يَسِّرْ لِي جَلِيسًا صَالِحًا۔ ترمذی میں حضرت خیثمہ بن ابی سبرہ سے منقول ہے: أَتَيْتُ المَدِينَةَ فَسَأَلْتُ اللّٰهَ أَنْ يُيَسِّرَ لِي جَلِيسًا صَالِحًا۔ ترمذی ہی میں حضرت حریث بن قبیصہ سے منقول ہے: قَدِمْتُ المَدِينَةَ، فَقُلْتُ: اللّٰهُمَّ يَسِّرْ لِي جَلِيسًا صَالِحًا۔

استقبالِ رمضان کے لیے من جانب اللہ جنت کی تزیین کا اہتمام

خود اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں بھی رمضان المبارک کا بڑا اہتمام ہوتا ہے، حدیث میں آتا ہے: إِنَّ الْجَنَّةَ لَتَزَخْرَفُ لِرَمَضَانَ مِنْ رَأْسِ الْحَوْلِ إِلَى حَوْلٍ قَابِلٍ (۱) کہ جب ایک رمضان ختم ہوتا ہے تو اس رمضان سے لے کر دوسرے رمضان تک جنت کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم سے مزین کیا جاتا ہے۔

جیسے آپ کے یہاں کوئی بڑا آدمی آنے والا ہو یا آپ کی بستی کے اندر کوئی حکومت کا آدمی آرہا ہو، وزیرِ اعظم کا یا صدر کا یا ملکہ کا دورہ ہو رہا ہے تو اس وقت آپ کے شہر کو اس کے لیے مزین کیا جاتا ہے، اس میں روشنیوں کا انتظام کیا جاتا ہے، دوسرے طریقوں سے بھی اس کو سنوارا جاتا ہے؛ تاکہ اس بڑے کا استقبال ہو۔

اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ آنے والے رمضان کے لیے اس ختم ہونے والے رمضان سے لے کر گیارہ مہینے تک جنت کو مزین فرماتے ہیں۔ حالاں کہ جنت تو ایک ایسی جگہ ہے کہ وہ سنوری سنورائی ہے، بنی بنائی ہے، اس میں بھی اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی تزیین کا اہتمام فرماتے ہیں، اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں بھی رمضان کا کتنا زیادہ اہتمام ہے۔

رمضان کی آمد پر جنت کے دروازے کھولے جانے کا مطلب

حدیث میں آتا ہے کہ رمضان کا مہینہ آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے

---

(۱) شعب الإيمان، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللّٰه تعالیٰ عنهما، فَضَائِلُ شَهْرِ رَمَضَانَ.

جاتے ہیں [۱]۔کیا مطلب؟ جنت تو اپنی جگہ پر ہے، کیا اس کے دروازے کھلیں گے تو ہم اس میں داخل ہو جائیں گے؟ نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جنت والے اعمال کو بندوں کے لیے آسان کر دیا جاتا ہے۔ جو لوگ جنت والے اعمال کرنا چاہتے ہیں، وہ بہت آسانی سے کر سکتے ہیں، ذرا سا ارادہ کر لیں، تھوڑی سی توجہ کر لیں تو بڑی آسانی سے ان اعمال کو انجام دے سکتے ہیں اور دوسرے دنوں میں ان اعمال کو انجام دینے میں رمضان کے مقابلے میں کچھ زیادہ ہی مجاہدہ کرنا پڑتا ہے۔

رمضان کی آمد پر جہنم کے دروازے بند کیے جانے کا مطلب

اور حدیث میں آتا ہے کہ جہنم کے دروازے بند کر دئے جاتے ہیں، اس کا مطلب بھی یہی ہے برے اعمال کی طرف سے لوگوں کی رغبت کو کم کر دیا جاتا ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ جو لوگ شراب کے عادی ہوتے ہیں، جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو رمضان کے مہینے تک کے لیے رک جاتے ہیں اور بھی بہت سے گناہوں کا یہی حال ہوتا ہے۔ بہر حال! اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے بھی نیک اعمال کرنے اور برے کاموں سے بچنے کے لیے آسانیاں پیدا کر جاتی ہیں۔

اور شیاطین کو بیڑیوں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔ گویا یہ شیطان جو انسان کو گناہوں کے کاموں کی طرف لے جاتا ہے، نیکیوں میں رکاوٹ ڈالتا ہے، اس کو بھی بند کر دیا جاتا

---

(۱) صحیح البخاری، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تعالیٰ عَنْهُ، بَابٌ: هَلْ يُقَالُ رَمَضَانُ أَوْ شَهْرُ رَمَضَانَ، وَمَنْ رَأَى كُلَّهُ وَاسِعًا.

ہے۔مطلب یہ ہے کہ بندے خوب توجہ کے ساتھ اللہ کی عبادتوں میں مشغول ہوں اور اللہ کو راضی کرنے کا اہتمام کریں۔

یہ مہینہ ایسا ہے کہ جس میں نیکی کے کام بندوں کے لیے آسان ہو جاتے ہیں، گناہوں کے کاموں میں ذرا رکاوٹ پیدا کر جاتی ہے، اس لیے آدمی اگر جنت کو حاصل کرنا چاہے تو بہت آسانی سے کر سکتا ہے۔

رمضان المبارک میں اپنے گناہوں کی بخشش نہ کروا پانے والے کے لیے بددعا

اسی لیے حدیث میں آتا ہے، ایک موقع پر نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر چڑھ رہے تھے، جب آپ نے پہلے درجہ پر، پہلے زینے پر قدم رکھا تو فرمایا: آمین، پھر دوسرے پر قدم رکھا تو فرمایا: آمین، تیسرے پر قدم رکھا تو فرمایا: آمین۔ جب نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر سے نیچے اترے تو حضراتِ صحابہ نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! آج تو آپ نے ایک ایسی چیز کی کہ پہلے ایسا آپ نے کبھی نہیں کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا؟ تو حضراتِ صحابہ نے عرض کیا کہ آپ نے منبر کے ہر درجے پر قدم رکھتے ہوئے آمین کہا تو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں نے پہلے زینے پر قدم رکھا تو حضرت جبرئیل؈ آئے اور کہا: بَعُدَ مَنْ أَدْرَكَ رَمَضَانَ فَلَمْ يُغْفَرْ لَهُ: جس نے رمضان کا مہینہ پایا اور اس کی مغفرت نہیں ہوئی، ایسا آدمی اللہ کی رحمت سے دور ہو اور ہلاک و برباد ہو، اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر آمین کہی، حضرت جبرئیل؈ کی بددعا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمین!

بعض روایتوں میں تو ہے کہ حضرت جبرئیلؑ نے کہا کہ آپ آمین کہیے (۱)۔

گویا رمضان جیسے مہینے میں کہ جس میں گناہوں کے معاف کرنے کے ایسے اسباب مہیا کیے جاتے ہیں، معمولی معمولی باتوں کے اوپر آدمی کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں، اس کے باوجود یہ اپنے گناہوں کی مغفرت نہ کرا سکے تو اس سے زیادہ بدنصیبی اور کیا ہوسکتی ہے!

روزہ افطار کرانے کا بے شمار ثواب

اس لیے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی روایت جس کا کچھ حصہ ابھی میں نے آپ کے سامنے پیش کیا، اس میں ہے کہ اگر کوئی آدمی رمضان میں روزہ دار کو افطار کرائے تو اس کے گناہوں کو معاف کردیا جاتا ہے، اس کو جہنم سے آزاد کردیا جاتا ہے، اس روزہ دار کو اس روزے پر جتنا ثواب ملتا ہے، اتنا ہی ثواب اس افطار کرانے والے کو بھی ملتا ہے اور اس روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔

اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت کا ایک نمونہ

حضراتِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہم میں سے اس کی کون طاقت رکھتا ہے؟۔ اس لیے کہ حضراتِ صحابہ کی مالی حالت کیسی تھی، سب جانتے

---

(۱) قَالَ: إِنَّ جِبْرِيلَ أَتَانِي، فَقَالَ: مَنْ أَدْرَكَ شَهْرَ رَمَضَانَ وَلَمْ يُغْفَرْ لَهُ فَدَخَلَ النَّارَ فَأَبْعَدَهُ اللَّهُ، قُلْ: آمِينَ فَقُلْتُ: آمِينَ (صحیح ابن حبان، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ، ذِكْرُ رَجَاءِ دُخُولِ الْجِنَانِ الْمُصَلِّي عَلَى الْمُصْطَفَى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذِكْرِهِ مَعَ خَوْفِ دُخُولِ النِّيرَانِ عِنْدَ إِغْضَائِهِ عَنْهُ كُلَّمَا ذَكَرَهُ)

ہیں۔ نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: **يُعْطِي اللهُ هَذَا الثَّوَابَ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا عَلَى مَذْقَةِ لَبَنٍ أَوْ تَمْرَةٍ أَوْ شَرْبَةٍ مِنْ مَاءٍ**: یہ ثواب تو پانی اور لسّی کے ایک گھونٹ اور ایک کھجور پر بھی ملتا ہے، یعنی اگر آپ نے کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرانے کے لیے ایک گھونٹ پانی پلا دیا تو بھی مغفرت ہوگئی، جہنم سے آزادی مل گئی، اللہ تبارک وتعالیٰ نے مغفرت اور جنت کے داخلے کو کتنا آسان فرما دیا ہے!!، گویا اس مہینے کے اندر نیک اعمال اس قدر آسان کردئے جاتے ہیں۔

رمضان کی اہمیت سے حضراتِ صحابہؓ کو واقف کرانے کا نبوی اہتمام

میں نے جو روایت حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی آپ کے سامنے پڑھی، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم ﷺ نے شعبان کے آخری دن میں ہم کو خطبہ دیا، آپ اپنے اس خطبے کے ذریعہ سے آنے والے رمضان کی اہمیت سے حضراتِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو واقف کرانا چاہتے تھے، ان کے دل ودماغ میں اس کی اہمیت بٹھلانا چاہتے تھے، چناں چہ آپ نے اپنے اس خطبے میں فرمایا:

رمضان کے سایہ فگن ہونے کا مطلب

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ أَظَلَّكُمْ شَهْرٌ عَظِيمٌ: اے لوگو! تمہارے اوپر ایک بڑا عظمت والا اور مبارک مہینہ سایہ فگن ہے یعنی آرہا ہے جیسے ہمارے پاس کوئی آدمی آرہا ہوتا تو اس کا سایہ پہلے ہمارے پاس پہنچ جاتا ہے پھر وہ ہمارے قریب آتا ہے، اگر سورج کا رخ اِدھر کا ہو تو اس صورت میں اس کا سایہ ہم پر پہلے آجاتا ہے پھر اس کے ساتھ ہماری

ملاقات ہوتی ہے تو ایک عظمت والا مہینہ سایہ فگن ہے یعنی گویا عن قریب آ رہا ہے کہ یہ آخری دن ہے، بس چاند ہوا نہیں ہے، چاند ہوتے ہی رمضان کا مہینہ آ جائے گا۔

شبِ قدر کا ثواب

شَهْرٌ مُبَارَكٌ: یہ ایک ایسا مہینہ ہے جو برکت والا ہے۔ شَهْرٌ فِيهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ: یہ ایک ایسا مہینہ ہے جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک رات ایسی رکھی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے یعنی اس ایک رات میں عبادت کرنے کا ثواب ہزاروں مہینوں میں عبادت کرنے کے ثواب سے زیادہ ملتا ہے، ہزار مہینے یعنی تراسی سال اور چار مہینے اور ہزار مہینوں کے برابر بھی نہیں بلکہ اس سے بہتر فرمایا۔

سورۂ قدر کا شانِ نزول

ایک موقع پر حضراتِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ایک جگہ بیٹھ کر اگلی امتوں کے متعلق چرچا کر رہے تھے۔ اگلی امتوں کے لوگوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے بڑی عمریں عطا فرمائی تھیں، کوئی دو سو سال، کوئی تین سو سال، کوئی پانسو سال زندہ رہتا تھا تو چرچا کرتے ہوئے حضراتِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپس میں کہا کہ یہ کتنے خوش نصیب لوگ تھے کہ ان کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اتنی لمبی عمریں عطا فرمائیں، ان لمبی عمروں میں وہ نیکیاں کر کے اپنے لیے کتنی زیادہ نیکیوں کا ذخیرہ جمع کر سکتے تھے گویا ان کو اس بات پر حسرت تھی کہ ہم کو اتنی لمبی زندگی نہیں دی گئی کہ جس کی وجہ سے ہم اتنے زیادہ نیک کام کر سکیں۔

اس پر- روایتوں میں آتا ہے کہ- سورۂ قدر: ﴿إِنَّا أَنْزَلْنٰهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾ نازل

فرمائی، اس میں ایک آیت یہ ہے: ﴿لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ﴾ شبِ قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے، گویا کوئی آدمی شبِ قدر میں عبادت کرلے تو اسے تراسی سال چار مہینے عبادت کرنے کا کم سے کم ثواب ملتا ہے (۱)۔

کتنے خوش نصیب ہیں وہ لوگ....

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ فضائلِ رمضان میں فرماتے ہیں کہ بڑے مبارک ہیں وہ بندے جنھیں زندگی میں ایسی دس راتیں مل جائیں تو گویا اسے ۸۵۰ر سال اللہ کی عبادت کرنے کا ثواب مل گیا، اللہ تعالیٰ نے کتنا آسان کردیا۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں، کوئی سائل ہی نہیں

اور پھر اللہ تعالیٰ کی حکمت یہ ہوئی جس میں ہمارے لیے ایسی آسانی بھی کردی کہ

---

(۱) وَقَالَ ابن مسعود: إن النبي صلى الله عليه وآله وسلم ذَكَرَ رَجُلًا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَبِسَ السِّلَاحَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَلْفَ شَهْرٍ، فَعَجِبَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ ذَلِكَ، فَنَزَلَتْ إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ، الْآيَةَ. خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ، الَّتِي لَبِسَ فِيهَا الرَّجُلُ سِلَاحَهُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ. وَنَحْوُهُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ. وَقَالَ عَلِيٌّ وَعُرْوَةُ: ذَكَرَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وآله وسلم أَرْبَعَةً مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ، فَقَالَ (عَبَدُوا اللّٰهَ ثَمَانِينَ سَنَةً، لَمْ يَعْصُوهُ طَرْفَةَ عَيْنٍ)، فَذَكَرَ أَيُّوبَ وَزَكَرِيَّا، وَحِزْقِيلَ بْنَ الْعَجُوزِ وَيُوشَعَ بْنَ نُونٍ، فَعَجِبَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم مِنْ ذَلِكَ. فَأَتَاهُ جِبْرِيلُ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ عَجِبَتْ أُمَّتُكَ مِنْ عِبَادَةِ هَؤُلَاءِ النَّفَرِ ثَمَانِينَ سَنَةً لَمْ يَعْصُوا اللّٰهَ طَرْفَةَ عَيْنٍ، فَقَدْ أَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ خَيْرًا مِنْ ذَلِكَ، ثُمَّ قَرَأَ: إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ. فَسُرَّ بِذَلِكَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وآله وسلم. وَقَالَ مَالِكٌ فِي الْمُوَطَّأِ مِنْ رِوَايَةِ ابْنِ الْقَاسِمِ وغيره: سمعت مَنْ أَثِقُ بِهِ يَقُولُ: إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وآله وسلم أُرِيَ أَعْمَارَ الْأُمَمِ قَبْلَهُ، فَكَأَنَّهُ تَقَاصَرَ أَعْمَارَ أُمَّتِهِ أَلَّا يَبْلُغُوا مِنَ الْعَمَلِ مِثْلَ مَا بَلَغَ غَيْرُهُمْ فِي طُولِ الْعُمُرِ، فَأَعْطَاهُ اللّٰهُ تَعَالَى لَيْلَةَ الْقَدْرِ، وَجَعَلَهَا خَيْرًا مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ. وَفِي التِّرْمِذِيِّ. (تفسير القرطبی، ۲۰/ ۱۳۳، تحت قوله تعالیٰ: وما أدراك ما ليلة القدر ليلة القدر خير من ألف شهر)

اس رات کو اللہ نے چھپالیا، متعین نہیں کیا گیا؛ تا کہ لوگ اس رات کو حاصل کرنے کے لیے پورا عشرہ جاگنے کا اہتمام کریں اور مزید عبادت کا موقع بھی مل جائے؛ کیوں کہ احادیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ عموماً یہ رات رمضان کے آخری عشرے میں ہوتی ہے تو اگر کوئی اس رات کو حاصل کرنے کے لیے یہ دس راتیں جاگ لے تو یہ کوئی مشکل نہیں ہے۔لوگ دنیوی مقاصد کے لیے اس سے زیادہ مشقتیں اٹھاتے ہیں، بیداری کرتے ہیں، اگر آخرت کے لیے، اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے دس راتیں جاگ لے تو ظاہر ہے کہ پورا عشرہ جب جاگنے کا اہتمام کریں گے تو یہ رات تو ملے گی اور ۸۵۰/سال سے زیادہ اللہ کی عبادت کا ثواب تو مل ہی جائے گا لیکن اس کی برکت سے دوسری نو راتوں کی عبادت کا ثواب بھی ملے گا، اتنا کرم ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کا!!

ہم تو مائل بہ کرم ہیں، کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے! کوئی رہروِ منزل ہی نہیں

ان چیزوں کے ذریعہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں فرماتے ہیں کہ لو! ہمارا دربار کھلا ہوا ہے، ہمارے خزانے کھول دئے گئے ہیں، تم سے جتنا ہو سکے، سمیٹ لو۔

تو بہر حال! نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اسی لیے رمضان کے اندر جو عبادتیں مطلوب ہیں، اس میں ایک یہ بھی ہے کہ لیلۃ القدر کا اہتمام کیا جائے۔ چناں چہ اسی لیلۃ القدر کو حاصل کرنے کے لیے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان کے آخری عشرے کے اعتکاف کا اہتمام کرتے تھے۔

شبِ قدر کی تلاش کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پورے ماہ کا اعتکاف کرنا

شروع میں پہلی مرتبہ آپ نے رمضان کے پہلے عشرے کا اعتکاف کیا، جب وہ ختم ہونے کو آیا تو آپ کو بتلایا گیا کہ اس عشرے میں وہ رات نہیں ہے تو دوسرے عشرے کا اعتکاف کیا اور وہ بھی ختم ہونے کو آیا تو آپ کو بتلایا گیا کہ وہ رات آخری عشرے میں ہے (۱)۔ گویا پہلی مرتبہ تو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دس دس دن کر کے پورے مہینے کا اعتکاف کروایا گیا، اس کے بعد ہر سال آخری عشرے کا اعتکاف کرتے تھے، گویا اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے آپ کو بتلا دیا گیا کہ یہ رات رمضان کے آخری عشرے میں ہے۔

اعتکاف کی مشروعیت کا سبب

بہر حال! حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو اعتکاف ہوتا تھا، وہ بھی اسی لیلۃ القدر کی تلاش اور جستجو کے لیے ہوتا تھا، اس لیے کہ آدمی جب لیلۃ القدر کی تلاش کے لیے مسجد میں بیٹھ جائے گا تو ظاہر ہے، عبادت میں مشغول رہے گا، نمازیں پڑھے گا، قرآنِ پاک کی تلاوت کرے گا بلکہ اگر سوئے گا تو یہ سونا حالتِ اعتکاف میں ہے تو یہ سونا بھی عبادت شمار ہوگا تو یہ اعتکاف بھی اسی رات کی فضیلت اور برکات کو حاصل کرنے کے لیے مشروع اور جاری کیا گیا ہے۔

شبِ قدر جیسی بابرکت راتوں کے متعلق ایک غلط فہمی کا ازالہ

تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس میں ایک رات ایسی ہے۔ دیکھو! اس رات

---

(۱) صحیح مسلم، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ تعالىٰ عَنْهُ، بَابُ فَضْلِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ، وَالْحَثِّ عَلَى طَلَبِهَا، وَبَيَانِ مَحَلِّهَا وَأَرْجَى أَوْقَاتِ طَلَبِهَا.

کے متعلق ایک بات بتلائی جاتی ہے: لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ تراویح کے بعد بیدار رہیں گے اور عبادت کریں گے تو یہ فضیلت حاصل ہوگی، جو لوگ شبِ قدر کی عبادت کا اہتمام کرتے ہیں، عام طور پر لوگ تراویح کے بعد ہی اس کی تیاریاں کرتے ہیں، حالاں کہ رات تو مغرب سے شروع ہو جاتی ہے اور ایک بات یاد رکھو کہ مغرب کے بعد آدمی بالکل تازہ دم (fresh) ہوتا ہے، اب مغرب اور عشاء کے درمیان کا جو وقفہ ہے، اس میں اوابین وغیرہ پڑھی جاتی ہے، اسی میں آدھ، پون گھنٹہ اہتمام کرلے۔ اس وقت کے اندر عبادت کرنے کی مستقل فضیلت احادیث کے اندر آئی ہوئی ہے تو اس وقت کے اندر عبادت کرو اور تراویح پڑھنے کے بعد سو جاؤ، آرام کرو اور آج کل تو رمضان گرمی کے اندر آرہا ہے تو رات بھر جاگنا بھی کوئی مشکل نہیں ہے، دو، ڈھائی گھنٹے میں معاملہ نمٹ جاتا ہے، بہر حال! میں تو آپ کو شبِ قدر کی وصول یابی کا ایک گُر بتلانا چاہتا ہوں۔

شبِ قدر کی برکتوں کو وصول کرنے کا ایک گُر اور ہماری کوتاہی

اور بزرگوں نے لکھا ہے کہ رات کے اندر دو نمازیں آتی ہیں: مغرب اور عشا، فجر تو دن کی نمازوں میں ہے تو ہر آدمی کو چاہیے کہ مغرب اور عشا کو جماعت کے ساتھ پڑھنے کا اہتمام کرے لیکن مصیبت یہ ہے کہ ہم افطاری کھانے میں ایسے مشغول ہوتے ہیں کہ مغرب کی جماعت ہم میں سے اکثر لوگوں کی فوت جاتی ہے۔ ارے بھائی! گھر میں افطاری رکھی ہوئی ہے، کوئی لے کے جانے والا نہیں ہے، آپ تو کھجور کے دو دانے لے

کر کے مسجد میں آجاؤ اور مغرب اور اوابین پڑھ کے اطمینان سے گھر جاؤ، وہاں پورا دستر خوان سجا سجایا ہے، آپ کا حصہ کوئی لینے والا نہیں ہے۔

بہر حال! کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی ان دو نمازوں ہی کو اہتمام سے جماعت کے ساتھ ادا کر لے تو ان دونوں نمازوں میں سے ہر نماز کو تراسی سال چار مہینے نماز کا پڑھنے کا ثواب ملتا ہے، اس سے بھی زیادہ ثواب ملے گا(۱)۔

پوری رات عبادت کا ثواب حاصل کرنے ایک اور آسان سانسخہ

دوسرا گُر بتلاؤں؟ حدیث میں آتا ہے، نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص عشا کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھے تو اس کو آدھی رات عبادت کا ثواب ملتا ہے اور اگر ساتھ میں فجر کی نماز بھی جماعت کے ساتھ پڑھ لے تو پوری رات عبادت کا ثواب مل جاتا ہے، گویا عشا اور فجر کی نماز کو جماعت کے ساتھ پڑھنے کا اہتمام کر لیا تو مفت میں پوری رات عبادت کا ثواب حاصل ہو جائے گا۔ کتنا آسان ہے! اس لیے ہم رمضان میں فجر، مغرب اور عشا کو جماعت کے ساتھ پڑھنے کا اہتمام کر لیں (۱)۔

لیکن فجر میں کیا ہوتا ہے؟ سحری کھا کے سوچتا ہے کہ چلو! ذرا دو منٹ سستا لوں اور جو پڑے تو ایسے سوئے کہ فجر کی جماعت تو گئی ہی گئی، نماز بھی قضا ہو گئی۔ اس وقت سونا ہی کیوں ہے؟ مسجد میں جاؤ، قرآن شریف کی تلاوت کرو، تسبیحات پڑھو۔

---

(۱) یہ مضمون حدیث میں بھی آیا ہے: مَنْ صَلَّى الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ فِي جَمَاعَةٍ حَتَّى يَنْقَضِيَ شَهْرُ رَمَضَانَ فَقَدْ أَصَابَ مِنْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ بِحَظٍّ وَافِرٍ. (شعب الإيمان، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ تعالیٰ عنه، الْتِمَاسُ لَيْلَةِ الْقَدْرِ مِنْ لَيَالِي شَهْرِ رَمَضَانَ)

شبِ قدر میں حصولِ فضیلت کے لیے پوری رات جاگنا ضروری نہیں

بہرحال! لیلۃ القدر کے ثواب کو حاصل کرنے کا کم سے کم ذریعہ میں نے آپ کو بتلایا، پوری رات جاگنا ضروری نہیں ہے بلکہ پوری رات جاگنے میں دوسری دشواری ہے، وہ یہ ہے کہ نفس اور شیطان ہمارے عبادتوں کا ثواب ضائع کر سکتے ہیں، ہمارے مجاہدوں اور ریاضتوں پر پانی پھیر سکتے ہیں۔ پوری رات جاگے ہیں تو ہوسکتا ہے کہ دوسرے کی عبادت کے متعلق تحقیر کا جذبہ پیدا ہو کہ فلانا اتنا بڑا مولوی ہو گیا لیکن اس نے پوری رات عبادت نہیں کی اور میں پوری رات جاگا۔

کسی کی غیبت اور برائی کیے کرائے پر پانی پھیر دیتی ہے

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اپنے والد صاحب کے ساتھ رات بھر عبادت میں مشغول رہا، اس وقت وہاں کچھ لوگ ایسے تھے جو سوئے ہوئے تھے، یہ دیکھ کر میں نے اپنے والد صاحب سے عرض کیا کہ ابا جان! یہ لوگ تو ایسے سوئے ہیں جیسے مردے پڑے ہوں! تو والد صاحب نے کہا کہ بیٹا! تو بھی سویا رہتا، یہ بہتر تھا بہ نسبت اس کے کہ ان کی برائی میں مبتلا ہوتا۔

ماہِ مبارک میں خصوصی طور پر گناہوں سے بچیے

ان راتوں کی فضیلت اور برکات کو حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے پہلو کو بھی

---

(١) مسلم شریف میں یہ الفاظ آئے ہیں: مَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ فِي جَمَاعَةٍ فَكَأَنَّمَا قَامَ نِصْفَ اللَّيْلِ، وَمَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فِي جَمَاعَةٍ فَكَأَنَّمَا صَلَّى اللَّيْلَ كُلَّهُ. (عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بَابُ فَضْلِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ وَالصُّبْحِ فِي جَمَاعَةٍ.)

مدِّ نظر رکھنے کی ضرورت ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم اس بات کا اہتمام کریں کہ رمضان کے پورے مہینے میں، دن میں بھی اور رات میں بھی کسی بھی گناہ کا ارتکاب ہماری طرف سے نہیں ہوگا۔

روزے کے کچھ آداب

ویسے بھی روزے کے آداب میں بتایا گیا ہے کہ آدمی زبان کی حفاظت کرے، کان کی حفاظت کرے، آنکھ کی حفاظت کرے، اپنے دوسرے اعضاء کی حفاظت کرے اور روزے کے متعلق ڈرتا رہے کہ معلوم نہیں، اللہ نے قبول کیا ہوگا یا نہیں، حرام غذا سے بچے اور حلال روزی سے افطار کا اہتمام کرے۔ روزے کے یہ آداب بتلائے گئے ہیں تو ہم ان باتوں کا اہتمام کرلیں۔

ہفتہ، سال اور زندگی تقوی کے ساتھ گذارنے کا نسخہ

ویسے حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جمعہ کا دن پورے ہفتے پر اثر انداز ہوتا ہے یعنی آپ جمعہ کے دن کو جس طرح گذاروگے، اس میں آپ جس طرح اللہ کی اطاعت، اس کی فرماں برداری اور نیک کاموں کا اہتمام کروگے تو اس کی برکت سے آپ کو پورا ہفتہ اللہ تعالیٰ اطاعت وفرماں برداری کرنے اور نیک کام کرنے کی توفیق ملے گی۔ اور رمضان کا مہینہ پورے سال پر اثر انداز ہوتا ہے اور حج آدمی کی پوری زندگی پر اثر انداز ہوتا ہے۔ ہمارے اکابر کے یہاں ایسے گُر اور ایسی پوئنٹ (point) کی چیزوں کا بڑا اہتمام کیا جاتا تھا، چھوٹی چھوٹی چیزیں ہوتی ہیں اور اس میں کچھ مجاہدہ بھی

نہیں ہوتا اور آدمی ان کے ذریعہ بہت کچھ اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں حاصل کر لیتا ہے۔

شبِ قدر اور جیسی راتوں میں ہونے والی خرافات

بہر حال! لیلۃ القدر کے متعلق جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ اس میں عبادت کا اہتمام کرنا ہے لیکن آج کل عجیب ماحول دیکھنے کو ملتا ہے کہ لوگ اس کے لیے باقاعدہ اہتمام کے ساتھ چائے بنوائیں گے، مجلسیں کریں گے، جتنی نماز نہیں پڑھتے، اس سے زیادہ وقت تو مجلسوں کے اندر لگا دیتے ہیں اور ہماری مجلسیں کیا ہوتی ہیں؟ میری، تیری اور لوگوں کی باتیں ہوتی ہیں، غیبت میں مبتلا ہوتے ہیں، حالاں کہ یہی غیبت روزے کو بھی خراب کر دیتی ہے۔

روزہ ڈھال ہے بشرطیکہ.....

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: الصَّوْمُ جُنَّةٌ مَالَمْ يَخْرِقْهَا: روزہ ڈھال ہے بشرطیکہ آدمی اس کو پھاڑ نہ دے۔ پہلے زمانے میں ڈھال ہوا کرتی تھی، وہ چمڑے کی بنی ہوتی تھی یا لوہے کی۔ پہلے زمانے میں جو جنگ ہوتی تھی، اس میں تین ہی قسم کے ہتھیار استعمال کیے جاتے تھے: تلوار، نیزہ اور تیر۔ اب اگر سامنے والے کے ساتھ دو بدو مقابلہ ہو رہا ہے تو سامنے والے کی تلوار کے وار سے بچنے کے لیے ڈھال کا استعمال کیا جاتا تھا مگر وہ ڈھال ہی اگر پھٹی ہوئی ہو تو وہ وار کو روکے گی نہیں بلکہ اس پھٹن کے اندر سے نکل کر تلوار اس آدمی کو زخمی کر دے گی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ روزہ ڈھال ہے، بشرطیکہ آدمی اس کو پھاڑ نہ دے تو گویا نفس اور شیطان کی طرف سے ہم پر جو وار

کیے جاتے ہیں، روزہ اس وار سے ڈھال ہے، اس سے ہماری حفاظت کا ذریعہ ہے بشرطیکہ ہم اس کو پھاڑ نہ دیں۔

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ وہ ڈھال پھٹے گی کیسے؟ تو جواب دیا کہ آدمی کسی کی غیبت کرلے[1]، گناہ کا کام کرلے تو یہ ڈھال پھٹ جائے گی تو گویا جس مقصد کے لیے روزہ رکھا گیا تھا، ہم نے یہ گناہ کر کے اس کے مقصد کو ختم کر دیا؛ اس لیے روزے میں اس کا بھی اہتمام ہونا چاہیے۔

اعمالِ صالحہ کے فوائد حاصل کرنے سے متعلق ایک اہم اصول

کوئی بھی عبادت، کوئی بھی کام، اس کام میں جو شرائط ہیں، جب تک ان شرائط کا آپ پورا پورا خیال نہیں کریں گے، اس وقت تک اس کام کا جو فائدہ حاصل ہونا چاہیے، وہ حاصل نہیں ہوگا۔ حدیث میں جن جن عبادتوں پر جو جو فوائد آئے ہیں، جو جو ثمرات اس کے بتلائے گئے ہیں، اس کے لیے ضروری ہے کہ اس عبادت کا جیسا حق ہے، اس کے مطابق اس عبادت کو ادا کرنے کا اہتمام کریں۔

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ کی تفسیر

اسی لیے مفسرین نے لکھا ہے: ﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ [البقرة:١٨٣] کہ: تم پر روزے فرض

---

(١) السنن الكبرى للبيهقى، عَنْ عِيَاضِ بْنِ غُطَيْفٍ، قَالَ أَبُو عُبَيْدَةَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الخ، بَابُ مَا يَنْبَغِي لِكُلِّ مُسْلِمٍ أَنْ يَسْتَشْعِرَهُ مِنَ الصَّبْرِ الخ، رقم الحديث: ٢٥٤٢.

کیے گئے، کُتِبَ عَلَيْكُمْ: تمھاری بوڈی (body) کے اوپر روزے فرض کیے گئے تو بوڈی کے جتنے اعضا ہیں نا: کان ہے، زبان ہے، آنکھ ہے، اس پر بھی روزہ فرض کیا گیا ہے یعنی ان اعضاء کو گناہوں سے بچانا ضروری ہے، یہاں تک کہ علماء نے لکھا ہے کہ روزے کی حالت میں اپنی بیوی کی طرف بھی شہوت کی نظر سے دیکھنا درست نہیں ہے۔ یہی تو روزہ ہے، روزے کے اندر بیوی کے قریب نہیں جا سکتے تو بیوی کی طرف شہوت کی نظر سے دیکھنا درست نہیں ہے۔

روزے کا مقصد تقوی کا حصول ہے

بہر حال! کہنے کا حاصل یہ ہے کہ روزے کو جیسا کہ اس کا حق ہے، ہم ادا کرنے کا اہتمام کریں گے تو قرآن میں وعدہ ہے: كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ: تاکہ تمھارے اندر تقوی آجائے، روزہ تقوی پیدا کرنے کے لیے ہے، ویسے ساری شریعت کا خلاصہ یہی ہے کہ آپ کا مزاج ایسا بنے کہ وہ اللہ کی نافرمانی سے بچانے والا اور اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے اپنے آپ کو بچانے والا بنے، اسی کا نام تقوی ہے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں تقوی کی حقیقت

حافظ ابنِ رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے ''جامع العلوم والحکم'' میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے: ليس تقوى الله بصيام النهار ولا بقيام الليل والتخليط فيما بين ذلك ولكن تقوى الله ترك ما حرم الله وأداء ما افترض الله: تقوی دن بھر روزہ

رکھنے اور رات بھر نمازیں پڑھنے کا نام نہیں ہے بلکہ تقوی یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جن چیزوں کو حرام قرار دیا ہے، آدمی ان چیزوں سے اپنے آپ کو بچاوے اور جن چیزوں کو فرض قرار دیا ہے، اس کے ادا کرنے کا اہتمام کرے (۱)۔

یہ ہے تقوی تو روزے کے اندر بھی اگر آپ ان چیزوں کا اہتمام کریں گے تو وہ روزہ آپ کے لیے حصولِ تقوی کا ذریعہ بنے گا، ورنہ فائدہ نہیں۔

ایں خیال واست ومحال است وجنوں

حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب نور اللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے کہ آپ نے اپنے کمرے کے اندر اے سی (AC) لگایا ہے- یا آپ (یوکے والوں) کے بارے میں کہا جائے کہ آپ نے سردی کے زمانے میں ہٹر (hitter) لگایا ہے- آپ نے اس کو چلادیا لیکن چلانے کے بعد آپ نے دروازے اور کھڑکیاں بند نہیں کیں، کھلی ہوئی ہیں اور کھڑکی یا دروازے تو کیا، اگر ذرا سا سوراخ بھی رہ گیا ہے تو وہ ہٹر یا اے سی آپ کتنا ہی تیز چلائیں، اس سے نکلنے والی ٹھنڈک یا گرمی آپ کے کمرے کو ٹھنڈا نہیں یا گرم نہیں کرے گی، دروازوں اور کھڑکیوں کے ذریعہ باہر سے جو گرمی یا ٹھنڈی آرہی ہے، وہ کمرے کو کبھی بھی گرم یا ٹھنڈا ہونے نہیں دے گی۔ آپ اے سی کی ٹھنڈک یا ہٹر کی گرمی چاہتے ہیں تو پہلے کمرے کے دروازے اور کھڑکیاں اور سوراخ بند کرو، تب

(۱) جامع العلوم والحكم ۱ / ۲۱۳، تحت الحديث الثامن عشر عن أبي ذر جندب بن جنادة وأبي عبدالرحمن معاذ بن جبل رضي الله عنهما عن رسول الله ﷺ قال اتق الله حيثما كنت وأتبع السيئة الحسنة تمحها وخالق الناس بخلق حسن رواه الترمذي وقال حديث حسن.

کمرہ ٹھنڈا یا گرم ہوگا۔

اسی طرح ہم روزہ تو رکھتے ہیں لیکن سوراخ کھلے چھوڑتے ہیں: کان کھلے ہیں گناہوں کی باتوں کو سننے کے لیے، غیبت کو سننے کے لیے، آنکھیں کھلی ہیں بدنگاہی کے لیے، زبان کھلی ہوئی ہے غیبت کے لیے، بری باتوں کو کرنے کے لیے تو گویا گناہ ہم سے صادر ہوتے رہتے ہیں تو گناہوں کے صدور کے ساتھ ہم یہ امید رکھیں کہ یہ روزہ ہماری زندگی کی تبدیلی کا، زندگی میں انقلاب پیدا کرنے کا ذریعہ بنے تو ایں خیال واست ومحال است وجنوں، یہ حماقت کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔

ہم دنیا کے اندر کچھ کام کرتے ہیں تو اس کی حفاظت کا پورا انتظام کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی اتنی عظیم عبادت کو انجام دیں گے تو اس کی حفاظت کا بھی انتظام ہونا چاہیے۔

رمضان میں تراویح کو بھی نفل قرار دیا گیا ہے

بہر حال! اس حدیث میں آگے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بات اور بھی ارشاد فرمائی ہے، وہ ضرور عرض کروں گا، آگے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: جَعَلَ اللّٰهُ صِيَامَهُ فَرِيضَةً، وَقِيَامَ لَيْلِهِ تَطَوُّعًا: اور اس مہینے کے روزوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرض قرار دیا اور اس کی رات کے قیام یعنی تراویح کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے نفل قرار دیا۔

رمضان کے روزے فرض ہیں

رمضان کے روزے فرض ہیں، اس کی بڑی اہمیت ہے، قرآن میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے خاص طور سے فرمایا ہے: ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ

مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ کہ: تم پر روزے فرض کیے گئے، جیسے تم سے اگلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے؛ تاکہ تمھارے اندر تقوی آوے۔

رمضان میں اعمال کی قدر و قیمت غیرِ رمضان کی بہ نسبت بڑھ جاتی ہے

آگے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس خطبے میں رمضان المبارک کی بہت ساری خصوصیات بیان فرمائیں: چناں چہ فرمایا: مَنْ تَقَرَّبَ فِيهِ بِخَصْلَةٍ مِنَ الْخَيْرِ كَانَ كَمَنْ أَدَّى فَرِيضَةً فِيمَا سِوَاهُ وَمَنْ أَدَّى فَرِيضَةً فِيهِ كَانَ كَمَنْ أَدَّى سَبْعِينَ فَرِيضَةً فِيمَا سِوَاهُ: اس مہینے میں جو آدمی کوئی فریضہ ادا کرے گا تو رمضان کے علاوہ ۷۰ رفرض ادا کرنے کا اس کو ثواب ملے گا اور نفل ادا کرے گا تو اس کا ثواب فرض کے برابر ملے گا۔ نفل کبھی فرض کے برابر نہیں ہوسکتا، آدمی نفل پڑھے تو فرض کا مقابلہ نہیں کرسکتا لیکن رمضان میں نفل کا ثواب بھی فرض کے برابر ملتا ہے۔

سونے کے بھاؤ میں لوہا

حضرت مولانا احمد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جامعہ حسینیہ راندیر کے شیخ الحدیث تھے، ہمارے گجرات پر ان کے بڑے احسانات ہیں، ان کے مواعظ سے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو بڑی ہدایت عطا فرمائی، ہمارے یہاں ڈابھیل میں جب سب سے پہلی مرتبہ اعتکاف کا سلسلہ رمضان میں شروع ہوا تھا، اس سال ایک مرتبہ حضرت رات کو تشریف لائے تھے اور تراویح کے بعد حضرت نے بیان فرمایا تھا، اس میں آپ نے ایک بڑی عجیب مثال دی، بڑی اچھی بات فرمائی کہ دیکھو! اگر آج اعلان ہوجائے کہ آج ایک

دن کے لیے لوہے کا بھاؤ سونے کے برابر ہو گیا ہے تو لوگ اپنے گھر کے دروازوں، کھڑکیوں اور اس کی کنڈیاں نکال نکال کر بیچ ڈالیں گے اور اس کی کیلیں بھی نکال کر بیچ ڈالیں گے کہ بعد میں دیکھی جائے گی لیکن پہلے ہم لوہے کا بھاؤ سونے سے حاصل تو کر لیتے ہیں۔ ہم دنیا کے معاملے میں بہت زیادہ مستعدی دکھلاتے ہیں کہ اس کی قیمت وصول کرنے کے لیے سب کچھ کر گذرتے ہیں اور اپنی حرص اور طمع کا مظاہرہ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جو فرمار ہے ہیں کہ رمضان کے مہینے میں نفل کا بھاؤ فرض کے برابر ہو گیا ہے، اس کی کوئی قدر ہی نہیں ہے۔

رمضان کا مہینہ نیکیوں کی سیزن ہے

رمضان کا مہینہ تو سیزن ہے۔ دیکھو! بزرگوں نے اس کو نیکیوں کی موسمِ بہار قرار دیا ہے، ہر چیز کا ایک موسم ہوتا ہے اور موسم میں اس موسم سے تعلق رکھنے والی چیزوں کا بھاؤ بڑھ جاتا ہے، جیسے ہٹر سردیوں کی موسم کی چیز ہے تو اس کے تاجر اس موسم سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں، گرمیوں کے زمانے میں ڈرنکس (drinks) کے تاجر فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں یعنی ہر موسم میں اس موسم سے تعلق رکھنے والی چیزوں کے تُجار فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں تو یہ رمضان کا مہینہ نیکیوں کی سیزن ہے، اس میں نیکیوں کا زیادہ سے زیادہ بھاؤ اور ثواب حاصل کرنے کا موقع دیا ہے۔

اس کے الطاف تو عام ہیں شہیدی سب پر

اور دنیا کی سیزنوں کا حال تو یہ ہے کہ سیل (sale) زیادہ ہوتا ہے، سیزن میں

بکری زیادہ ہوتی ہے، چیزیں زیادہ بکتی ہیں، بھاؤ وہی کا وہی رہتا ہے، بھاؤ نہیں بڑھتا لیکن اللہ تعالیٰ نے رمضان کا سیزن ایسا بنایا کہ اس میں بھاؤ بھی بڑھتا ہے کہ نفل کا بھاؤ فرض کے برابر اور ایک فرض کا بھاؤ ۷۰ رفرض کے برابر کردیا، کوئی ہے لینے والا؟ تو یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے عجیب وغریب عنایتیں ہیں، اس لیے ہم کو رمضان کے ایام کو وصول کرنے کی تیاری اور اہتمام کرنا چاہیے۔

اسلاف کے یہاں رمضان کی قدر و قیمت

ہم اپنے اسلاف کے حالات کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ پہلے سے اپنا نظام، شیڈول (schedule) ایسا بنا لیتے تھے کہ اللہ کی عبادت میں، ذکر واذکار میں، قرآنِ پاک کی تلاوت میں اور دعاؤں میں زیادہ سے زیادہ وقت مصروف ہوں۔

تراویح کے ساتھ ہمارا مجرمانہ سلوک

رمضان کے اعمال میں ایک عمل تو روزہ ہے، تراویح ہے، اس کو بھی پڑھنے کا اور شوق کے ساتھ سننے کا اہتمام ہو۔ ہمارے لوگوں کا مزاج یہ بنا ہوا ہے کہ تراویح پڑھنے کے لیے آتے ہیں تو پہلے تحقیق کر لیتے ہیں کہ مثلاً یہاں ڈیوزبری میں سب سے پہلے تراویح کہاں ختم ہوتی ہے، کسی نے کہا کہ فلاں مسجد میں ۲۰ رمنٹ میں پوری ہوتی ہے تو وہاں پاؤں رکھنے کی جگہ نہیں ملتی اور کہیں بے چارہ کوئی امام صحیح طریقے سے اطمینان کے ساتھ پڑھانے والا ہو تو اس کے پیچھے ایسے پڑ جاتے ہیں کہ پریشان ہو جاتا ہے کہ مولوی صاحب! آپ تو اتنا آہستہ پڑھتے ہیں۔ اس کو تنگ کر کے رکھ دیتے ہیں تو یہ کوئی

ہمارا طریقہ ہوا!!

لعنت والے طریقے پر قرآن پڑھنے اور سننے سے احتراز کیجئے

حدیث میں ہے: رُبَّ تالٍ للقراٰن والقراٰنُ یلعنُہٗ: بہت سے قرآن کے تلاوت کرنے والے ایسے ہیں کہ وہ تلاوت کر رہے ہوتے ہیں اور جو طریقہ اور حق ہے تلاوت کا، اس کے مطابق نہیں کرتے تو قرآن ان پر لعنت کر رہا ہوتا ہے تو ہم اپنے حافظ اور امام کو ایسے طریقے پر پڑھنے پر مجبور کریں تو یہ تو بہت نامناسب بات ہوئی بلکہ وہ جلدی پڑھتا ہو تو مصلیوں کی طرف سے مطالبہ ہونا چاہیے کہ اطمینان سے پڑھو، ہم شوق اور رغبت کے ساتھ اچھے طریقے سے قرآن سننا چاہتے ہیں

ستم بالائے ستم

اور پھر وہ سوا پارہ بھی اس انداز سے پڑھتے ہیں کہ بس وہ آخری صف میں دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھے رہتے ہیں اور جہاں امام رکوع میں گیا کہ اسی وقت اٹھتے ہیں اور نیت باندھ کر کے رکوع میں چلے جاتے ہیں، کیا یہ شان ہے ہماری عبادتوں کی؟ اللہ تعالیٰ ہماری ان عبادتوں کو دیکھیں گے تو قبول کرنے کی بات تو بہت دور ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمیں اس پر عذاب دیا جائے، یہ تو بہت خطرناک چیز ہے، یہ بے رغبتی ہے اور بے رغبتی بہت خطرناک چیز ہے، اس لیے پوری رغبت اور شوق کے ساتھ ہمیں ان عبادتوں

---

(۱) روح المعانی میں یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ موجود ہے: رب قارئ للقراٰن والقراٰن یلعنہ۔ کتبِ احادیث میں اپنی حقیر جستجو کے باوجود یہ حدیث نہیں ملی۔

میں مشغول ہونا چاہیے۔

تھے تو وہ آباء تمھارے ہی، تم کیا ہو؟

ہمارے اکابر کے حالات پڑھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ رات رات بھر اللہ کی عبادت میں گذار دیتے تھے، پوری رات اللہ کی عبادت کرتے تھے اور ہم سے یہ چند منٹ بھی کھڑا نہیں رہا جاتا، اس عبادت کو بھی پورے شوق اور رغبت کے ساتھ ادا کرنے کا اہتمام ہونا چاہیے؛ تاکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فضل شاملِ حال ہوجائے، وہ ہم سے راضی ہوجائے۔

اللہ تعالیٰ کی شانِ کریمی

تو تراویح کا اہتمام ہو، تلاوت کا اہتمام ہو، آخری عشرے کے اعتکاف کا اہتمام ہو، دعاؤں کا اہتمام ہو۔ حدیث میں آتا ہے، نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ رمضان کے مہینے میں فرشتوں کو حکم دے دیتے ہیں کہ روزہ داروں کی دعا پر آمین کہو۔ اللہ اکبر!! کیا اللہ کی شان ہے! اللہ تعالیٰ دینا چاہتے ہیں، اس کے لیے فرشتوں کو حکم دیا جارہا ہے کہ میرے بندوں کی دعا پر آمین کہو، عجیب معاملہ ہے اور ہم ہیں کہ دعاؤں کے معاملے میں غفلت سے کام لے رہے ہیں، اس لیے ضرورت ہے کہ ہم اس ماہِ مبارک کو وصول کرنے کے لیے زیادہ سے زیادہ تیاریاں کریں، اہتمام کریں اور اس کی برکات کو حاصل کریں۔

واقعہ یہ ہے کہ اگر اس مہینے میں بھی کسی کی مغفرت نہ ہو تو اس کو اس کی محرومی کے

سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

رمضان صبر کا مہینہ ہے

اور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: هُوَ شَهْرُ الصَّبْرِ کہ: یہ صبر کا مہینہ ہے۔ ویسے بھی گرمی کے دنوں میں روزہ رکھنے میں آدمی کو صبر سے کام لینا ہی پڑتا ہے، روزے کی حالت میں طبیعت کے خلاف ناگوار باتیں پیش آویں تو غصہ کرنے کی ضرورت نہیں، صبر سے کام لیں۔

یہ مواسات اور غم خواری کا مہینہ ہے

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے + اس کو غم خواری کا مہینہ بھی فرمایا: وَشَهْرُ الْمُوَاسَاةِ، گویا غریب، غربا، حاجت مند لوگوں کو تلاش کریں۔

حقیقی حاجت مندوں کو تلاش کر کے ان کی مدد کریں

بعض لوگ اپنے گھروں پر بیٹھے رہتے ہیں اور یہ جو مانگنے والے بھکاری آتے ہیں، ان ہی کو دینے پر اکتفا کرتے ہیں، یہ بھکاری تو پیشہ ور لوگ ہیں، ان کو دے سکتے ہیں لیکن اصل جو لوگ محتاج ہیں اور محتاج ہونے کے باوجود کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتے، ایسوں کو تلاش کر کے، ان کا جو تعاون کیا جائے گا، وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں بڑی قدر و قیمت رکھتا ہے۔

پیشہ ور بھکاریوں کا حال

زکوۃ خالی ان مانگنے والے فقیروں کو نہ دیں۔ بعض مرتبہ تو یہ مانگنے والے فقیر

چوں کہ مانگنا ان کا پیشہ ہے، اس لیے مانگ مانگ کے وہ اتنا کچھ جمع کیے ہوئے ہوتے ہیں کہ وہ زکوۃ کے حق دار ہی نہیں ہوتے بلکہ خود ان کے اوپر زکوۃ فرض ہوتی ہے، سب اس حقیقت کو جانتے ہیں۔ اس لیے جو حقیقی حاجت مند ہیں، ان کو تلاش کر کے ان کی مدد کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

اور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چار چیزوں کا اہتمام کرنے کا حکم دیا ہے: ایک تو کلمۂ شہادت اور دوسرا استغفار، تیسرا جنت کا سوال اور چوتھا جہنم سے پناہ، ان چار چیزوں کا بھی کثرت سے اہتمام ہو، چلتے پھرتے ان کو پڑھتے رہا کریں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق اور سعادت عطا فرمائے۔ (آمین)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

معتکفین کے لیے قیمتی ہدایات اور نصائح

اقتباس

اور چوتھا پوری امت محمدیہ کے لیے دعا کا اہتمام کریں۔ حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہمارا جو تعلق ہے اور ہمیں جو محبت ہے، اس کا تقاضا ہے کہ آپ کی امت پر کوئی پریشانی ہو، حالات ہوں تو ہم آپ کی امت کے لیے دعاؤں کا اہتمام کریں۔ کہیں سیلاب آتا ہے، کہیں فساد ہوتا ہے، کہیں کوئی اور حادثہ پیش آتا ہے اور مسلمان اس حادثے کا شکار ہو کر بے گھر ہو جاتے ہیں تو مدد کے لیے باقاعدہ کمیٹیاں بنائی جاتی ہیں، لوگوں سے چندہ کر کے ان کو مدد پہنچانے کی کوشش کی جاتی ہے تو مدد کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ آپ دو پیسے نہ دے سکیں تو دعائیں کر لیں اور یہ تو اس سے بھی بڑی مدد ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ یا اللہ! تیرا یہ بندہ فساد کی وجہ سے تباہ ہوا ہے یا سیلاب کی وجہ سے اس کا گھر بہہ گیا ہے یا دشمنوں کے حملے کی وجہ سے تباہی ہوئی ہے، تو اس کی تلافی فرما دے، اس کی مدد فرما دے تو ہمارے حق میں عبادت ہو جائے گی اور اس کے حق میں مدد ہو جائے گی۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بحیثیت امتی کے ہمارا جو تعلق ہے، اس کا بھی کچھ نہ کچھ حق ادا ہو گا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للّٰہ نحمدہ ونستعینه ونستغفرہ ونؤمن به ونتوکل علیه ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا، ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا، ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا، من یهده الله فلا مضل له، ومن یضلله فلا هادي له، ونشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شریک له ونشهد أن سیدنا ومولانا محمدا عبده ورسوله، أرسله إلی کافّة الناس بشیرا و نذیرا، وداعیا إلی اللّٰہ بإذنه وسراجا منیرا، صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وعلی آله وأصحابه و بارک وسلّم تسلیما کثیرا کثیرا، أما بعد:

فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم: ﴿لَتُسۡـَٔلُنَّ یَوۡمَئِذٍ عَنِ النَّعِیۡمِ﴾ [التکاثر:۸]

وقال تعالیٰ: ﴿لَئِنۡ شَکَرۡتُمۡ لَاَزِیۡدَنَّکُمۡ وَلَئِنۡ کَفَرۡتُمۡ اِنَّ عَذَابِیۡ لَشَدِیۡدٌ﴾ [ابراهیم:۷]

ہجوم کیوں ہے زیادہ شراب خانے میں

طبیعت میں اضمحلال ہے، صبح سے نیند بالکل آئی نہیں، بار بار پیشاب کا تقاضا بھی ہوتا رہا، نفس یوں کہتا تھا کہ پڑے رہو۔ میں نے سوچا کہ پڑے رہنے سے بھی کیا حاصل!!، نہ خود کو کوئی فائدہ پہنچے گا اور نہ اللہ کے دوسرے بندوں کو۔ آپ حضرات جس حسن طلب اور حسن نیت کے ساتھ یہاں بیٹھے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کچھ مفید اور کارآمد باتیں کہلوا دیں گے۔

آج کا جو موضوع ہے، وہ کوئی متعین موضوع نہیں ہے، ہر سال جیسا کہ آپ کو معلوم ہے، شروعات میں یہاں رہتے ہوئے اوقات کو کس طرح گذارنا ہے، اس کے متعلق کچھ اہم اور ضروری باتیں آپ کے سامنے پیش کی جاتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اولین حق: شکر گزاری

سب سے پہلی چیز تو یہ ہے کہ ہمیں اللہ تبارک وتعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا چاہیے، اللہ تبارک وتعالیٰ کی نعمتوں کا ایک بہت بڑا حق یہ ہے کہ اس کا شکر ادا کیا جائے۔

شکر کی دو قسمیں: لسانی اور حقیقی

شکر دو طرح کا ہوتا ہے: ایک زبانی ہوتا ہے اور ایک حقیقی۔

زبانی کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اپنی زبان سے اللہ کا شکر ادا کرے: اَللّٰھُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كُلُّهُ، وَلَكَ الشُّكْرُ كُلُّهُ، عَلَي مَا أَنْعَمْتَنَا کہ اے اللہ! تو نے ہمیں یہ جو نعمت عطا فرمائی، اس پر تیرا احسان، تیرا شکر، تیری تعریف کرتے ہیں تو زبان سے آدمی اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر ادا کرے تو یہ بھی شکر ہی کا ایک طریقہ ہے۔

او دوسری قسم ہے حقیقی شکر۔ حقیقی شکر یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے وہ نعمت جس مقصد کے لیے دی گئی ہے، اس نعمت کے ذریعہ سے اس مقصد کو حاصل کرنے کا اہتمام اور کوشش کرنا۔

شیطان شکر ہی کے ذریعہ سے اکثر انسان کا راستہ کاٹتا ہے

یہ شکر ہی وہ چیز ہے کہ جس کے ذریعہ سے شیطان انسان کو اللہ کے راستے سے گمراہ

کرنے اور اس کی راہ سے کاٹنے کی کوشش کرتا ہے۔ قرآنِ پاک میں وارد ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے شیطان کو اپنی بارگاہ سے مردود کیا تو اس نے اللہ تعالیٰ کے حضور بہت بڑا دعوی کیا تھا: ﴿ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمۡ مِّنۡۢ بَيۡنِ اَيۡدِيۡهِمۡ وَمِنۡ خَلۡفِهِمۡ وَعَنۡ اَيۡمَانِهِمۡ وَعَنۡ شَمَآئِلِهِمۡ وَلَا تَجِدُ اَكۡثَرَهُمۡ شٰكِرِيۡنَ﴾ [الأعراف:١٧] میں تیرے ان بندوں کو گمراہ کرنے کے لیے اور تجھ سے دور کرنے اور تجھ سے کاٹنے کے لیے ان کے پاس آؤں گا، ان پر حملہ کروں گا، ان کے آگے سے، ان کے پیچھے سے، ان کے دائیں سے، ان کے بائیں سے۔ اور پھر آگے کہتا ہے: ﴿لَا تَجِدُ اَكۡثَرَهُمۡ شٰكِرِيۡنَ﴾: میرے ان حملوں کے نتیجے میں تو اپنے اکثر بندوں کو شکر گزار نہیں پائے گا یعنی تو نے جو نعمتیں اپنے بندوں کو عطا فرمائی ہیں، ان نعمتوں کا حق ادا کرنا اور ان نعمتوں کے ذریعہ سے وہ چیزیں حاصل کرنا جن کے لیے وہ نعمت اللہ کی طرف سے دی گئی ہے، بندے اس کا اہتمام نہیں کریں گے۔

شکر گزاری پر نعمت میں اضافے کا اور ناشکری پر عذاب کا وعدۂ الٰہی

حقیقت تو یہ ہے کہ یہ شکر بہت بڑی چیز ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس پر نعمتوں میں زیادتی کا وعدہ فرمایا: ﴿لَئِنۡ شَكَرۡتُمۡ لَاَزِيۡدَنَّكُمۡ﴾ کہ: اگر تم نے شکر کیا تو میں تمھاری نعمتوں میں اضافہ کروں گا، ﴿وَلَئِنۡ كَفَرۡتُمۡ اِنَّ عَذَابِيۡ لَشَدِيۡدٌ﴾: اور اگر تم نے میری نعمتوں کی ناقدری کی، ناشکری کی تو میری گرفت بہت سخت ہے۔

اللہ تعالیٰ تمھیں عذاب دے کر کیا کریں گے؟

دوسرے موقع پر باری تعالیٰ بڑے پیارے انداز میں فرماتے ہیں: ﴿مَا يَفۡعَلُ

اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ إِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيمًا﴾ [النساء:۱۴۷] تم میری نعمتوں کا شکرادا کروگے، اس کی قدر کروگے تو پھر اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ تمھیں عذاب دے کر کیا کرے گا!!، اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکرادا کرو، اس کا حق ادا کرو اور اس پر ایمان لاؤ تو اللہ تمھیں کاہے کو عذاب دے، اللہ تعالیٰ تو بڑے بڑ قدر دان ہے۔ شاکر یعنی بندہ جب اللہ کی خدمت میں کوئی عمل پیش کرتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں اس کی بڑی قدر اور اس کی آؤ بھگت ہوتی ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ تو بندے کے عمل کو- بشرطیکہ وہ اخلاص کے ساتھ ہو- ایسے عجیب وغریب انداز میں قبول فرماتے ہیں کہ جس کی کوئی انتہا نہیں ہے۔

اعمالِ عباد کی بارگاہِ الٰہی میں عجیب وغریب پذیرائی

خود نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاں ذکر اللہ کا بیان فرمایا ہے اللہ تعالیٰ ہی کے حوالے سے، گویا حدیث قدسی کے اندر، اسی میں باری تعالیٰ فرماتے ہیں: وَإِنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ بِشِبْرٍ تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ ذِرَاعًا، وَإِنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ بَاعًا، وَإِنْ أَتَانِي يَمْشِي أَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً کہ: بندہ جب میری طرف ایک بالشت آگے بڑھتا ہے تو میں ایک ہاتھ اس کی طرف آگے بڑھتا ہوں یعنی دو بالشت بڑھتا ہوں اور اگر وہ دو ہاتھ آگے بڑھتا ہے تو میں ایک ''باع''، یعنی چار ہاتھ اس کی طرف آگے بڑھتا ہوں اور اگر وہ میری طرف چل کر کے آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر کے جاتا ہوں (۱)۔

(۱) صحیح البخاری، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: {وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهُ} رقم: ۷۴۰۵.

اللہ تعالیٰ کی عظمت بندوں کے اعمال پر موقوف نہیں ہے

اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے بندوں کے اعمال کو جو پذیرائی اور قبولیت عطا فرمائی جاتی ہے، بشرطیکہ اس کے لیے جو شرائط بتلائے گئے ان کا اہتمام کیا جائے، وہ عجیب وغریب ہے، اللہ کے حضور بندوں کی تو کوئی حیثیت ہی نہیں، اللہ تعالیٰ بندوں کے اعمال کے محتاج نہیں ہیں اور اللہ کی عظمت و کبرائی اس پر موقوف نہیں لیکن بندہ جب عمل کرتا ہے تو اللہ بہت زیادہ خوش ہوتے ہیں۔

حقیقی شکر اور زبانی شکر کی ایک مثال سے تفہیم

بہر حال! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ شکر ایک تو زبانی ہوتا ہے کہ آدمی زبان سے اللہ کا شکر ادا کرے اور ایک شکر حقیقی ہے، میں اس کو عام طور پر ایک مثال کے ذریعہ سمجھایا کرتا ہوں: دیکھو! آپ حج کے لیے گئے، عمرے کے لیے گئے، وہاں سے واپسی میں اپنے رشتہ داروں کے لیے، اعزاء واقارب کے لیے دوست واحباب کے لیے ہدایا اور تحائف لائے، وہاں آپ نے یہ سوچا کہ امام صاحب کے لیے بھی ایک عمدہ قسم کا رومال لے جاؤں، ان کے پیچھے پانچ وقت کی نماز پڑھتا ہوں تو ان کا بھی کچھ حق بنتا ہے۔ اب ان کے لیے آپ وہاں سے ایک عمدہ قسم کا عربی رومال لائے۔ آپ کے دل میں یہ تمنا ہے کہ امام صاحب اس کو جمعہ کے دن عمامے کے طور پر سر پر لگائیں گے یا ڈال کر کے آئیں گے اور خطبہ دیا کریں گے تو میرا دل خوش ہو جائے گا۔ یہ عربی رومال کا گویا صحیح استعمال ہے۔

اب آپ حج یا عمرے سے فارغ ہوکر کے آئے تو سب ملنے کے لیے آئے، امام صاحب بھی آئے۔ آپ نے ان کی خدمت میں یہ ہدیہ پیش کیا، انھوں آپ کا ہدیہ قبول کرتے ہوئے دیر تک آپ کا زبانی شکرادا کیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے، آپ کا حج عمرہ قبول فرمائے، نفقات کا نعم البدل عطا فرمائے۔ سب کچھ کہا۔ پانچ سات منٹ تک خوب زبانی شکرادا کیا لیکن ظاہر ہے کہ آپ ان کے اس زبانی شکر تک کفایت نہیں کریں گے۔

بلکہ آپ کے دل میں تو یہ تھا کہ امام صاحب اس کو جمعہ کے دن عمامے کے طور پر سر پر لگائیں گے یا ڈال کر کے آئیں گے اور جمعہ کی نماز پڑھائیں گے۔ چناں چہ آپ کے حج سے واپس آنے کے بعد جو سب سے پہلا جمعہ آیا تو آپ اپنی عادت کے خلاف سب سے پہلے مسجد کے اندر پہنچ کر منبر کے قریب بیٹھ گئے کہ آج تو امام صاحب میرے والا رومال سر پر باندھ کر خطبہ دینے کے لیے آئیں گے لیکن جب امام صاحب آئے تو آپ نے دیکھا کہ انھوں نے وہ رومال نہ تو عمامے کے طور پر باندھ رکھا ہے، نہ تو یوں ہی ڈال رکھا ہے۔

آپ نے اپنے دل کو تسلی دے دی کہ اس جمعہ کو نہ سہی، دوسرے جمعہ کو باندھ کر آئیں گے۔ دوسرے جمعہ کو بھی آپ منبر کے قریب جا کر بیٹھ گئے لیکن اس مرتبہ بھی آپ کو مایوسی ہوئی اور اس کے بعد تو آپ نے یہ دیکھنا بھی چھوڑ دیا کہ پتہ نہیں باندھ کر آتے بھی ہیں یا نہیں۔

اب اتفاق کی بات کہ آپ کا بچہ ان امام صاحب کے پاس پڑھتا تھا، آپ کو اپنے

بچے کی تعلیم کے سلسلے میں امام صاحب سے بات چیت کرنے کی نوبت آئی، تو بات چیت کرنے کے لیے ان کے گھر چلے گئے۔ ابھی گھر میں قدم بھی نہیں رکھا تھا کہ آپ نے دیکھا کہ جہاں پاؤں صاف کرنے کے لیے پاپوش ہوتا ہے، وہاں آپ کا وہ رومال بچھایا ہوا ہے۔ آپ جب اس منظر کو دیکھیں گے تو اپنے دل میں کہیں گے: اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ، میں نے کہاں اس آدمی کو یہ رومال دے دیا، آئندہ کبھی ان کو کوئی ہدیہ نہیں دوں گا۔

اب دیکھئے کہ اس نے زبانی شکر ادا کرنے میں کوئی کمی نہیں کی لیکن آپ کے دل و دماغ میں اس کا جو حقیقی مصرف اور مقصد تھا، انھوں نے اس کو پورا نہیں کیا، اس میں استعمال نہیں کیا آپ کے دل میں جو کیفیت پیدا ہوئی جس کی وجہ سے آپ نے فوراً فیصلہ کرلیا کہ آئندہ کبھی اس کو کوئی چیز ہدیہ نہیں کروں گا۔

نعمتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی بندوں سے چاہت

اللہ تبارک وتعالیٰ چاہتے ہیں کہ میری طرف سے جو نعمتیں دی جاتی ہیں، حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ یہ نعمتیں وہاں جہاں اللہ تعالیٰ نے جس مقصد کے لیے دی ہیں، وہاں ان کو استعمال کیا جائے۔

اہمیتِ رمضان کو حضراتِ صحابہ کے سامنے بیان کرنے کا نبوی اہتمام

اس وقت ہمارا اصل موضوع یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس امت کو جن بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے، ان میں سے ایک رمضان المبارک کا مہینہ ہے، یہ مہینہ بہت بڑی نعمت ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس امت کو عطا فرمائی اور خود نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اس کی اہمیت کو اپنے ارشادات کے ذریعہ حضراتِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سامنے بیان فرمانے کا اہتمام کرتے تھے، اس سلسلے میں فضائلِ رمضان میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی روایت آپ نے سنی ہوگی اور شروع رمضان میں بھی وہ حدیث آپ کے سامنے بیان کی جا چکی ہے۔

ماہِ رمضان کی ایک فضیلت

قرآن میں بھی ہے: ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ﴾ [البقرة: ١٨٥] قرآن جیسی نعمت جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے عطا فرمائی، اس کے نزول کے لیے بھی زمانہ کے اعتبار سے جو وقت متعین ہوا، وہ رمضان کا مہینہ ہے۔

رمضان کی اہمیت اکابر کی نگاہوں میں

ہمارے اکابر کے یہاں اس کا بڑا اہتمام ہوا کرتا تھا، مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ تو اس کو نیکیوں کا موسمِ بہار کہا کرتے تھے اور حضرت مولانا سید ابوالحسن ندوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ یہ دل کی بیٹری کے چارجنگ کا زمانہ ہے۔ ظاہر ہے کہ بیٹری استعمال کر کے اس کا پاور جب ختم ہو جاتا ہے تو جب تک اس کو چارج نہیں کریں گے، وہ بے کار رہے گی تو قلب کی بیٹری کو روحانیت سے چارج کرنے کا یہ زمانہ ہے۔

رمضان کے آخری عشرے کی اہمیت اور فضیلت

بہرحال! رمضان کا یہ مہینہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں خصوصیت کے ساتھ عطا

فرمایا اور پھر اس میں بھی آخری عشرہ! گویا یہ رمضان کے مہینے کا خلاصہ ہے، رمضان کا مہینہ اپنی جگہ پہ ساری اہمیتیں لیے ہوئے ہے، اس میں آخری عشرہ، اس کو جو اہمیت حاصل ہے، اس کا اندازہ آپ اس سے لگا سکتے ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں روایتوں میں آتا ہے کہ جب آخری عشرہ آتا تھا تو شَدَّ الْمِئْزَرَ، وَأَيْقَظَ أَهْلَهُ (۱): آپ اپنی کمر کو کس لیا کرتے تھے، کمر باندھ لیتے تھے یعنی ان دس دنوں کو وصول کرنے کے لیے آپ اپنے آپ کو تیار کر لیتے تھے اور اپنے گھر کے لوگوں کو بھی رات کے وقت جگایا کرتے تھے۔

رات کی نماز کے سلسلے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عام عادت

جیسا کہ حدیث پڑھنے والے جانتے ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عام عادت یہ تھی کہ آپ خود رات کے وقت عبادت کرتے تھے لیکن اپنے گھر والوں کو اس کے لیے جگاتے نہیں تھے، مجبور نہیں کرتے تھے۔ اگر کوئی اپنے اعتبار سے بیدار ہو کر عبادت کرتا تو اور بات تھی، البتہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتر کے لیے ان کو اٹھا دیا کرتے تھے (۲)۔ احناف نے وتر کے وجوب پر جن دلائل سے استدلال کیا

---

(۱) پوری حدیث اس طرح ہے: عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ، أَحْيَا اللَّيْلَ، وَأَيْقَظَ أَهْلَهُ، وَجَدَّ وَشَدَّ الْمِئْزَرَ. (صحیح مسلم، بَابُ الِاجْتِهَادِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ)

(۲) حدیث کے الفاظ یہ ہیں: عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يُصَلِّي وَأَنَا رَاقِدَةٌ مُعْتَرِضَةً عَلَى فِرَاشِهِ، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يُوتِرَ أَيْقَظَنِي، فَأَوْتَرْتُ (صحیح البخاری، بَابُ إِيقَاظِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أَهْلَهُ بِالوِتْرِ.)

ہے، ان میں سے ایک دلیل یہ بھی ہے کہ آپ کا ان کو اہتمام سے اٹھانا اور تہجد کے لیے نہ اٹھانا دلیل ہے کہ وتر واجب ہے۔ لیکن آخری عشرے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے گھر والوں کو بیدار کرنے کا اہتمام کرتے تھے، گویا یہ عشرہ سونے کا نہیں ہے۔

آخری عشرے میں معتکفین راتوں میں سونے کا ماحول نہ بنائیں

اور یہاں بھی آپ جو آئے ہیں، سونے کے لیے نہیں آئے ہیں بلکہ اس عشرے کو وصول کرنے کے لیے آئے ہیں، اب یہاں آ کر کے بھی آپ رات کو پڑ جائیں!!، تو رات کو سونے کا ماحول ہونا ہی نہیں چاہیے، ہاں جو میرے جیسے بوڑھے لوگ ہیں، کمزور لوگ ہیں کہ جن کو تھوڑی بہت نیند کی بہر حال ضرورت ہوتی ہے، وہ کچھ دیر کے لیے لیٹ جائیں تو ٹھیک ہے، ورنہ ویسے بھی سونے کا وقت کتنا ہوتا ہے، ناشتے وغیرہ سے فارغ ہوتے ہیں تو ایک تو تقریباً بج ہی جاتا ہے پھر ڈھائی بجے اٹھا دیا جاتا ہے تو گھنٹہ، دو گھنٹہ سو کر کیا کریں گے!۔ اس کے بجائے آپ عبادت میں لگ جاتے، یہاں بیسیوں حافظ موجود ہیں تو ہر ایک آدمی حافظوں کے ساتھ معاملہ کر لے کہ تم روزانہ ہمیں دو پارے نفل کے اندر سنا دیا کرو؛ تا کہ راتیں اللہ کی عبادت میں گذریں۔

مغرب کے بعد اوابین کا بھی اہتمام کیجیے

ویسے مغرب کی نماز تو ہم نے جماعت کے ساتھ ادا کی ہی، اس کے بعد اوابین بھی ہے، اس کا بھی اہتمام کیا جائے۔ بہت سے احباب یہاں آنے کے بعد بھی دو رکعت پڑھ کر کے پالتی مار کر بیٹھ جاتے ہیں۔ کچھ کر تو لو، ویسے ہی بیٹھے رہتے ہو!، جب یہاں

آئے ہو، کچھ کام کرنے کے ارادے سے آئے ہو تو اوابین کا بھی اہتمام کر لینا چاہیے، یہ ایک ایسی نماز ہے جس کی نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ترغیب دی ہے تو کبھی زندگی کا کوئی لمحہ، کچھ اوقات ایسے بھی تو ہونے چاہئیں، خاص کر کے رمضان کا زمانہ کہ اس میں اس نماز کا اہتمام کر لیا جائے۔

اوابین کے سلسلے میں ایک شبہ اور اس کا ازالہ

چوں کہ اہل علم ہیں، شیطان اور نفس وسوسہ ڈالتا ہے کہ بہترین عمل تو وہ ہے کہ جس کے اوپر مداومت کی جائے۔ اب جب ہم دو چار دن تک یہاں ہیں اور پڑھیں گے تو مداومت تو ہوئی نہیں پھر دو چار روز پڑھنے سے کیا فائدہ؟۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رمضان کے اندر پڑھنا، یہ بھی مداومت کی ایک نوع اور قسم ہے، یعنی ایک تو یہ کہ آدمی سال بھر اس اوابین کو پڑھے اور ایک یہ کہ رمضان کے مہینے میں اس کا اہتمام کرے۔ جیسے ہر جمعہ کو کوئی عمل کرنے کا اہتمام کرتا ہے، آپ ہر جمعہ کو صلوۃ التسبیح پڑھیں گے تو اس کو بھی مداومت کہیں گے، حالاں کہ ہر روز نہیں پڑھ رہے ہیں لیکن ہر جمعہ کو پڑھنے کو بھی مداومت سے تعبیر کیا جاتا ہے تو اگر آپ رمضان المبارک میں اور آخری عشرے میں اوابین کا اہتمام کریں گے تو یہ بھی مداومت کی ایک شکل ہے؛ اس لیے بحیثیت عالم کے آپ کا عالم شیطان آپ کو یہ دھوکہ نہ دے کہ یہ مداومت نہیں ہے تو اس کو بلا وجہ پڑھ کے کیا کریں گے!!، حالاں کہ یہ تو نہ کرنے کی باتیں ہیں، کرنے والا تو جتنا بھی ہاتھ میں آجائے، اس کو غنیمت سمجھتا ہے۔

رمضان میں نفل کا ثواب فرض کے برابر ملتا ہے

بہرحال! جب یہاں آئے ہیں تو کچھ کرلیں، یوں ہی وقت نہ گذاریں، اسی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی روایت میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آگے فرماتے ہیں کہ جو آدمی کسی نفل عمل کے ذریعہ اللہ کا قرب حاصل کرتا ہے تو عام دنوں میں فرض پڑھنے پر جو ثواب ملتا ہے، اس مہینے میں نفل پڑھنے پر وہ ثواب اللہ تبارک وتعالیٰ عطا فرماتے ہیں۔

اوابین کی رکعات

اوابین کا اہتمام بھی کرلیں، ویسے اس کی چھ رکعت ہی ہیں، مغرب کے بعد جو دو رکعت سنت مؤکدہ ہیں، اس کے علاوہ چھ تو کل ملاکر کے آٹھ ہوگئیں۔ بقول حکیم اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کہ دو قسم کے آدمی ہیں: ایک ہے فری مین اور دوسرے ہیں بزی مین۔ جو بزی لوگ ہیں، وہ دو کے ساتھ چار ملالیں اور جو فری لوگ ہیں، وہ دو کے ساتھ چھ ملالیں۔

یہ تو دھوکہ ہے

بہرحال! یہاں ہم (دنیوی امور میں) مشغول کہاں ہیں؟ یہاں ہم اسی لیے تو آئے ہیں، اپنے آپ کو اسی مقصد کے لیے فارغ کر رکھا ہے تو جب گھر والوں کو یہ کہہ کر کے آئے ہیں، دنیا والوں کو یہ دکھلا رہے ہیں کہ ہم مسجد میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہیں تو یہ تو دھوکہ ہوا کہ یہاں رہ کر کے کچھ نہ کریں۔

دھوکے کی دو قسمیں اور ایک حدیث سے عملی دھوکے کی تفہیم

دیکھو! ایک دھوکہ زبان سے ہوتا ہے، ایک دھوکہ اپنے عمل سے ہوتا ہے۔

ایک مرتبہ ایک عورت نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول! میرے شوہر نے مجھے کوئی چیز دی نہیں ہے۔عورتوں کی یہ عادت ہوتی ہے۔ میرے شوہر نے مجھے کوئی زیور نہیں دیا، میرے ابا نے دیا ہے یا کسی اور جگہ سے آیا ہے لیکن اگر میں یہ ظاہر کروں کہ یہ زیور مجھے میرے شوہر نے دیا ہے؛ تاکہ وہ دوسری سوکن ہے نا، اس کے دل میں آگ لگے!!؛ تاکہ اس کو پتہ چلے کہ اس کو دیا اور مجھے نہیں دیا تو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا: اَلْمُتَشَبِّعُ بِمَا لَمْ يُعْطَ كَلَابِسِ ثَوْبَيْ زُورٍ کہ: جو چیز نہیں دی گئی ہے، پھر بھی کوئی اس کا اظہار کرتا ہے تو وہ ایسا ہے جیسے جھوٹ کے دو کپڑے پہننے والا[1]۔ یعنی لباس کے طور پر آدمی دو کپڑے ہی پہنتا ہے، یعنی ایسا شخص گویا سر سے پاؤں تک جھوٹ میں ڈوبا ہوا ہے۔

یہاں بھی عملی طور پر ہم نے اپنے آپ کو یوں ظاہر کیا ہے کہ ہم یہاں آئے ہیں اور اللہ کی عبادت میں مشغول ہیں تو اس کا عملی طور پر مظاہرہ بھی کرنا چاہیے۔

تو بات یہ چل رہی تھی کہ ایک تو ہم اوابین کا اہتمام کریں، اس کے متعلق بار بار آپ کو کہا جاتا ہے، واقعہ یہ ہے کہ لوگوں کے مزاج کے اندر غفلت اور بے اعتنائی اس قدر آ گئی ہے کہ بار بار کہنے کے باوجود اس کی طرف دھیان نہیں دیتے۔

مؤمن ایک سوراخ سے دو مرتبہ ڈسا نہیں جاتا

حدیث ہے، نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ

(۱) صحیح البخاری، عَنْ أَسْمَاءَ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، بَابُ الْمُتَشَبِّعِ بِمَا لَمْ يَنَلْ، وَمَا يُنْهَى مِنَ افْتِخَارِ الضَّرَّةِ.

مَرَّتَيْنِ [1]: مؤمن ایک سوراخ سے دومرتبہ ڈسا نہیں جاتا۔اس کی تشریح میں حضرت علامہ انورشاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مؤمن کا مزاج عبرت حاصل کرنے کا ہوتا ہے، کسی بات پر، کسی غلطی کے اوپر اس کو تنبیہ کی جائے کہ بھائی یہ کیا؟ تو ایک مرتبہ کی تنبیہ پوری زندگی کے لیے کافی ہونی چاہیے، دوسری مرتبہ اس غلطی پر تنبیہ کی نوبت آنی نہیں چاہیے، ہمیشہ کے لیے اپنے آپ کو اس غلطی سے پاک کر لینے اور دور رکھنے کا اہتمام کرے۔

تنبیہ کے باب میں کافر ومنافق کا حال

اس کے برخلاف منافق اور کافر کا حال یہ ہوتا ہے کہ بار بار تنبیہ کی جاتی ہے، لتاڑا جاتا ہے، لوگوں کے سامنے ان کو سخت سے سخت الفاظ میں متنبہ کیا جاتا ہے تو بھی ان کی غیرت کو جوش آتا نہیں اور وہی اپنی پرانی روش کے اوپر قائم رہتے ہیں۔

خانقاہی اعمال میں شرکت نہ کرنے والا خود کو خانقاہ میں آیا ہوا نہ سمجھے

دیکھو! یہاں کا ایک نظام ہے، اس نظام کے مطابق یہاں ایام گذاریئے، اگر یہاں آکر بھی آپ نے ان چیزوں کا اہتمام نہیں کیا تو یہ مت سمجھنا کہ میں یہاں آیا تھا۔ دہلی نظام الدین مرکز کے اندر حضرت مولانا سلیمان جھانجھی رحمۃ اللہ علیہ تھے، وہ ہمیشہ یہ اعلان کرتے تھے کہ جو یہاں آئے اور یہاں کے اعمال میں شرکت نہ کرے، وہ اپنے آپ کو یہاں آیا ہوا نہ سمجھے، یہ نہ سمجھے کہ میں یہاں آیا ہوں؛ اس لیے کہ یہاں تو اس لیے آئے ہیں؛ تاکہ ان اعمال کو انجام دیں۔ اب اگر ان اعمال میں شرکت نہ کرے، پھر بھی یہ

(۱) صحیح البخاری، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تعالىٰ عَنْهُ، بَابٌ: لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ مَرَّتَيْنِ.

سمجھے کہ میں یہاں آیا ہوا ہوں تو وہ غلط فہمی میں مبتلا ہے۔

خانقاہ میں رہتے ہوئے اپنی غلط عادتوں سے پیچھا چھڑانے کی کوشش کریں

بہر حال! بات اوابین کی چل رہی تھی، نوافل کا اہتمام ہونا چاہیے، اس میں اوابین کے علاوہ تہجد ہے۔ آپ کو جب صبح اٹھا دیا جائے تو اٹھنے میں تاخیر نہ کرے، یہاں رہ کر اپنی عادتوں کو بھی درست کرنا ہے، کسی کے مزاج کے اندر غفلت ہے، سستی ہے، کسل ہے تو یہاں آیا ہے تو اپنے نفس کو ٹوک کر کے اپنے آپ جلدی اٹھنے کے لیے آمادہ کرے، اس کی عادت ڈالے، یہاں اسی لیے تو آئے ہیں کہ ان بری اور غلط عادتوں سے اپنے آپ کو نجات دلائیں اور اگر یہاں آ کر بھی ہم اپنی عادتوں پر جمے رہے اور جب ان کو تنبیہ کی جاوے تو یہ عذر پیش کریں کہ میری تو آنکھ جلدی نہیں کھلتی، پھر تو یہاں آنے کا حاصل کیا ہوا؟۔

بہر حال! جب آپ کو تہجد کے لیے اٹھایا جائے تو جلدی اٹھنے کا اہتمام کریں، یا تو آپ پہلے سحری کھا لیجیے پھر تہجد پڑھیے یا پہلے تہجد پڑھ لیجیے پھر سحری کھائیے، جیسا جیسا موقع ہو۔

سحری کا کھانا بابرکت ہوتا ہے

سحری کے کھانے کو برکت والا کھانا قرار دیا گیا ہے، نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مرتبہ سحری تناول فرما رہے تھے، جو موجود تھے، ان کو دعوت دی: هَلُمُّوا إِلَى الْغَدَاءِ الْمُبَارَكِ

کہ: آؤ برکت والے کھانے کی طرف (۱)۔

برکت والے کھانے کا کیا مطلب ہے؟ تو فضائل رمضان میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے اس کی مختلف تشریحات اور توضیحات ذکر فرمائی ہیں، اس کو پڑھئے اور اس میں یہ بھی ہے کہ اس کی وجہ سے آدمی کو تہجد پڑھنے کا موقع مل جاتا ہے۔

تہجد کا اہتمام اور اس میں بعض حضرات کی نامعقول حرکت

تہجد کا کم سے کم آٹھ رکعت پڑھنے کا معمول بنائیے۔ بعض حضرات اٹھتے ہیں اور دو رکعت پڑھ کر کے کسی دیوار کا سہارا لے کر جم کر کے بیٹھ جاتے ہیں اور نیند نکالنے لگتے ہیں، جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ یہاں تو اپنے وقت کو وصول کرنا ہے، آپ کا ایک ایک منٹ قیمتی ہے، صرف دس دن کا معاملہ ہے، کوئی لمبا چوڑا زمانہ نہیں ہے؛ اس لیے اس کی قدر کرتے ہوئے اس کو خوب وصول کرنے کا اہتمام کریں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا کا اہتمام بھی کیجیے

تو اوابین اور تہجد کا اہتمام کیجیے اور یہ دعا بھی کرتے رہئے کہ اے اللہ! یہاں کے نیک ماحول کی وجہ سے اور یہاں جو تیرے نیک بندے یہاں آئے ہیں اور جمع ہوئے ہیں، ان کی برکت سے تو نے یہ پڑھنے کی توفیق عطا فرمائی، اب مزید یہاں سے جانے کے بعد بھی مجھے اس کی توفیق عطا فرمائے رکھ اور اس پر استقامت عطا فرما۔ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے آپ کو اس کا عادی بنا دے۔

---

(۱) سنن النسائی، عَنْ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ، دَعْوَةُ السَّحُورِ، رقم: ۲۱۶۳

خانقاہ سے اچھی عادتیں لے جانے کی کوشش کیجیے

کوئی اچھی چیز یہاں سے لے کر کے جاؤ، کوئی آپ سے پوچھے کہ آپ کی یہ تہجد کی عادت کب سے ہے تو آپ کہہ سکیں گے کہ الحمد للہ! جب سے یہاں اعتکاف کے اندر بیٹھنا شروع کیا، تب سے اس کی عادت پڑی ہوئی ہے اور اس وقت سے اوابین کے پڑھنے کا سلسلہ ہے۔

بزرگوں کی خدمت میں جانے کا مقصد

ہم تو جب اپنے بزرگوں کی خدمت میں جاتے تھے تو ایسے اعمال جوان کو کرتے ہوئے دیکھا کرتے تھے تو ان کو دیکھ کر ہم بھی وہ اعمال کیا کرتے تھے اور پھر اللہ کے فضل سے زندگی بھر اسی کی عادت اپنے اندر ڈال لیتے تھے، صحبت کا، حاضری کا یہی تو مقصد ہوتا ہے کہ یہاں سے کچھ اچھی چیزیں سیکھ کر کے جائیں اور پھر ان کو اپنی زندگی میں عملی جامہ پہنائیں۔ تہجد کا بھی اہتمام کریں اور دوسری نوافل کا اہتمام کریں۔

میں تو شکر کے بارے میں عرض کر رہا تھا کہ اس مبارک مہینے کی قدر کریں، اس کو جس طرح وصول کرنے کی نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہدایت فرمائی ہے، اس طرح وصول کریں۔

رمضان کے آخری عشرے کو شب قدر کی وجہ سے خصوصی فضیلت حاصل ہے

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ والی حدیث ہی میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس

میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے اور وہ شب قدر ہے اور وہ خصوصی طور پر اس آخری عشرے میں ہوتی ہے۔ شروع میں آپ کو بتلایا نہیں گیا تھا، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تلاش میں رمضان کے پہلے عشرے کا اعتکاف کیا پھر دوسرے عشرے کا کیا پھر آپ نے اعلان فرمایا کہ جس نے میرے ساتھ دوسرے عشرے کا بھی اعتکاف کیا ہے، وہ تیسرے کا بھی کریں؛ اس لیے کہ دوسرے عشرے کا اعتکاف میں نے اسی لیے کیا تھا کہ شب قدر حاصل ہو اور مجھے بتلایا گیا کہ وہ آخری عشرے کے اندر ہے (۱)۔ آخری عشرے کو اسی لیے خاص اہمیت حاصل ہے اور نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اس کا خصوصی اہتمام کرتے تھے۔

عبادتوں کے فضائل بار بار پڑھنے اور سننے کا اہتمام کیجیے

لیلۃ القدر کوئی معمولی چیز نہیں ہے۔ یہ جو فضائل ہیں نا، روزے کے فضائل، تراویح کے فضائل، قرآن کی تلاوت کے فضائل، لیلۃ القدر کی اہمیت۔ یہ چیزیں بار بار پڑھا کرو، بار بار سنا کرو، اتنی کثرت سے پڑھو اور اتنی کثرت سے اس کو سنو کہ اس کی وجہ سے ان چیزوں کا دلوں کے اندر یقین پیدا ہو جائے اور اس کی وجہ سے ہماری طبیعت میں ان چیزوں پر عمل کا شوق پیدا ہو جائے، رغبت پیدا ہو جائے اور جب بھی ہم اپنے آپ کو ان چیزوں کے لیے تیار کریں تو رغبت کے ساتھ اور پورے نشاط کے

---

(۱) صحیح مسلم، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ الله تعالىٰ عَنْهُ، بَابُ فَضْلِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَالْحَثِّ عَلَى طَلَبِهَا، وَبَيَانِ مَحَلِّهَا وَأَرْجَى أَوْقَاتِ طَلَبِهَا.

ساتھ ان اعمال کوانجام دے سکیں۔

یہ فضائل اسی لیے تو ہیں۔آپ کوکسی چیز کی فضیلت بتلائی جائے گی تواس کوسن کر آپ کی طبیعت میں اس کوکرنے کاایک جذبہ پیدا ہوگا،شوق پیدا ہوگا،رغبت پیدا ہوگی؛اس لیے لیلۃ القدر کی فضیلت بھی پڑھو، یہاں کتابیں موجود ہیں،فضائل رمضان ہےاوردوسری کتابوں میں بھی اس کی اہمیت بتلائی گئی ہے،اس کے لیے قرآن کی ایک پوری سورت نازل فرمائی ہے۔

بہرحال!اس آخری عشرے کی ان راتوں کے اندر ہماراکوئی لمحہ بےکاراورضائع نہیں ہوناچاہیے۔

ان مبارک راتوں اوردنوں میں ہرقسم کے گناہ سے دوررہیے

ایک بات خاص طورپریادرہے کہ ہم اس کی کوشش کریں کہ ہم کسی گناہ کاارتکاب نہ کریں،ان راتوں میں ان دنوں میں ہم سے کوئی گناہ صادرنہ ہو،نہ ہماری زبان سے، نہ ہماری آنکھ سے،نہ ہمارے کان سے۔کوئی گناہ بھی صادرنہ ہو۔اگرہم اس کااہتمام کرلیں گےتواس کی برکت سے اللہ تبارک وتعالیٰ دوسرے دنوں میں بھی گناہوں سے بچناہمارے لیے آسان کردیں گے۔

جس کارمضان سلامت،اس کاسال سلامت

حضرت شاہ عبدالعزیزمحدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جوشخص رمضان جیسا گذارتاہے،اللہ تبارک وتعالیٰ سال بھراس کےمطابق اس کی توفیق عطافرماتے ہیں،

رمضان میں اگر عبادتوں کا اہتمام کیا، اپنے آپ کو گناہوں سے بچانے کا اہتمام کیا اور اللہ کی طرف مائل رہا تو رمضان کے علاوہ بھی اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی گناہوں سے حفاظت فرمائیں گے۔ اس کا سال رمضان کے مطابق گذرے گا(۱)۔ اگر رمضان جیسے مہینے میں ہم نے ان غلطیوں کا ارتکاب کرلیا: زبان کی حفاظت نہیں کی، کان کی حفاظت نہیں کی، آنکھ کی حفاظت نہیں کی تو پھر یہی مصیبت سال بھر آتی رہے گی؛ اس لیے چند دنوں کا مسئلہ ہے اور یہ چند دنوں کی احتیاط ہمارے سال اور پوری زندگی میں تبدیلی پیدا کرسکتی ہے تو یہ سودا بہت سستا ہے؛ اس لیے اس کی بھی کوشش ہو۔

بہر حال! رمضان کے ان اوقات اور لمحات کی ہمیں قدر کرنا ہے، رمضان میں جو اعمال انجام دئے جاتے ہیں تو ہمارے یہاں ایک نظام بنا ہوا ہے۔

یہ خانقاہی سلسلہ کابرًا عن کابر اور نسلاً بعد نسلٍ اسلاف سے چلا آرہا ہے

ایک بات یاد رکھئے کہ یہ جو ہمارا یہاں خانقاہی نظام بنا ہوا ہے، یہ دراصل شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ اور حضرت فقیہ الامت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ کی ہدایات کے اوپر اور ان ہی کے طریقے کے اوپر ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان حضرات کی خدمت میں بہت سے سال گزارنے کی

---

(۱) یہ مضمون حدیث سے بھی ثابت ہے، شعب الإیمان میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کی روایت ہے: إِذَا سَلِمَ رَمَضَانُ سَلِمَتِ السَّنَةُ، وَإِذَا سَلِمَتِ الْجُمُعَةُ سَلِمَتِ الْأَيَّامُ (شعب الإیمان، الْتِمَاسُ لَيْلَةِ الْقَدْرِ فِي الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ، رقم الحدیث: ۳۴۳۴)

توفیق عطا فرمائی، ان کے یہاں جو ترتیب ہوا کرتی تھی، ہمارے یہاں بھی عموماً وہی ترتیب اختیار کی ہوئی ہے، ہاں! کبھی وقت اور مصالح کے مطابق معمولی سی ترمیم اس میں کر دی جاتی ہے، ورنہ عموماً کتابیں بھی وہی پڑھ کر سنائی جاتی ہیں، اعمال میں بھی وہی انداز اختیار کیا جاتا ہے، وہی سارے طریقے ہیں، گویا ہم جو کچھ کر رہے ہیں، وہ ہماری ایجاد نہیں ہے، ہمارے بزرگوں سے ہمیں جو چیز ملی ہے اور رمضان کو گذارنے کی جس طریقے پر ہم کو تاکیدیں کی گئی ہیں، انھوں نے جس طرح رمضان کا مہینہ گزار کر ہم کو بتلایا، وہی شکلیں اور وہی نظام آپ کے سامنے پیش کر رہے ہیں؛ تاکہ ایک قدیم سلسلہ جو رمضان کی وصولیابی کے سلسلے میں اسلاف سے چلا آ رہا ہے، وہ آپ کے علم میں آجائے، گویا آپ کہہ سکتے ہیں کہ کابرًا عن کابر اور نسلاً بعد نسلٍ یہ سلسلہ بزرگوں سے چلا ہوا ہے۔

بہر حال! کہنے کا حاصل یہ ہے کہ یہاں کا پورا نظام: جو کتابیں، ان کے اوقات اور جو دوسرے معمولات ہیں، وہ بھی بحمد اللہ ان ہی اکابر کے بتلائے ہوئے ہیں اور ان کے یہاں بھی یہ سارے کام اسی طریقے سے انجام دئے جاتے تھے؛ اس لیے یہ جو کچھ بھی ہوتا ہے، یہ ہماری ایجاد نہیں ہے تو آپ بھی ان اعمال اور امور کی بحسن وخوبی انجام دینے کا اہتمام کریں۔

سب سے پہلا کام: اپنے آپ کو ادب سے آراستہ کیجیے

سب سے پہلا کام جو ہمیں کرنا ہے، وہ یہ کہ ہمیں آداب کا لحاظ کرنا ہے، ادب ہی وہ چیز ہے جو آدمی کو اللہ تعالیٰ کی خصوصی توفیق اور اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل سے مالا مال

کر دیتا ہے،

ادب تاجیست از فضل الٰہی		بنہ بر سر وبرو ہر جا کہ خواہی

ادب اللہ تعالیٰ کے فضل کا ایک تاج ہے، سر پر رکھ کر جہاں چاہو، چلے جاؤ اور با ادب بانصیب اور بے ادب بے نصیب کہ جو شخص با ادب ہوتا ہے اور کاموں کو ادب کے ساتھ انجام دیتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو اس کام کے فوائد اور ثمرات سے حصہ عطا فرماتے ہیں، ورنہ محروم رہتا ہے۔

ادب کا مطلب اور مفہوم

ادب کا مطلب کیا ہے؟ کسی بھی کام کو انجام دینے کے لیے اس کا جو طریقہ صاحبِ شریعت یا بزرگوں نے ہم کو بتلایا ہے، اس طریقے کے مطابق اس کام کو انجام دینا، جیسے سونے کے آداب۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سونے کے عمل کے لیے ہمیں کونسی دعائیں پڑھنی ہیں، کیا کام کرنا ہے، باوضو رہنا ہے، کس طرح لیٹنا ہے، کون سی کروٹ لیٹنا ہے، درمیان میں آنکھ کھل جائے تو کیا کرنا ہے، سوتے وقت کیا پڑھنا ہے، اٹھتے وقت کیا پڑھنا ہے، یہ ساری چیزیں ادب کے مفہوم میں آتی ہیں، کچھ اعمال، کچھ اقوال یعنی کچھ کہنے کی چیزیں اور کچھ کرنے کی چیزیں، ان سب کا مجموعہ ادب کہلاتا ہے۔

ادب مختلف حیثیت کے امور کے مجموعے کا نام ہے

اب ان میں ہر ایک کی حیثیت الگ الگ ہوتی ہے: بعض چیزیں وہ ہوتی ہیں کہ جن کا درجہ فرض اور واجب کا ہوا کرتا ہے اور بعض چیزیں وہ ہوتی ہیں کہ جن کا درجہ

مستحب کا ہوا کرتا ہے، درجہ الگ الگ ہے لیکن سب کا مجموعہ ادب کہلاتا ہے۔ جیسے کھانے کے لیے ہم دسترخوان پر بیٹھتے ہیں، روٹی بھی ہوتی ہے، سالن بھی ہوتا ہے، چٹنی بھی ہوتی ہے، سلاد بھی ہوتا ہے، پاپڑ بھی ہوتا ہے، سب کچھ ہوتا ہے، اب روٹی جو ہے، وہ تو رکنِ اعظم ہے، گویا واجب اور بنیادی جزء ہے اور پاپڑ، سلاد وغیرہ کوئی واجب نہیں ہے، مستحب کا درجہ رکھتے ہیں۔ گویا فرائض، واجبات سنن، مستحبات، ان سب چیزوں کو ملا کر کوئی عمل انجام دیں گے تو وہ عمل جیسا ہونا چاہیے، اس طریقے پر وجود میں آئے گا۔

لذاتِ فانیہ کے رسیا

ہم دنیوی لذات میں تو اس کا بڑا اہتمام کرتے ہیں، کھانے کے لیے جب بیٹھتے ہیں تو خالی روٹی پر اکتفا نہیں کرتے، حالاں کہ حضراتِ فقہاء نے گیہوں کی روٹی ہی کو کافی قرار دیا ہے، وہاں مسئلہ لکھا ہے کہ شوہر گیہوں کی روٹی کے ساتھ سالن دینے کا مکلف نہیں ہے، ہاں جو کی روٹی ہو تو اس کے ساتھ سالن ہونا چاہیے اور ہمارے لیے تو گیہوں کی روٹی کے ساتھ سالن ہی نہیں، پتہ نہیں اور کیا کیا چیزیں ہوتی ہیں بلکہ اب تو روٹی ہی دسترخوان سے غائب ہوگئی اور سالن جو ضمنی تھا، اس نے اصالت کی حیثیت اختیار کرلی، اور بھی بہت ساری چیزیں اور آئٹمیں ہوتی ہیں، کوئی ایک چیز بھی غائب ہو تو یہ بالکل ہمیں گوارا نہیں ہوتا۔ لباس ہے تو دھلا ہوا ہونا چاہیے، استری کیا ہوا ہونا چاہیے۔

محبت کا جنوں باقی نہیں ہے، مسلمانوں میں خوں باقی نہیں ہے

الغرض! دنیا کی اپنی لذات اور ضرورتوں کی تکمیل کے اندر ہم چھوٹی چھوٹی چیزوں

کا خیال کرتے ہیں اور یہ عبادات، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر جو عبادتیں انجام دینی ہیں یا جو کام کرنے کے طریقے ہم کو نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتلائے کھانے کا طریقہ، سونے کا طریقہ، مسجد میں داخل ہونے کا طریقہ، نکلنے کا طریقہ، نماز کا طریقہ، وغیرہ، ان امور کے اندر ان چیزوں کا جیسا اہتمام کیا جانا چاہیے، وہ کیا نہیں جاتا، حالاں کہ یہ ہے وہ چیز جس کا ہمیں اہتمام کرنا چاہیے۔

ہمارے اسلاف کے یہاں آداب کی بجا آوری کا اہتمام

ہمارے بزرگوں کے حالات میں کیا لکھا ہے؟ ہمارے سلسلۂ چشتیہ کے ایک بزرگ، نام ان کا بھول رہا ہوں، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے غالباً فضائل صدقات کے اندر لکھا ہے کہ بیمار تھے، خود وضو نہیں کر پا رہے تھے، ان کے خدام وضو کرا رہے تھے، وہ خلال بھول گئے، وہ بار بار اشارہ کر رہے ہیں کہ خلال کروائیے۔ گویا ایک خلال کو بھی چھوڑنے کے روادار نہیں تھے، حالاں کہ ایسے بیمار ہیں کہ خود وضو کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ ہمارے بزرگوں کے یہاں تو ایک ایک چھوٹی سے چھوٹی چیز کا بھی بڑا اہتمام ہوا کرتا تھا۔

سنن و مستحبات کی بجا آوری محبت کے حقوق ہیں

یہ آداب اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ اور نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ محبت کے حقوق ہیں تو کچھ تو اللہ تعالیٰ کی عظمت کے حقوق ہیں، وہ فرائض اور واجبات ہیں اور کچھ محبت کے حقوق ہیں اور وہ سنن و مستحبات وغیرہ آداب کی بجا آوری ہے، یہی چیز ہماری

عبادتوں کے اندر جان پیدا کر دیتی ہے۔

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ یہاں اعتکاف کے بھی آداب ہیں، روزے کے بھی آداب ہیں، تلاوتِ کلام پاک کے بھی آداب ہیں، نماز کے بھی آداب ہیں، ہر چیز کے آداب ہیں۔ جب ہم یہاں آئے ہیں تو ان تمام چیزوں کو ادا کرنے کا لحاظ کرنا ہے۔

مسجد خدا کا گھر ہے، اس کے آداب کا لحاظ کیجیے

مسجد کے بھی آداب ہیں، یہ اللہ کا گھر ہے۔ جب ہم دنیا میں کسی کے یہاں جاتے ہیں اور بہت سی جگہوں پر تو باقاعدہ قانون بنے ہوئے ہیں، حتیٰ کہ اگر آپ کو جیل میں جانا ہو تو وہاں اپنے ساتھ موبائل نہیں رکھ سکتے بلکہ وہاں باہر جو چوکیدار رہے، اس کو اپنا موبائل جمع کرانا پڑتا ہے پھر آگے جا سکتے ہیں، موبائل کے ساتھ نہیں جا سکتے۔ مسجد تو خدا کا دربار ہے، اس کا گھر ہے، پھر اس میں ہم لوگ ان چیزوں کے اندر مشغول رہیں، یہ کہاں کا انصاف ہے؟۔

مسجد میں موبائل جیسے خرافات سے بچنے کا اہتمام کیجیے

سنا ہے کہ تراویح ابھی ختم ہوئی نہیں کہ ہمارے بہت سے نوجوان وہاں پیسیج کے اندر جا کر آڑے ہو جاتے ہیں اور موبائل چالو کر دیتے ہیں۔ اس موبائل کو تو آپ اتنے دنوں کے لیے بند کر کے رکھ دو، جب تک آپ اس کے ساتھ اپنا تعلق قطع نہیں کریں گے، وہاں تک یہ اعتکاف کا جو صحیح لطف ہے، وہ حاصل نہیں ہوگا۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے باری تعالیٰ کو خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ اے اللہ!

تیرا وصل اور تیرا قرب کیسے حاصل ہوگا؟ تو باری تعالیٰ نے فرمایا کہ اپنے نفس کو اپنے آپ سے کاٹ لو، میرا قرب حاصل ہو جائے گا۔ اس لیے غیر کے تعلقات سے بچنے کی ضرورت ہے اور اس وقت غیر کے تعلقات میں سب سے خطرناک چیز یہی موبائل ہے، اس لیے اس سے اپنے آپ کو خاص طور پر بچانے کا اہتمام کیجیے۔ یہاں مسجد کے اندر تو جو جائز کام تھا، اس کی اجازت نہیں تھی کہ آپ فون کرتے یا دوسری خبریں دیکھتے اور یہاں تو آ کر تصویریں اور دوسری غلط چیزیں دیکھتے ہیں، یہ تو اپنے آپ کو برباد کرنا ہے۔

مسجد میں دنیا کی باتیں کرنے پر سخت وعید

دنیا کی باتیں کرنے پر کتنی سخت وعید ہے۔ فتاوی رحیمیہ میں ابن الحاج مالکیؒ کی ''المدخل'' کے حوالے سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ جب کوئی آدمی مسجد کے اندر دنیا کی باتیں کرتا ہے تو ایک فرشتہ اس کو کہتا ہے: أُسْكُتْ يَا وَلِيَّ اللّٰهِ: اے اللہ کے ولی! خاموش ہو جا- وہ بھلے نہیں سنتا لیکن فرشتہ یہ کہتا ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب یہ بات ارشاد فرمائی تو یہ برحق ہے، چاہے ہمارے کان میں آواز نہ آئے، بہت سے اللہ کے بندے سنتے بھی ہوں گے- اور جب اس پر بھی خاموش نہیں ہوتا، بات کا سلسلہ جاری رہتا ہے تو وہ فرشتہ کہتا ہے: أُسْكُتْ يَا بَغِيْضَ اللّٰهِ: اے اللہ کے دشمن خاموش ہو جا۔ اور جب اس پر بھی خاموش نہیں ہوتا، بات کا سلسلہ جاری رہتا ہے تو وہ فرشتہ آگے کہتا ہے: أُسْكُتْ عَلَيْكَ لَعْنَةُ اللّٰهِ: خاموش ہو جا، اللہ کی تجھ پر لعنت ہے[1]۔

---

(۱) وأورد ابن الحاج في المدخل حديثاً مرفوعاً بلفظ إذا أتى الرجل المسجد فأكثر من الكلام=

یہ وعید تو دنیوی باتیں کرنے پر ہے تو گناہ کے جو کام ہیں، اس کا انجام کتنا خطرناک ہوسکتا ہے!! تو مسجد کے جو آداب ہیں، اس کے جو حقوق ہیں، ہمیں اس کی پوری رعایت کرنی ہے، یہ مسجد تو اللہ کا دربار ہے۔

فضائل نماز میں آپ نے تابعین اور اسلاف کے بہت سے واقعات پڑھے اور سنے کہ جب مسجد میں داخل ہوتے تھے تو ان پر لرزہ طارہ ہوجاتا تھا کہ ہم اللہ کے دربار میں آئے ہیں، دنیا کے کسی حاکم کے دربار میں نہیں بلکہ احکم الحاکمین کے دربار میں آئے ہیں؛ اس لیے ہمیں یہاں مسجد کے آداب کا بھی پورا خیال کرنا ہے اور اس کے آداب میں سے بڑا ادب یہ ہے کہ ایسی چیزوں سے اپنے آپ کو دور رکھا جائے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

اعتکاف کے اجتماعی اعمال میں سے ایک عمل: کتابوں کی تعلیم

آپ کو پہلے بھی بتا دیا گیا ہے کہ یہاں کے جو اجتماعی اعمال ہیں، ان میں شرکت کریں، ان اجتماعی اعمال میں کتابوں کی تعلیم کا سلسلہ ہے جو عصر کے بعد ہوتا ہے اور تراویح کے بعد دس منٹ کے لیے ہے اور عصر کے بعد مغرب سے کچھ پہلے تک ہے تو یہ کتاب جو پڑھی جاتی ہے، میں نے پہلے بھی بتلایا کہ ہمارے بزرگوں کے یہاں جن سے یہ سلسلہ ہے، ان کتابوں کو اس طرح ان مجالس کے اندر پڑھوانے اور سنوانے کا

=فتقول الملائكة له اسكت يا ولي الله فإن زاد فتقول له اسكت يا بغيض الله فإن زاد فتقول له اسكت عليك لعنة الله والله أعلم. (تخريج أحاديث إحياء علوم الدين للعراقي، وابن السبكي، والزبيدي رحمهم الله، رقم الحديث: ٥٠٦)

اہتمام تھا، وہی کتابیں آپ کے سامنے پڑھوائی جاتی ہیں، ان کو غور سے سنیں !۔

کتابوں کی تعلیم کو سننے سے ہماری غفلت

بعض مضامین تو وہ ہوتے ہیں جو بہت سہل اور آسان ہیں، فضائل کی کتابیں جو ہم بکثرت سنتے ہیں لیکن مصیبت یہ ہے کہ ایسی مجلسوں میں شرکت بعد جس توجہ سے اور جس انہماک کے ساتھ اور دل چسپی کے ساتھ سننی چاہیے، وہ بات ہم میں پائی نہیں جاتی، اس لیے بہت سی مرتبہ تو ایسا ہوتا ہے کہ کبھی کوئی بات کہی جاتی ہے کہ یہ بات ہے تو پوچھتے ہیں کہ یہ کہاں ہے؟ کہتے ہیں کہ فضائل نماز کے اندر ہے، آپ روزانہ تو اس کو سنتے ہیں !، وہ کہتا ہے کہ فضائل نماز کے اندر کہاں ہے؟، اس کو کھول کر بتاتے ہیں تو تعجب کرتا ہے کہ اچھا! یہاں ہے۔ حالاں کہ ہم روز سنتے ہیں؛ اس لیے ضرورت ہے کہ ایک ایک لفظ کو توجہ سے سنا جائے۔

قرآن وحدیث کے مضامین سننے کا ادب
کہ جس پر نوازشِ الٰہی کے فیصلے ہوتے ہیں

بزرگوں نے لکھا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتیں اس طرح توجہ اور انہماک کے ساتھ سنی جائیں کہ اگر ۱۰۰/رویں مرتبہ بھی سن رہا ہے تو ایسی توجہ ہو، گویا کہ پہلی مرتبہ سن رہا ہو۔ جیسے پہلی مرتبہ ہم کوئی بات سنتے ہیں تو توجہ اور دھیان کے ساتھ سنتے ہیں، ویسے ہی یہ تعلیم ہم پہلے کئی بار سن چکے ہوں لیکن اسی توجہ کے ساتھ سننی ہے کہ جیسے ہم پہلی مرتبہ سن رہے ہوں، یہی اس کا ادب ہے اور اسی چیز پر اللہ

تبارک وتعالیٰ کی طرف سے نوازا جاتا ہے۔

دیکھو! نوازنے والی ذات تو اللہ کی ہے اور اس نے اپنی نوازش کے اصول بتلا دئے ہیں تو ان ہی میں سے ایک یہ بھی ہے؛ اس لیے اس کا بھی اہتمام ہو۔

جو اہلِ وصف ہوتے ہیں، ہمیشہ جھک کے رہتے ہیں

حضرت مفتی تقی عثمانی دامت برکاتہم فرماتے ہیں، ان کے والد بزرگوار حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ مسجد میں ہیں، کبھی کوئی جماعت آجاتی، میواتیوں کی جماعت ہوتی، وہ جب اپنی باتیں سناتے تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ اتنے بڑے عالم ہونے کے باوجود پوری توجہ کے ساتھ ان کی باتوں کو سنتے تھے، کبھی بھی ان باتوں کی طرف سے بے اعتنائی، عدمِ رغبت، بے التفاتی کا کسی کو شائبہ بھی نہیں ہوتا تھا، اتنا بڑا عالم لیکن ایک دیہاتی کی بات کو جو دین کی نسبت پر کہی جارہی ہے، توجہ سے سن رہا ہے۔

جب ہم مجلس میں بیٹھے ہیں تو اس مجلس کا حق یہی ہے کہ ان باتوں کو پوری توجہ اور اعتناء کے ساتھ سنیں۔ مجلس میں بیٹھ کر اِدھر اُدھر جھانکتے رہنا، یا موبائل کھول کر کے اس کے اندر مشغول رہنا، یہ مناسب نہیں ہے، یہ ایک طرح کی بے ادبی اور گستاخی ہے اور اس کے اوپر بجائے اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے کچھ دینے کے، ہوسکتا ہے کہ گرفت ہوجائے اور ہم تو یہاں کچھ لینے کے لیے آئے ہیں تو کچھ کھو کر جانا نہیں ہے۔

”لینے گئی تھی پوت اور کھو آئی خصم“ والا معاملہ نہ ہو

لینے گئی تھی پوت اور کھو آئی خصم! ایک عورت کا بچہ گم ہوگیا تھا، تلاش کرنے کے

لیے گئی تو بچہ تو کیا لے کر کے آتی، شوہر کو بھی کھو کر کے آئی، ایسا حال ہمارا ہے، ہم لینے کے لیے آئے ہیں، کچھ لے کر کے تو کیا جاتے، ہمارے پاس جو کچھ تھا، اس کو بھی کھو کر کے جاتے ہیں، ایسا نہیں ہونا چاہیے۔

تو اجتماعی اعمال میں ایک تو یہ تعلیم والا سلسلہ ہے۔ ایک یہ ہے جو ابھی آپ کے سامنے جاری ہے، پھر اس کے بعد جو مجلس ہے، اس میں مذاکرہ ہوتا ہے کچھ مسائل کا، نماز کا، اس میں بھی پوری توجہ اور دھیان کے ساتھ لگنے کی ضرورت ہے۔

نماز کے مسائل سیکھنے، سمجھنے کی ضرورت

جو اہل علم ہیں، ان سے تو کیا کہا جائے؟ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم اپنے والد بزرگوار حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ نقل کرتے ہیں کہ ہمیں قرآن وحدیث پڑھاتے ہوئے اور فتوے دیتے ہوئے ساٹھ سال ہو گئے، اس کے باوجود نماز کے دوران کبھی ایسی صورت پیش آتی ہے کہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کا کیا حکم ہوگا!، نماز کے بعد کتابیں کھول کر دیکھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ اس کا کیا حکم ہے!۔

اس نماز کو کوئی معمولی مت سمجھو۔ نماز کے مسائل کو بیان کرنے کے لیے فقہاء نے ہزاروں صفحات سیاہ کیے ہیں؛ اس لیے ضرورت ہے کہ اس کو بھی بڑی توجہ سے سیکھنا اور اس کا مذاکرہ کرنا ہے۔

اہلِ علم کو بھی مذاکرات کی مجلس میں شرکت کرنے کی ضرورت

بہت سی مرتبہ ایک غلط چیز آدمی کے ذہن کے اندر بیٹھی ہوئی ہوتی ہے۔ ہمارے

ایک دوست ہیں، ماشاء اللہ! بڑے صاحبِ استعداد ہیں، ایک مرتبہ اسی طرح مذاکرہ ہوا تھا، کہنے لگے کہ یہ مسئلہ بچپن سے میرے ذہن میں اسی طرح غلط بیٹھا ہوا تھا، آج میری اصلاح ہوئی ہے؛ اس لیے ان مذاکرات کی مجلس میں اہل علم کو بھی خوب دھیان دینا چاہیے۔

اور جو پڑھے لکھے نہیں ہیں، یا جوان مسائل سے زیادہ واقف نہیں ہیں، ان کو تو توجہ کرنا ہی ہے، اللہ تعالیٰ نے یہاں حاضری کا موقع دیا ہے تو قرآن کی کچھ سورتیں اور نماز کی درستگی کے لیے جو ضروری امور ہیں، ان کو سیکھا جائے، ایسا نہ ہو کہ یہاں اتنا قیام کرنے کے بعد بھی جب یہاں سے جاویں تو یہاں جیسے آئے تھے، ویسے ہی گئے، کچھ فائدہ حاصل کر کے نہیں گئے۔ بزرگوں کا مقولہ ہے، بعض نے تو روایت کے طور پر بھی پیش کیا ہے: مَنِ اسْتَوَى يَوْمَاهُ فَهُوَ مَغْبُونٌ [(١)]: جس شخص کے دو دن یکساں اور برابر ہوں، وہ گھاٹے میں ہے، یعنی ہم آج دینی اعتبار سے جس سطح اور جس لیول (level)

---

(١) ابنِ رجب حنبلیؒ اپنی کتاب ''لطائف المعارف فیما لمواسم العام من الوظائف'' ص ٣٠٠، المجلس الرابع في ختام العام میں اس جملے کے بارے میں فرماتے ہیں: رأى بعض المتقدمين النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم في منامه فقال له أوصني؟ فقال له: من استوى يوماه فهو مغبون وكان يومه شرا من أمسه فهو ملعون ومن لم يتفقد الزيادة في عمله فهو في نقصان ومن كان في نقصان فالموت خير له: گویا یہ جملہ کسی بزرگ کو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں ارشاد فرمایا تھا، اس کی مزید وضاحت علامہ سبکیؒ نے اپنی کتاب ''طبقات الشافعية الكبرى'' فرمائی ہے: حَدِيث من اسْتَوَى يوماه فَهُوَ مغبون ... الحَدِيث هَذَا رُؤْيا نوم عَن عبد الْعَزِيز بن أبي رواد أَنه رأى النَّبِي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فِي النّوم فَسَأَلَهُ فَقَالَ ذَلِك هَكَذَا رَوَاهُ الْبَيْهَقِيّ فِي الزّهْد. (طبقات الشافعية الكبرى، ٦/ ٣٧٦، أَحَادِيث صلوَات يَوْم الْجُمُعَة وليلتها)

پر تھے، کل بھی ہماری وہی سطح ہے، اس میں کوئی اضافہ نہیں ہوا، او نچے نہیں گئے تو ہم گھاٹے میں ہے، ایک مؤمن کے ایمان کا تقاضا تو یہ ہے کہ ہم روزانہ دینی اعتبار سے ترقی کریں۔

ذمہ دار حضرات بھی اپنی ذمہ داری سمجھیں

یہاں جو حلقے لگائے جاتے ہیں تو ذمہ داران کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو موقع دیا ہے، کوئی کہاں سے آیا ہے، آپ کی وجہ سے اپنی نماز درست کر کے جائے گا، زندگی بھر عمل کرے گا اور دوسروں کو بتلائے گا تو یہ آپ کے لیے صدقۂ جاریہ ہوگا، جیسا کہ حدیث میں ہے: أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ: مسلم شریف کی روایت میں جن تین چیزوں کو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا ہے، اس میں اس کا بھی شمار ہو جائے گا(۱)۔

قرآنِ پاک کو درست کرنے کا اہتمام کیجیے

اسی طرح قرآنِ پاک کو درست کرنے کا اہتمام ہونا چاہیے، چناں چہ یہاں اس کے حلقے الگ بنائے گئے ہیں، جو نہیں جانتے، ان کے حلقے الگ ہیں، جب ان لوگوں کے لیے اس کا اتنا اہتمام کیا گیا ہے تو ان لوگوں کو بھی اس کی قدر کرنی چاہیے اور اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ تو اجتماعی اعمال میں ایک یہ بھی ہے۔

---

(۱) پوری حدیث یہ ہے: إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ: إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ. (مسلم شریف، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بَابُ وُصُولِ ثَوَابِ الصَّدَقَاتِ إِلَى الْمَيِّتِ)

تراویح پورے شوق اور رغبت کے ساتھ پڑھیے

اجتماعی اعمال میں رات کی تراویح بھی ہے، نمازیں تو جماعت کے ساتھ ادا کی ہی جاتی ہیں، تراویح کو بھی بڑے شوق اور رغبت کے ساتھ ادا کرنے کی ضرورت ہے، یہ بے رغبتی، بیٹھے رہنا یا اس انتظار میں رہنا کہ تراویح پڑھانے والا رکوع میں جاوے تو ہم اٹھ کر کے شریک ہوں، ایسا نہ ہو۔ اگر خدانخواستہ آپ واقعۃً بیمار ہیں، کمزور ہیں تو بھی شرکت تو کریں؛ اس لیے کہ تراویح کے اندر قرآنِ پاک کا سننا بھی سنت قرار دیا گیا ہے کوئی ایک لفظ بھی چھوٹنا نہیں چاہیے۔

اسی لیے آپ دیکھتے ہوں گے کہ حافظ سے کوئی چیز چھوٹ جاتی ہے تو اس کو بتلا دی جاتی ہے اور وہ دوسرے دن اس کو پڑھ لیتا ہے؛ تا کہ قرآن تکمیل کے اندر کوئی ایک لفظ کی بھی کمی نہ رہے۔ اب اگر آپ قصداً نیت نہیں باندھیں گے تو یہ ہوگا کہ قرآن کا ایک بڑا حصہ جو تراویح کے اندر آپ کو سننا چاہیے تھا، وہ سن نہیں پائیں گے اور سنت ادا نہیں ہوگی۔ اگر آپ واقعۃً بیمار ہیں، کمزور ہیں، بڈھے ہیں تو شریک ہو جائیں اور بیٹھ کر کے پڑھیں اور اگر جوان ہیں، کوئی عذر نہیں ہے تو کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

تراویح کے ساتھ ہمارا بے رخی والا معاملہ

ہم اپنے شوق کو پورا کرنے کے لیے گھنٹوں کھڑے رہتے ہیں، بات کرنے کے لیے آدھا گھنٹہ کھڑے رہیں گے تو کبھی پیر ہلتا بھی نہیں ہے اور نماز میں پانچ منٹ کی قرأت ہو جاتی ہے تو سائکل چلانا شروع کر دیتے ہیں، یہ پیر اٹھایا، وہ پیر اٹھایا، یہ

طریقہ غفلت پر دلالت کرتا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف بے توجہی والا معاملہ ہے، یہ تو اللہ کے غضب کو لانے والی چیز ہے۔

تراویح میں دل نہ لگنا ہماری روحانی بیماری اور کمزوری کا نتیجہ ہے

ہمیں اپنی اس عادت کی اصلاح کرنی چاہیے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا کرنی چاہیے: اے اللہ! میرے دل کے اندر اس کا شوق اور رغبت پیدا فرما۔ یہ ہماری طبیعت کی کمزوری کی وجہ سے ہے۔ یہ ہماری بیماری ہے، جیسے بخار والے کو میٹھی چیز بھی کڑوی لگتی ہے، ایسے ہی یہ تراویح بھی ایک اچھی چیز ہے، وہ ہمیں جو اچھی نہیں لگتی، اس سے بے رغبتی ہوتی ہے، وہ دراصل ہماری روحانی بیماریوں کی وجہ سے ہے، جس کے اندر ہم گرفتار ہیں تو یہ دراصل ہماری روحانی بیماری کا نتیجہ ہے، تراویح میں کوئی کمی نہیں ہے تو ہمیں کوشش کر کے عادت ڈالنی چاہیے۔

جیسے بچہ ہوتا ہے جس کو اعمال کی عادت نہیں ہوتی، اپنے بڑوں کی نگرانی میں ان پر سختی کر کے زبردستی کرائے جاتے ہیں؛ تاکہ اس کو عادت ہو جائے۔ ویسے ہی ہم کو بھی نفس کی اصلاح کے لیے یہاں جبراً اس کو اعمال کا عادی بنانا ہے، اس کے بغیر کام بننے والا نہیں ہے۔ بہرحال! اس تراویح کو بھی پورے شوق اور رغبت کے ساتھ پڑھنے کا اہتمام کریں، یہ بھی اجتماعی عمل ہے۔

سورۂ یٰس پڑھنے کا اہتمام

تراویح کے ختم ہونے کے بعد جیسا کہ اعلان ہوتا ہے، سورۂ یٰس پڑھنا ہے، سورۂ

یٰسٓ کو ضرور پڑھیے، اس کی وجہ سے جن کو زبانی یاد نہیں ہے، یہاں رہتے ہوئے روزانہ پڑھنے سے زبانی یاد ہو جائے گی اور نہ ہو تو یاد کرنے کی کوشش کریں۔ یہ تو بڑی دولت ہے۔ آپ نے فضائل قرآن میں جہاں قرآن کی مخصوص آیتوں اور مخصوص سورتوں والی فصل دیکھی یا سنی ہوگی، اس میں سورۂ یٰسٓ کی مستقل فضیلت بھی سنی ہوگی کہ کوئی آدمی صبح پڑھ لیتا ہے تو دن بھر کے کاموں میں اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو کامیابی عطا فرماتے ہیں (۱)۔ اور اس کے دوسرے بھی بے شمار فضائل ہیں۔

رات میں پڑھی گئی یٰسٓ صبح کی طرف سے کافی نہیں

اس لیے جب آپ یہاں رہ رہے ہیں تو اس کو یاد کرنے کا اہتمام بھی کریں اور صرف اسی وقت نہیں بلکہ صبح کے وقت فجر کی نماز کے بعد بھی یا صبح صادق کے بعد بھی اس کو پڑھنے کی یہیں سے عادت ڈال لیجیے، رات کا پڑھا ہوا صبح کے وقت پڑھنے کی جو فضیلت آئی ہے، اس کے لیے کافی نہیں ہے، بہت سے روزمرہ کے پڑھنے والے ایسی غفلت کا شکار ہوتے ہیں کہ صبح کے وقت بستر ا پھیلا کر سو جاتے ہیں اور سورۂ یٰسٓ کے پڑھنے کا جو روزانہ کا معمول ہے، وہ ادا نہیں ہو پاتا۔

نیک لوگوں کے اخلاق واطوار اختیار کیجیے

بہرحال! یہاں سے آپ کو کچھ لے کر جانا ہے، اچھے اعمال کو اپنے اندر داخل

---

(۱) أخرج الدَّارِمِيّ عَن عَطاء بن أبي رَبَاح قَالَ: بَلغنِي أَن رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم قَالَ: من قَرَأَ يس فِي صدر النَّهَار قضيت حَوَائِجه. (الدر المنثور فی اوائل سورۃ یس)

کرنا ہے، اپنی زندگیوں میں کچھ تبدیلی لانی ہے، اللہ کے نیک بندوں والی شکلیں، ان کے اعمال، ان میں اعمال کی پابندی کا جو اہتمام ہوتا ہے، یہ سب چیزیں اپنے اندر بھی لانی ہیں۔

تراویح کے بعد اجتماعی طور پر یٰس خوانی کی حکمت

تو سورۂ یٰس یہاں یاد کرلیں اور طے کرلیں کہ میں یہاں سے جانے کے بعد بھی اس کی پابندی کے ساتھ صبح کے وقت تلاوت کروں گا۔ اسی طرح رات میں سورۂ ملک پڑھنے کا معمول بنایا جائے۔ یہاں جو تراویح کے بعد سورۂ یٰس پڑھائی جاتی ہے، وہ تو دعا کی مناسبت سے ہے کہ بعض بزرگوں کا تجربہ ہے کہ ۴۰/مرتبہ سورۂ یٰس پڑھ کر کے جو دعا کی جاتی ہے، وہ قبول ہوتی ہے۔ ماشاء اللہ! سب پڑھیں گے تو چالیس کیا، چار سو، آٹھ سو مرتبہ ہو جائے گی۔ اس لیے سب اس کو پڑھنے کا اہتمام کریں، اس وقت کسی دوسری چیز میں مشغول نہ ہوں۔

چہل درود وسلام کا عمل اور اس کا طریقہ

اس کے بعد پھر صلوۃ وسلام پڑھی جاتی ہے، اس کو توجہ سے سننا چاہیے اور ہمارے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں تو بعض مرتبہ تاکید کی جاتی تھی کہ پڑھنے والا جب پڑھ رہا ہے، ایک درود مکمل ہوا تو آپ کو اس پر آمین کہنا چاہیے؛ اس لیے کہ یہ درود ایک دعا ہے، آپ جب اس پر آمین کہیں گے تو اس میں آپ بھی شریک ہو گئے، خالی سنا نہیں بلکہ آمین کہنے کی وجہ سے پڑھنے والے کی طرح آپ بھی پورے طور پر اس میں شریک

قرار دئے جائیں گے۔

ویسے بھی یہ ۴۰ / درود والا عمل بابرکت عمل ہے، آپ اس کو بھی یہاں سے لے کر کے جائیے، یہ تو صرف سنانا ہے لیکن سننے کے علاوہ بھی اس چہل درود کو روزانہ اس طرح پڑھنے کی بھی عادت ڈالیے کہ یہاں سے جانے کے بعد بھی آپ روزانہ دن یا رات کے کسی مقررہ حصے میں ان درودوں کو پڑھنے کا اہتمام کریں۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنا ہر امتی کا اخلاقی فریضہ ہے

گذرے ہوئے عشروں میں جو کتابیں سنائی گئیں جن کے اخیر میں فضائل درود سنائی گئی تھی، نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تاکید فرمائی ہے کہ میرے اوپر درود بھیجو۔ ویسے بھی نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جو احسانات اس امت پر ہیں اور آپ کے صدقے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں جو کچھ عطا فرمایا، اس کا تقاضا یہ تھا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تاکید نہ بھی فرماتے تو بھی ایک امتی کی حیثیت سے اور ایک احسان منداور ممنون ہونے کی حیثیت سے ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہیے تھا، چہ جائیکہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تاکید بھی فرمائی کہ مجھ پر درود بھیجو۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنے کا انعام

اور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنا ہمارے لیے فائدے سے خالی نہیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ وَاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرًا(۱) کہ: جس نے ایک مرتبہ

---

(۱) صحیح مسلم، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بَعْدَ التَّشَهُّدِ.

میرے اوپر درود بھیجا، اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے اوپر دس رحمتیں بھیجتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا کیسا عجیب وغریب انعام ہے کہ آپ پر ایک مرتبہ درود بھیجنے کے نتیجے میں ہمیں دس رحمتیں حاصل ہوتی ہیں تو ایسا فائدہ کون نہیں اٹھائے گا؟ ایک کے بدلے دس حاصل ہوتا ہوتو لوگ دوڑے ہوئے اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور وہ ایک بھی ہمارا دیا ہوا، وہ دس جو ملتے ہیں وہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتے ہیں، کمًّا کیا، کیفًا بھی ہمارا وہ عمل اللہ کی رحمت کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔

ہمیشہ درود پڑھنے کی عادت بنائیے

بہرحال! اس درود کو یہاں سے پڑھنے کی عادت ڈالئے اور ایسی عادت بنائیے کہ وہ وقت آوے تو اس کو پڑھے بغیر آپ کو چین نہ ہو، پھر دیکھیے کہ اس کی وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو کیسا سکون عطا فرمائیں گے اور کیسی برکتیں آپ کو حاصل ہوں گی۔

دعا کا طریقہ اور اس کے الفاظ سیکھیے اور یاد کیجیے

اور پھر دعا ہے، دعا میں تو سب شریک ہوتے ہی ہیں لیکن دعا کو بھی عبادت سمجھ کر اس میں شرکت کی جائے، خالی اجتماعی دعا میں شرکت پر اکتفا نہ کریں بلکہ انفرادی طور پر بھی دعائیں مانگنے کا اہتمام کیا جائے۔ اب جو دعائیں عربی میں مانگی جاتی ہیں تو جو عربی نہیں جانتے، وہ تو خیر معذور ہیں لیکن یہ جو اردو میں دعائیں مانگی جاتی ہیں تو یہ اردو کی دعائیں بھی عام طور پر وہی ہیں جو عربی سے لی گئی ہیں، ان کے الفاظ یاد کرنے کی کوشش کیجیے اور اس طرح دعا سیکھ کر کے یہاں سے جائیے۔

دوسروں سے ہی دعا کرواتے رہیں گے! خود بھی کچھ مانگنا ہے یا نہیں؟

بہت سے لوگ وہ ہیں جو دعا کرنا چاہتے ہیں لیکن ان کو آتی نہیں ہے تو وہ کسی کے پاس جا کر کہتے ہیں کہ حضرت! میرے لیے دعا کر دیجیے۔ ہمارے ایک ساتھی ہیں وہ حضرت مولانا خلیل حسین صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے ہیں، اب تو مرحوم ہو گئے، ابھی قریب زمانے کے اندر مدینہ منورہ تشریف لے گئے تھے، ہمارے ساتھی کہنے لگے کہ میں حضرت کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی نے آکر حضرت سے کہا کہ حضرت! میرے لیے دعا کر دیجیے۔ وہ ظہر میں آیا اور عصر میں پھر آکر کہتا ہے، پھر مغرب میں آکر کہتا ہے تو حضرت نے کہا کہ میں ہی کروں گا؟ تو بھی کچھ کرے گا یا نہیں؟۔ تو دوسروں سے ہی دعا کرواتے رہیں گے؟ خود بھی کچھ مانگنا ہے یا نہیں؟۔

اللہ تبارک وتعالیٰ خود فرماتے ہیں: ﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ﴾ [البقرة:١٨٦] یہ خود اللہ تعالیٰ نے قرآن کے اندر فرمایا ہے تو ہمیں دعاؤں کا اہتمام کرنا چاہیے اور خود کو دعاؤں کا عادی بنانا چاہیے۔

دعاؤں کے اندر خود غرضی سے کام نہ لیں

اور دعاؤں کے اندر بھی خالی خود غرضی نہ ہو یعنی خالی اپنی حاجتیں مانگنے پر اکتفا نہیں کرنا چاہیے بلکہ دعاؤں کے اندر اپنی حاجتیں بھی مانگنی چاہئیں، اپنی حاجتیں تو ہر

کوئی جانتا ہے، جیسے اپنی ذاتی حاجتیں ہیں ویسے ہی جو ہمارے رشتہ دار ہیں: ہمارے بھائی ہیں، ہماری بہنیں ہیں، ہمارے چچا، ہماری پھوپھی ہمارے ماموں، ہمارے خالو، ہماری خالائیں اور دوسرے اعزا اور اقارب، ان کی بھی ایسی حاجتیں ہیں جو ہمارے علم میں ہیں: ان کا کوئی قریبی رشتہ دار، بیٹا، بیٹی بیمار ہے، کسی کی شادی ہے، کوئی پریشان ہے، آپ کے علم میں ہے۔ وہ آپ کو کہیں یا نہ کہیں، آپ کی رشتہ داری اور تعلق کا حق ہے کہ آپ ان کے لیے دعا کریں۔

ویسے بھی آپ یہاں آئے ہیں، ان کو پتہ چلے گا، ان کو آپ کے ساتھ اگر تھوڑا بہت ربط ہے تو وہ چلتے ہوئے ملاقات ہو جائے یا فون کی نوبت آئے گی تو وہ ضرور کہیں گے کہ ذرا ہمارے لیے بھی دعا کر دینا۔ آپ کہیں گے کہ ہاں! ضرور کریں گے، یہاں تو اپنے لیے ہی نہیں کرتے، ان کے لیے کہاں کریں گے! یہ نہیں ہونا چاہئے۔

دعا: دنیا کا سب سے طاقت ورترین ہتھیار

دعا ایک ایسی چیز ہے کہ جہاں کوئی تدبیر اثر نہیں کرتی، ساری تدبیریں جہاں جواب دے جاتی ہیں، وہاں دعا اپنا اثر کرتی ہے تو ایک ایسا عمل کہ جہاں دنیا کی کوئی تدبیر کارآمد نہ ہو، وہ اگر کارآمد ہے تو اس سے بڑھ کر کے ہتھیار اور کیا ہو سکتا ہے!، اسی لیے ''الدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ'' کہا گیا ہے(۱)۔

(۱) سنن الترمذی، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ، بَاب مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الدُّعَاءِ. رقم الحدیث: ۳۳۷۱.

دعا کو ''مُخُّ الْعِبَادَةِ'' کہنے کی وجہ اور حکمت

''مُخُّ الْعِبَادَةِ'' اس معنی کر کے بھی ہے کہ دعا کے اندر اصل یہ ہے کہ آدمی کا دل اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو، آدمی جب اپنی کسی غرض کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے تو اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہی ہے تو نماز اور دوسری عبادتوں میں جو التفات اور توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہونی چاہئے، وہ دعا کے اندر پائی جاتی ہے۔

دعا بھی ایک عظیم عبادت ہے

اور دعا کو آپ معمولی نہ سمجھیں، بہت سوں کو غلط فہمی ہوتی ہے، بعض کہتے ہیں کہ تلاوت، تسبیحات وغیرہ سے ہی فرصت نہیں ملتی کہ دعا کریں۔ ارے بھائی! ہر ایک کا وقت مقرر کر دیجیے، دعا کے لیے بھی ایک وقت ہونا چاہیے۔ بعض یہ سمجھتے ہیں کہ اگر میں دعا کرنے جاؤں گا تو میری تسبیح رہ جائے گی، میری نماز رہ جائے گی۔ ارے بھائی! جس طرح نماز اور تسبیح عبادت ہے، اسی طریقے سے دعا بھی عبادت ہے۔ آپ دعا کو الگ کیوں سمجھ رہے ہیں؟ آپ ایسا کیوں سمجھ رہے ہیں کہ اگر دعا کروں گا تو میں فلاں عبادت سے کٹ جاؤں گا؟ نہیں، دعا خود بھی ایک عبادت ہے اور یہ تو ''ہم خرما وہم ثواب'' کا مصداق ہے کہ عبادت بھی ہے اور ہماری ضرورت بھی پوری ہو رہی ہے۔

دوست واحباب کے لیے بھی دعا کریں

بہر حال! اپنے رشتہ داروں کے لیے بھی دعائیں ہوں، اپنے دوستوں کے لیے بھی دعائیں ہوں، اپنا جو حلقۂ احباب ہے، ان کے لیے دعا کا اہتمام کریں، جیسے ہماری

حاجتیں ہیں، ان کی بھی حاجتیں ہیں ہم کو معلوم بھی ہوتا ہے کہ ہمارے فلاں دوست کی فلاں حاجت ہے تو اس نے ہمیں کہا ہو یا نہ کہا ہو، ہم اس کے لیے دعاؤں کا اہتمام ضرور کریں، اس کی دوستی کا حق ہے۔ وہ کہے، تب تو ضروری ہو جاتا ہے، وہ نہ کہے تو بھی نفس دوستی کی وجہ سے اس کے لیے دعا کا اہتمام کرنا چاہیے۔

پوری امتِ محمدیہ کے لیے دعا کا اہتمام کریں

اور چوتھا پوری امت محمدیہ کے لیے دعا کا اہتمام کریں۔ حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہمارا جو تعلق ہے اور ہمیں جو محبت ہے، اس کا تقاضا ہے کہ آپ کی امت پر کوئی پریشانی ہو، حالات ہوں تو ہم آپ کی امت کے لیے دعاؤں کا اہتمام کریں۔ کہیں سیلاب آتا ہے، کہیں فساد ہوتا ہے، کہیں کوئی اور حادثہ پیش آتا ہے اور مسلمان اس حادثے کا شکار ہو کر بے گھر ہو جاتے ہیں تو مدد کے لیے باقاعدہ کمیٹیاں بنائی جاتی ہیں، لوگوں سے چندہ کر کے ان کو مدد پہنچانے کی کوشش کی جاتی ہے تو مدد کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ آپ دو پیسے نہ دے سکیں تو دعائیں کر لیں اور یہ تو اس سے بھی بڑی مدد ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ یا اللہ! تیرا یہ بندہ فساد کی وجہ سے تباہ ہوا ہے یا سیلاب کی وجہ سے اس کا گھر بہہ گیا ہے یا دشمنوں کے حملے کی وجہ سے تباہی ہوئی ہے، تو اس کی تلافی فرمادے، اس کی مدد فرمادے تو ہمارے حق میں عبادت ہو جائے گی اور اس کے حق میں مدد ہو جائے گی۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بحیثیت امتی کے ہمارا جو تعلق ہے، اس کا بھی کچھ نہ کچھ حق ادا ہوگا۔

ان چار قسموں کی دعا کے لیے بھی یہاں رہ کر بھی عادت ڈال کر وقت نکالنا ہے اور یہاں سے جانے کے بعد بھی اس کا اہتمام کرنا ہے۔

مستجاب الدعوات بننے کا نبوی نسخہ

اور یہ تو عجیب وغریب نسخہ ہے، حدیث میں آتا ہے کہ جب کوئی آدمی اپنے کسی بھائی کے لیے غائبانہ دعا کرتا ہے تو فرشتے اس کی دعا پر آمین کہتے ہیں اور کہتے ہیں: وَلَكَ بِمِثْلٍ: اے اللہ اس کی دعا قبول فرما اور اس کو بھی یہی نعمت عطا فرما(١)۔

حضرت مولانا محمد عمر پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ کبھی کبھار فرمایا کرتے تھے کہ بھائی! ہماری جو حاجت ہوتی ہے تو میں تو یوں کرتا ہوں کہ میرے رشتہ دار اور دوست احباب میں سے کسی کی ایسی حاجت ہوتی ہے تو اس کے لیے دعا کرتا ہوں؛ تا کہ فرشتے اس پر آمین بھی کہیں اور ہماری حاجت کے بارے میں بھی دعا کی قبولیت کا انتظام ہو جائے۔

ہم مقروض ہیں تو اپنے مقروض دوستوں کے لیے دعا کا اہتمام کریں تو فرشتے آمین بھی کہیں گے اور کہیں گے کہ: اے اللہ! اس کے بھی قرض کو ادا کروا دے۔

بہر حال! ایک تجربے کی بات آپ سے کہتا ہوں کہ اس کی وجہ سے آپ کی دعائیں قبول ہوں گی، آپ مستجاب الدعوات بن جائیں گے کہ جس کی دعائیں اللہ کے یہاں قبول ہوتی ہیں تو مستجاب الدعوات بننے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ آدمی دوسروں

---

(١) مَامِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ يَدْعُو لِأَخِيهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ، إِلَّا قَالَ الْمَلَكُ: وَلَكَ بِمِثْلٍ. (صحیح مسلم، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ، بَابُ فَضْلِ الدُّعَاءِ لِلْمُسْلِمِينَ بِظَهْرِ الْغَيْبِ)

کے لیے دعا کا اہتمام کرے، خاص کر کے پوری امت کے لیے، اپنے دوست واحباب کے لیے، رشتہ داروں کے لیے۔ اپنی ذات کے لیے تو کرتے ہی ہیں، ان کے لیے بھی دعا کا اہتمام کریں گے تو اس کی وجہ سے آپ کی دوسری دعائیں بھی قبول ہوں گی؛ کیوں کہ جب فرشتے آمین کہیں گے تو فرشتوں کے آمین کہنے کے بعد اس کے قبول ہونے میں کیا تردد ہو سکتا ہے؟۔

اپنے حق میں دوسروں کی دعا وصول کرنے کا نسخہ

اس کا دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ ان کے دلوں میں بھی اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کے لیے دعا کا جذبہ ڈالیں گے۔ دیکھو! ابھی کوئی دوست آ کر آپ سے یہ نہیں کہے گا کہ میں آپ کے لیے دعا کرتا ہوں، تجربہ کر کے دیکھ لو۔ آپ اپنے دوست، احباب، رشتہ داروں کے لیے دعا کا اہتمام کریں، کچھ دنوں کے بعد جب ان سے آپ کی ملاقات ہوگی تو وہ کہیں گے کہ میں آپ کے لیے دعا کرتا ہوں، آپ کا نام لے کر دعا کرتا ہوں۔ اس کے دل میں آپ کے لیے دعا کا جذبہ کس نے ڈالا؟ اللہ نے ڈالا۔ کیوں ڈالا؟ کیوں کہ آپ نے اس کے لیے دعا کا اہتمام کیا۔

آپ کا کوئی دوست بیمار ہے، ہسپتال میں داخل ہے تو آپ سے امید رکھتا ہے اور سوچتا ہے کہ میرے دوستوں کو جب میری بیماری کا پتہ چلے گا تو وہ میرے لیے ضرور دعا کریں گے اور ہم جاننے کے بعد بھی اس کے لیے دعا نہ کریں تو اس نے ہم سے دعا کی جو توقع رکھی تھی، ہم اس توقع میں پورے نہیں اترے تو حقیقت تو یہ ہے کہ اس کی وجہ

سے اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں آپ کے لیے دعا کے جذبات پیدا فرما دیں گے اور فائدہ دوہرا کر دیں گے؛ اس لیے یہاں رہتے ہوئے بھی جب انفرادی طور پر اپنے لیے دعا کریں تو اس میں ان چیزوں کا خاص اہتمام کریں اور جنھوں نے درخواستیں کی ہیں، ان کے لیے تو خاص طور پر دعا کا اہتمام کریں، کم سے کم ایک مرتبہ ضروری اس کے نام کے ساتھ دعا ہونی چاہیے، نام اگر یاد نہ رہا ہے تو ذہن میں ہے، اس کے مطابق اللہ تعالیٰ سے دعا کر لیں؛ تاکہ اس کی اس درخواست کا حق ادا ہو جائے۔

دعا کی درخواست کرنے والوں کو نقد دعا دینے کی عادت ڈالئے

ہم نے اپنے بزرگوں کو دیکھا، خاص کر کے پاکستانی اکابر جو حرمین میں آتے ہیں، ان سے جب دعا کی درخواست کرتے ہیں تو وہ فوراً دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیتے ہیں اور اسی وقت دعا کر دیتے ہیں، گویا وہ آپ کی درخواست کا جواب دے دیتے ہیں، بعد میں یاد رہے کہ نہ رہے اور ہم تو ادھار رکھتے ہیں، اگر اسی وقت دعا نہیں کی تو گویا ہمارے سر پر ان کی دعا کا قرضہ باقی رہے گا، وہ حضرات قرضہ باقی نہیں رکھتے۔

یہ جو عمومی دعائیں کی جاتی ہیں، ان دعاؤں کے الفاظ کو بھی یاد کر لیں، خاص کر کے وہ لوگ جو دعاؤں سے ناواقف ہیں۔

دعا کا مسنون طریقہ

دیکھو! دعا کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی جائے، اللہ کی حمد وثنا میں کیا ہے؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ مجھے کہاں عربی آتی ہے!! ارے بھائی!

آپ کو تیسرا کلمہ تو آتا ہے نا؟ چوتھا کلمہ آتا ہے، ثنا آتی ہے، آیۃ الکرسی آتی ہے، یہ ساری چیزیں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا ہی ہے تو پہلے یہ کلمات (اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا پر دلالت کرنے والے) پڑھ لو۔

اس کے بعد نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھے، درود کے جتنے بھی صیغے آتے ہوں اور نماز والا تو آتا ہی ہے، وہ پڑھ لو۔ یہ دونوں چیزیں دعا کو قبولیت کے زیادہ کرنے والی ہیں، اس کے بعد اپنی دعا شروع کرو، اخیر میں بھی درود وغیرہ پڑھ کر کے اس کو اختتام تک پہنچانا ہے[1]۔

ہم نے اللہ سے مانگنے کا طریقہ نہیں سیکھا ہے

یہ دعا کے عام آداب ہیں اور جو عام دعائیں کی جاتی ہیں، ان کے الفاظ بھی یاد کرلو۔ میں ہمیشہ بیعت ہونے والوں کو بیعت کے وقت کہا کرتا ہوں کہ یہ جو محلے میں مانگنے والے فقیر آتے ہیں، وہ جو آوازیں لگاتے ہیں تو ان کی کیسٹیں باقاعدہ طے شدہ ہیں، کسی محلے میں جائیں گے تو کیا مانگنا ہے، اس کی کیسٹ ان کے دماغ میں چل رہی ہے، اس کے ذہن کے اندر بنی بنائی کیسٹ ہے جو چلتی ہے کہ حاجی صاحب! آپ کا یوں

---

(۱) احادیث میں یہ طریقہ بیان کیا گیا ہے: عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ، قَالَ: بَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَاعِدٌ إِذْ دَخَلَ رَجُلٌ فَصَلَّى فَقَالَ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: عَجِلْتَ أَيُّهَا الْمُصَلِّي، إِذَا صَلَّيْتَ فَقَعَدْتَ فَاحْمَدِ اللَّهَ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ، وَصَلِّ عَلَيَّ ثُمَّ ادْعُهُ. قَالَ: ثُمَّ صَلَّى رَجُلٌ آخَرُ بَعْدَ ذَلِكَ فَحَمِدَ اللَّهَ وَصَلَّى عَلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: أَيُّهَا الْمُصَلِّي ادْعُ تُجَبْ. (سنن الترمذی، رقم الحدیث: ۳۴۷۶)

بھلا ہو جائے گا، وغیرہ۔ ان فقیروں نے تو بندوں سے مانگنے کا طریقہ سیکھ لیا اور ہم نے اللہ تعالیٰ سے مانگنے کا طریقہ نہیں سیکھا۔

احادیث میں وارد دعائیں بڑی جامع ہوتی ہیں

اہل علم سے تو خاص طور سے کہوں گا کہ یہ جو ''الحزب الاعظم'' کے اندر دعائیں ہیں، ان کو یاد کر لیں، ہماری ذاتی دعائیں بھی نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح مانگ کر بتلائی ہیں کہ جس کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے تو آدمی کو اپنی حاجت کے مطابق یاد کر کے مانگتے رہنا چاہیے۔

آنکھ کی ایک لاعلاج بیماری

بہت سی بیماریاں ہوتی ہیں، اعضاء میں کمزوری ہوتی ہے، سب کی دعائیں احادیث کے اندر موجود ہیں۔ ہمارے ایک مولانا ہیں حضرت مفتی رضاء الحق صاحب دامت برکاتہم، دار العلوم زکریا کے مفتی ہیں، ان سے ملاقات ہوتی ہے، ان کو گلوکما کی بیماری ہے ''کالا پانی''، مجھے بھی ہے، ان کو بھی ہے، اس کے متعلق ڈاکٹر لوگ کہتے ہیں کہ اس کا کوئی خاص علاج نہیں ہے، دوائیاں جو لکھ دی جاتی ہیں، وہ دوائیاں بہت بہت تو اس بیماری کو آگے بڑھنے سے روکتی ہے، آگے کچھ نہیں۔ اب میں بھی دوائیاں تو استعمال کرتا رہتا ہوں۔

اس لاعلاج بیماری سے شفا کی دعائے نبوی

ایک مرتبہ حضرت کی آنکھ کچھ زیادہ متأثر ہوگئی تو میں نے کہا کہ حضرت! نبیٔ کریم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک دعا ہے: اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنَا بِأَسْمَاعِنَا وَأَبْصَارِنَا وَقُوَّتِنَا مَا أَحْيَيْتَنَا، وَاجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنَّا(۱): اے اللہ! تو ہمیں ہماری سننے کی صلاحیت، دیکھنے کی صلاحیت اور ہماری دوسری جتنی بھی صلاحیتیں تو نے رکھی ہیں، ان سے فائدہ اٹھانے کا موقع عطا فرما۔ اے اللہ! یہ صلاحیتیں اخیر تک باقی رہیں اور وہ ہماری وارث بنیں، یعنی ہم دنیا سے جاویں اور ہمارے پیچھے باقی رہیں، اس کے فیصلے فرما۔ گویا اخیر تک صلاحیتوں کو باقی رکھنے کی دعا ہے۔ میں نے کہا کہ میں تو اسی نیت سے یہ دعا پڑھ لیتا ہوں۔

کہنے کا حاصل یہ ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعائیں ایسی عجیب وغریب ہیں کہ ہم اس کے فوائد کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ''الحزب الاعظم'' میں ایسی دعائیں ہیں، اگر عربی میں یاد نہ رہیں تو اردو میں اس کا ترجمہ یاد کر کے اس سے دعا کا اہتمام کیا جائے۔

دعا سب سے بڑی نعمت ہے

اب یہاں کی دعا میں تو شامل ہوتے ہی ہیں لیکن جب یہاں سے گئے تو دعا سے بالکل کٹ گئے، اب آپ سوچتے ہیں کہ میں دعا کے لیے کس سے کہوں؟، اگر آپ یہاں رہ کر یہ دعائیں اور اس کا طریقہ سیکھ لیں گے تو پھر خود آپ ہی اللہ تعالیٰ سے رابطہ کرنے والے ہو جائیں گے۔

خود ہی مرغی پال لو نا: ایک واقعہ

یہ ایک ایسی نعمت ہے کہ دوسری کوئی نعمت مقابلہ نہیں کر سکتی۔ بقول حضرت شاہ وصی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے کہ ایک عورت تھی، اس کے یہاں مرغی تھی اور ایک اس کی پڑوسن تھی،

اس کے یہاں مرغی نہیں تھی۔اچانک کوئی مہمان آجاتا تھاتو وہ پڑوسن مرغی والی پڑوسن سے یوں کہتی تھی کہ بہن!ایک انڈادے دونا،اچانک ایک مہمان آگیاہےتواس کے لیے تیاری کرناہے۔ایسابار بار ہوتا رہتا تھا۔اس پڑوسن نے کہا کہ بہن!یہ کیا کہ جب بھی کوئی مہمان آتا ہےتوانڈامانگنے کے لیے آجاتی ہو،تم بھی ایک مرغی پال لونا!

اسی طرح ہمیں بھی جب کوئی پریشانی ہوتی ہےتوان سے کہواوران سے کہو،یہ کیا کہ ان سے کہو،ان سے کہو،خودہی اللہ تعالیٰ کے ساتھ دعا کا رشتہ قائم کرلواورخودہی اللہ تعالیٰ سے دعامانگنے والے بن جاؤ۔

تو ترا کوئی اَور ہوگا خدا اے زاہد!

بعض لوگ یہ سوچتے ہیں کہ میں تو بڑا گناہ گار ہوں،میں کیسے دعائیں مانگ سکتا ہوں،ارے اللہ تعالیٰ نےتو شیطان کی دعا بھی قبول فرمائی ہےاورشیطان کی دعا بھی عجیب وغریب کہ عین اس وقت جب اس نے اللہ کے حکم کوتوڑااوراللہ تعالیٰ اس کواپنی بارگاہ سے نکال رہے ہیں،مردودکررہے ہیں،اس وقت اس نے اپنی ڈیمانڈرکھی کہ یہ کائنات جب تک موجودرہے،وہاں تک مجھے زندگی عطافرما۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کی دعاکوقبول کرلیا۔

شیطان اللہ تعالیٰ کی صفات کا بہت بڑا عارف ہے

درحقیقت شیطان اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفات سے جتنا واقف تھا،اس کواللہ کی معرفت جتنی حاصل ہے،بقول حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے کہ وہ علم میں بھی

کامل ہے، معرفت میں بھی کامل ہے، عمل بھی بہت کیا، البتہ عشق میں کمی تھی۔ معرفت اس کی اتنی کامل تھی کہ وہ جانتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے اندر انفعال کی صفت نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ انفعالی کیفیت اور صفت سے منزہ ہیں

ایک انفعال ہوتا ہے، کوئی آدمی ہمارے ساتھ کوئی سلوک کرے، اس سلوک کے نتیجے میں ہماری طبیعت کے اوپر جو اثر مرتب ہوتا ہے، جیسے کسی نے ہم کو گالی دی اور گالی سن کر ہم کو غصہ آ گیا اور اس کو ایک طمانچہ مار دیا، یا طمانچہ نہیں مارا لیکن کچھ دینے والے تھے، وہ نہیں دیا، یہ انفعالی کیفیت ہے جو انسانوں میں ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ انفعالات سے پاک ہیں، اس پر کسی چیز کا اثر نہیں ہوتا، وہ تو اپنے علم اور حکمت کے مطابق فیصلے کرتے ہیں۔

تو شیطان کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی اتنی معرفت حاصل تھی کہ وہ جانتا تھا کہ اللہ تعالیٰ میں یہ انفعالی کیفیت نہیں ہے؛ اس لیے عین اس وقت جب اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو بارگاہ سے نکال رہے تھے، یہ ڈیمانڈ پیش کر دی۔

اپنی درخواست قبول کروانے کے سلسلے میں انسانی مزاج

بیوی بھی جب شوہر سے کوئی بات منوانے والی ہو تو وہ موڈ دیکھتی ہے کہ آج میاں کا موڈ اچھا ہے تو وہ اپنی پیش کش رکھ دیتی ہے اور کتنا ہی لاڈلا بیٹا ہو، جب اسے اپنے باپ سے کوئی کام نکلوانا ہو تو وہ بھی اپنے ابا کا موڈ دیکھ کر کے اپنی ڈیمانڈ پیش کرے گا، چناں چہ جب وہ دیکھتا ہے کہ آج ابا کچھ خوش ہیں تو وہ کہتا ہے کہ ابا! مجھے اس چیز کی

ضرورت ہے، اگر ابا غصے میں ہوں چاہے اس پر یا کسی دوسرے پر غصہ ہوں تو وہ کبھی بھی اپنی ڈیمانڈ نہیں رکھے گا کہ وہ جانتا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ غصے کی وجہ سے میری درخواست رد کردے۔

شیطان کو اللہ تعالیٰ کی اس قدر معرفت حاصل تھی کہ وہ جانتا تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ انفعالات سے پاک ہے؛ اس لیے عین اس وقت کہ جب اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو اپنی بارگاہ سے مردود کررہے ہیں، وہ درخواست کررہا ہے، دعا کررہا ہے اور اللہ نے اس کی دعا کو قبول کرلیا۔

میں بتلانا یہ چاہتا ہوں کہ کوئی کتنا ہی گنہگار ہو، وہ یہ نہ سمجھے کہ میں تو اتنا بڑا گنہگار ہوں، میں کس منہ سے اللہ تعالیٰ سے مانگوں؟ بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ تو ہر ایک کی دعا کو قبول فرماتے ہیں۔

تیری دنیا جہانِ مرغ ماہی، میری دنیا فغان صبح گاہی

اور اللہ تعالیٰ نے تو دعا کرنے کا حکم بھی دیا ہے؛ اس لیے دعاؤں کا اہتمام کرنا چاہیے اور یہ ایک ایسی چیز ہے، ایک ایسی نعمت ہے اور آپ کے پاس ایک ایسا عجیب وغریب نسخہ ہے کہ جو ہر مصیبت کا حل ہے، جہاں ساری تدبیریں ختم ہوجاتی ہیں بلکہ تدبیروں کے فیل ہونے کے بعد اس کا دائرۂ کار شروع ہوتا ہے، خوب دوا کرنے کے بعد بھی جب شفا نہ ہو تو کہتے ہیں کہ بہت دوائیں کروائیں، اب دعا کرو۔ اگر ہم پہلے ہی سے اس ہتھیار کو اپنالیں تو کیا کہنا!!۔

بہرحال! جب آپ یہاں آئے ہیں اور یہاں دعائیں ہو رہی ہیں تو آپ بھی اپنا مزاج دعاؤں والا بنا کر کے جائیں، دعائیں سیکھ کر جائیں۔

ہر عبادت کی تاثیر اور اہمیت الگ الگ ہوتی ہے

یہ اجتماعی عمل کی بات تھی۔ انفرادی اعمال کے اندر ہمیں قرآنِ پاک کی تلاوت کا خوب اہتمام کرنا ہے۔ ویسے ہر نیکی اپنی اپنی جگہ ایک اہمیت اور تاثیر رکھتی ہے، جیسے کھانے کی مختلف انواع اور اقسام ہوتی ہیں اور ہر آئٹم اپنی جگہ اہمیت کی حامل ہوتی ہے اور اپنا ایک الگ ذائقہ رکھتی ہے۔ دعا کا اپنا ایک اثر ہے، ذکر کا اپنا ایک اثر ہے، تسبیحات کا اپنا ایک اثر ہے، قرآن کی تلاوت کا اپنا ایک اثر ہے، عبادت ہونے کی حیثیت سے ہر چیز کا اپنا اپنا ایک اثر ہے۔

حصولِ قربِ الٰہی میں قرآن کی تلاوت سب سے زیادہ مؤثر ہے

لیکن قرآن کی تلاوت کو تمام اذکار کے اوپر ایک فضیلت حاصل ہے اور قرآن کے ذریعہ آدمی اللہ تبارک وتعالیٰ کا جتنا قرب حاصل کر سکتا ہے، اتنا کسی اور چیز سے حاصل نہیں کر سکتا۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں اللہ تبارک وتعالیٰ کو ۱۰۰ رمرتبہ دیکھا، سوویں مرتبہ انھوں نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے پوچھا کہ باری تعالیٰ! آپ کا قرب سب سے زیادہ کس چیز کے ذریعہ سے حاصل کیا جا سکتا ہے؟ تو ارشاد فرمایا کہ وہ چیز جو میرے اندر سے نکلی ہے یعنی میرا کلام۔ پوچھا: بفھم أو بغیر فھم کہ: سمجھ کر یا بلا سمجھے؟ تو باری تعالیٰ نے فرمایا: بفھم و بغیر فھم: چاہے سمجھ کر ہو یا بغیر سمجھے

ہو[1]۔ بہر حال! ہر صورت میں قرآنِ پاک کی تلاوت اللہ تبارک وتعالیٰ کے قرب کے حصول میں مؤثر ہے۔

قرآنِ پاک کی تلاوت کے وقت اس کے آداب کا ضرور لحاظ کریں

البتہ قرآنِ پاک کی تلاوت کے کچھ آداب ہیں، فضائلِ قرآن میں آپ نے سنے ہوں گے، ان آداب کا لحاظ کرنا چاہیے: حروف کی تصحیح کا اہتمام، اوقاف کی رعایت، اشباعِ حرکات، مد اور حرکتوں کا اہتمام کرے، ترتیل کا اہتمام کرے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے بھی ترتیل کے ساتھ پڑھنے کا حکم دیا ہے، جہراً پڑھے، درد بھری آواز کے ساتھ پڑھے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی فتح العزیز کے حوالے سے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ترتیل کے ساتھ یہ آداب بتلائے ہیں، اس کی رعایت کی جائے تو اِن شاءاللہ تعالیٰ اس کے فوائد اور ثمرات ظاہر ہوں گے۔

اس ماہِ مبارک میں قرآنِ پاک کی تلاوت کا خاص اہتمام کریں

اور اللہ کے کلام کو رمضان کے ساتھ ویسے بھی بڑی مناسبت ہے کہ قرآن بھی اسی مہینے میں نازل ہوا اور دوسری آسمانی کتابیں بھی اسی میں نازل ہوئی ہیں، اسی لیے ہمارے اسلاف اس مہینے میں قرآن کی تلاوت کا خاص اہتمام کرتے تھے؛ اس لیے جیسا کہ میں پہلے بتلا چکا ہوں کہ حفاظ کو تیار کر کے ایک ایک حافظ کے ساتھ دو دو، تین

(۱) فیض القدیر شرح الجامع الصغیر للمناوی ۲/ ۵۲، تحت رقم الحدیث: ۱۳۰۴.

تین مل کر نفل میں قرآن پڑھنے اور سننے کا اہتمام کریں، اگر اس طرح کریں گے تو یہ مبارک راتیں بھی وصول ہو جائیں گی اور قرآن کی تلاوت کی عادت بھی بن جائے گی۔

خانقاہ سے ان اعمالِ صالحہ کے تحفے گھر لے جائیں

اور قرآن کی تلاوت کی یہ عادت ڈال لیجیے، یہ چیزیں یہاں سے سیکھ کر کے جائیں، ایسا نہیں کہ دس دن کے لیے آئے، ان عبادتوں کا اہتمام کیا اور پھر سال بھر کے لیے چھٹی کر لی!! نہیں! بلکہ یہ اعمال تحفے ہیں، ان تحفوں کو یہاں سے لے کر کے جائیں؛ تاکہ اگر کوئی آپ سے پوچھے کہ آپ چہل درود پڑھتے ہیں؟ تو آپ جواب میں کہہ سکیں کہ میں جب سے وہاں خانقاہ میں گیا تھا، اس کو پڑھ رہا ہوں۔

حضرت دامت برکاتہم کی پابندئ اعمال

بہت سے اعمال وہ تھے جو ہم پہلے نہیں کرتے تھے، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری کی سعادت حاصل ہوئی، وہاں یہ سارے اعمال شروع کیے، الحمد للہ! اب ۵۰ رسال ہو گئے ہیں لیکن ان اعمال میں کبھی ناغہ نہیں ہوا، ان بزرگوں کی صحبت اور ان کی توجہات کی برکت سے اللہ تبارک وتعالیٰ وہ اعمال ادا کرواتے ہیں۔

غیر رمضان میں قرآن کی تلاوت کی کم سے کم مقدار

بہرحال! قرآن کی تلاوت کی عادت بنائیے، رمضان میں تو زیادہ مقدار میں ہوگا لیکن رمضان کے علاوہ ایام میں جو حفاظ ہیں تو ان کے حافظ ہونے کی وجہ سے ہمارے اکابران کے لیے تین پارے بتلاتے ہیں اور اگر پوری منزل ہو، جیسا کہ حضراتِ صحابہ

رضوان اللہ علیہم اجمعین کا معمول تھا تو نورٌ علیٰ نور، سات دن کے اندر قرآن ختم کیا کرتے تھے۔

اور جو حافظ نہیں ہیں اور عامی ہیں، ناظرہ پڑھتے ہیں، وہ کم سے کم ایک پارہ پڑھے اور جو عالم ہے اور اچھا پڑھتا ہے تو وہ بھی زیادہ قرآن پڑھنے کا اہتمام کرے اور جس کو نہیں آتا، وہ قرآن سیکھے، یہاں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کا موقع دیا ہے، یہاں سے جانے کے بعد اس سلسلے کو باقی رکھے۔

حضراتِ اکابر کے یہاں قرآن سیکھنے سکھانے کا اہتمام

نیک عمل سیکھنا شروع کیا ہے تو اس سلسلے کو باقی رکھیں۔ ہمارے اکابر کے یہاں اس کا کتنا اہتمام تھا، حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ پر جہاد شاملی کے بعد انگریزوں کی طرف سے جو الزام آیا تھا اور اس کے بعد جیل میں رہے تو جیل میں رہنے کے دوران ایک دیہاتی آدمی تھا، معمولی قسم کا آدمی تھا، اس کو حضرت قرآن سکھلاتے تھے۔ اب حضرت کا کیس چل رہا تھا، اس میں حضرت کی برأت ہوگئی، آپ کی بے گناہی ثابت ہوگئی اور آپ کی رہائی کا حکم آگیا تو وہ دیہاتی کہنے لگا کہ حضرت! اب تو آپ یہاں سے چلے جائیں گے پھر میرے قرآن کا کیا ہوگا؟ تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب تک تو قرآن سیکھ نہیں لے گا، میں یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ سیکھانے والا یہ کہتا ہے! ہمارے اکابر کے یہاں ان چیزوں کا کتنا اہتمام تھا۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہمارے جو احباب یہاں آئے ہوئے ہیں، وہ جو اعمال یہاں انجام دے رہے ہیں، قرآن سیکھ رہے ہیں تو آگے بھی یہ سلسلے باقی رکھیں، یہ نہیں کہ یہاں سے جانے کے بعد ان سلسلوں ختم کردیں بلکہ اپنی اپنی جگہ

پر جا کر کے اہلِ علم سے رابطہ کر کے اس سلسلے کو پورا کرنے کا فکر کریں۔

رمضان میں ان اذکار کی کثرت رکھیں

انفرادی اعمال میں ذکر بھی ہے اور جیسا کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی روایت گذری، اس میں ذکر میں دو چیزوں کی کثرت کا ذکر آیا ہے: ایک تو کلمۂ طیبہ اور دوسری چیز استغفار ہے اور دو چیزوں کی دعا کی کثرت کا حکم ہے: جنت کا سوال اور جہنم سے پناہ۔

حضرت مولانا محمد سلیمان جھانجھی رحمۃ اللہ علیہ مرکز نظام الدین کے اندر اعلان کیا کرتے تھے کہ جو آدمی لَا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہ، أَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ، أَسْأَلُ اللّٰہَ الْجَنَّۃَ، وَأَعُوذُ بِہٖ مِنَ النَّارِ پڑھ لے گا، اس میں یہ چاروں چیزیں آجائیں گی۔ آدمی چلتے پھرتے رمضان میں اس چیز کا اہتمام کرے۔

۷۰/ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھنے کی فضیلت

اور کلمۂ طیبہ لَا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہ کے متعلق یہ تجربہ بتایا جاتا ہے کہ ۷۰/ہزار مرتبہ اس کو پڑھا جائے تو وہ مغفرت کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ یہ کلمہ لَا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہ کو ۷۰/ہزار مرتبہ پڑھنے کی فضیلت ہے، پورا نہیں پڑھنا ہے، بزرگانِ دین فرماتے ہیں کہ جب پڑھتے پڑھتے، ۱۵، ۲۰ مرتبہ ہو جائے تو اس کے ساتھ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰہِ بھی ملالیں، ورنہ اصل فضیلت صرف لَا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہ کو ۷۰/ہزار مرتبہ پڑھنے کی ہے۔

اس زرین موقع کو غنیمت جانیے

بہرحال! اللہ تعالیٰ نے موقع دیا ہے تو ہاتھ میں تسبیح رکھو اور چلتے پھرتے کلمہ طیبہ

لَاۤ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہ پڑھنے کا معمول بناؤ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے کسی کو کمانے کا موقع دیا ہو تو وہ اس موقع کو ضائع نہیں ہونے دیتا، کما کر کے اپنے اکاؤنٹ میں جمع کر ہی لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے موقع دیا ہے تو چلتے پھرتے بھی اس کلمے کو پڑھتے رہیے، ابھی جو تعلیم ہو رہی ہے، یا آئندہ ہوگی تو اس وقت بھی کلمہ پڑھتے رہیے، استغفار کرتے رہیے۔

تعلیم کے دوران تسبیح پڑھنے کے معاملے میں اکابر کے دو متضاد نظریے

ویسے بعض لوگ اشکال کرتے ہیں کہ اس موقع پر بھی پڑھنا چاہیے؟ اس سلسلے میں ہمارے اکابر کے دو نظریے ہیں، بعض منع کرتے ہیں اور بعض پڑھنے کی اجازت دیتے ہیں، میرا نظریہ اپنے ان اکابر جیسا ہے کہ آپ دونوں کام کریں کہ دست بکار و دل بیار کہ ہاتھ اپنا کام کرے اور دل دوست کے اندر مشغول ہو۔

حضرت مولانا قاری صدیق باندوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایمان افروز واقعہ

ہمارے بزرگوں کا مزاج ایسا ہی تھا کہ جتنا ہو سکے، وصول کر لو۔ میں سنایا کرتا ہوں، حضرت مولانا عبداللہ کاپودروی دامت برکاتہم نے سنایا کہ ہم باندہ حضرت مولانا قاری صدیق باندوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ملاقات کے لیے گئے، جب ہتھورا پہنچے تو پتہ چلا کہ وہاں کوئی تعمیر کا کام چل رہا ہے، حضرت وہاں ہیں۔ شوق تھا؛ اس لیے ہم وہاں پہنچ گئے تو دیکھا کہ وہاں ریت کا ڈھیر تھا، حضرت وہاں بیٹھے ہوئے تھے، تعمیری کام کی آپ نگرانی بھی کر رہے تھے اور وہاں دو بچے آپ کو قرآن بھی سنا رہے تھے۔ حضرت نے

فرمایا کہ میں نے سوچا کہ خالی بیٹھے بیٹھے نگرانی کرنے سے بہتر ہے کہ قرآن بھی سن لیا جائے کہ آنکھ اپنا کام کرے گی اور کان اپنا کام کریں گے۔

بہر حال! میرے کہنے کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی کو میرے اس نظریے سے اتفاق نہ ہو تو میں اسے اس پر مجبور نہیں کرتا لیکن میرا اپنا عمل تو یہی ہے اور اپنے بعض بزرگوں کے واقعات جو سنے ہیں، اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے؛ اس لیے کتابی تعلیم کے دوران بھی آپ اپنی لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰه کی تسبیح پوری کر سکتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ عمل کی توفیق اور سعادت عطا فرمائے۔ (آمین)

رمضان کی محنتوں اور برکتوں کو مابعد رمضان باقی رکھنے کا اہتمام اور اس کے اصولی گُر

اقتباس

بہر حال! یہ صحبت بہت اہم چیز ہے، آدمی بار بار اس کا التزام کرتا ہے تو اس سے بہت فائدہ ہوتا ہے۔ میں اپنا حال بتاتا ہوں کہ یہاں پڑھانے آنے کے بعد بھی جہاں تعطیلات ہوتی تھیں، بس ایک ہی ہمارا مقصد ہوتا تھا: حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں پہنچنا، حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں پہنچنا، تعطیلات کے آنے سے پہلے ہی ایسا نظام بنایا جاتا تھا کہ ان کی خدمت میں حاضری ہو۔ کہنے کا حاصل یہ ہے کہ صحبت کے التزام کا اہتمام کیا جائے، حضرت فرماتے ہیں کہ ''جس قدر میسر ہو جائے، غنیمت کبری اور نعمت عظمی ہے، گر ہر روز ممکن نہ ہو تو ہفتے میں آدھ گھنٹہ ضرور التزام کرے، اس کے برکات خود دیکھ لے گا۔''

آدمی سوچتا ہے کہ آکر شیخ کی خدمت میں بیٹھا، اس سے کیا ہوا؟ نہیں، اس بیٹھنے کی وجہ سے قلب کے اندر جو اثرات ہوتے ہیں، ہمیں اس کا احساس نہیں ہوتا ہے، ایک تقویت پہنچتی ہے، تھوڑی دیر کی صحبت سے طاعات کی بجا آوری اور گناہوں سے بچنے کے اندر مدد ملتی ہے اور چند دنوں تک اس کا بیّن اثر آپ محسوس کریں گے، جوں جوں صحبت کے اندر دوری ہوتی جائے گی، توں توں اس کا نقصان بھی آپ کے سامنے ظاہر ہوتا جائے گا۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للّٰہ نحمدہ ونستعینه ونستغفرہ ونؤمن به ونتوکل علیه ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا، ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا، ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا، من یهده اللّٰہ فلا مضل له، ومن یضلله فلا هادي له، ونشهد أن لا إله إلا اللّٰہ وحده لا شریک له ونشهد أن سیدنا ومولانا محمدا عبده ورسوله، أرسله إلی کافّة الناس بشیرا ونذیرا، وداعیا إلی اللّٰہ بإذنه وسراجا منیرا، صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وعلی آله وأصحابه وبارک وسلّم تسلیما کثیرا کثیرا، أما بعد:

فَاَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم: ﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَیۡهِمُ الۡمَلٰٓئِکَةُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا وَاَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّةِ الَّتِیۡ کُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ﴾ [فصلت:۳۰]

وقال تعالیٰ: ﴿وَاِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَتَ اللّٰهِ لَا تُحۡصُوۡهَا﴾ [ابراهیم:۳٤]

روزے کی فرضیت کا مقصد: حصولِ تقوی

میرے قابلِ احترام بھائیو! اللہ تبارک وتعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے ہمیں اس بات کی توفیق عطا فرمائی کہ اپنے گھر میں بٹھا کر کے بہت ساری عبادتوں کو ادا کرنے کا موقع عنایت فرمایا، خصوصیت کے ساتھ اس ماہِ مبارک میں یہ روزہ اور جو دوسری عبادتیں ہیں، اس کا مقصد ہی یہ ہے کہ آدمی کے مزاج کے اندر اور اس کی طبیعت

میں تقوی آجائے، خاص کر کے روزے کے متعلق تو باری تعالیٰ کا ہی ارشاد ہے:

﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَي الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ [البقرة:١٨٣]

یہ تقوی حاصل کرنے اور پیدا کرنے کے لیے ایک نصاب اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ہمیں عطا فرمایا گیا کہ ہم اس کے ذریعہ سے، اس عبادت کو انجام دے کر اس کیفیت کو پیدا کریں کہ ہم سے کبھی اللہ تبارک وتعالیٰ کی نافرمانی کا صدور نہ ہو، اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات کا ایسا استحضار ہمارے قلوب کے اندر پیدا ہو جائے۔ کیوں کہ روزے کے اندر کوئی بھی آدمی ایسا کام جو روزے کے منافی ہو، یہ سمجھ کر نہیں کرتا کہ مجھے اللہ تعالیٰ دیکھ رہے ہیں، وہ مجھے دیکھ رہا ہے۔

دنیوی قوانین دلوں میں گناہوں کی نفرت پیدا کرنے میں معین نہیں

باری تعالیٰ کے استحضار کی یہی کیفیت ہمیں حاصل ہو جائے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ باری تعالیٰ کی نافرمانی سے اور گناہوں سے بچنا ہمارے لیے آسان ہو جائے گا، اسی کا نام تقوی ہے۔ دنیا کے قوانین انسان کو گناہوں سے نہیں روک سکتے۔ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دنیوی قوانین گناہوں کی نفرت دلوں کے اندر پیدا نہیں کرتے، یہ تو اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں ہی کا کام ہے کہ ان کی صحبت سے یہ چیز حاصل ہوتی ہے۔

بہر حال! اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں یہ موقع عطا فرمایا اور اسی کی برکت سے ان

اعمال کا صدور ہوا، اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے حضور یہ دعا کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ اب یہ تقوی جس کے لیے ہم نے محنتیں کی ہیں اور کوششیں کی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں یہ نصیب فرمائے، اس کا ظہور زندگی کے مختلف شعبوں میں ہوگا۔

اشیاء کے بننے اور استعمال کرنے کی جگہیں الگ ہوتی ہیں

چیزیں بننے کی جگہیں الگ ہوتی ہیں اور ان کے استعمال ہونے کی اور آزمائے جانے کی جگہیں الگ ہوتی ہیں۔ کپڑا کپڑے کے کارخانے میں بنتا ہے لیکن اس کی افادیت لوگ پہن کر کے معلوم کرتے ہیں، جوتا جوتے کے کارخانے میں بنتا ہے اور اس کی افادیت کا پتہ لوگوں کو پہن کر کے معلوم ہوتا ہے۔ گویا افادیت کی جگہ الگ ہے اور بننے کی جگہ الگ ہے۔

خانقاہوں میں کی جانے والی محنتوں کی تفہیم کے لیے ایک مثال

پہلوان نے اپنے اپنے گھر میں اپنی قوت کو انتہا تک پہنچانے کے لیے جو انتظامات کیے ہیں: وہ ڈنڈ پیلے گا اور ورزشیں کرے گا، تیل کی مالش کرے گا، مقویات کا استعمال کرے گا لیکن اس ساری تگ ودو اور محنتوں کا ثمرہ تو اکھاڑے میں مقابلے کے وقت ظاہر ہوگا۔

بقول حضرت حکیم اختر صاحب نور اللہ مرقدہ کے کہ ہم نے مسجدوں کے اندر نمازیں پڑھیں، دعائیں کیں، روزے رکھے، ذکر کیا، سب کچھ کیا، سارے مقویات کا استعمال کیا اور پھر باہر نکلے اور ایک عورت گذرتی ہوئی نظر پڑی تو نفس کے تقاضے کے مقابلے

میں ہم ایسے مغلوب ہو گئے کہ فوراً بدنظری کا ارتکاب کرلیا، یہ سارے بادام، پستے کھلائے، وہ سب بے کار گئے، گویا ہمیں نفس اور شیطان کا مقابلہ کرنے کے لیے پہلوان بنایا گیا تھا، ایک ذرا سے معاملے میں ہم چت ہو گئے، یہ غلط ہے۔

خانقاہوں کی محنتوں کا ثمرہ ظاہر ہونے کی جگہ مختلف شعبہائے زندگی ہیں

بہرحال! ہم نے یہاں رہ کر جو مشق کی ہے، اس مشق میں اور اپنے اس عمل میں اور اپنے ان مجاہدوں، ریاضتوں اور محنتوں کے اندر ہم کتنے کامیاب ہیں، اس کا پتہ تو ہمیں باہر جا کر کے چلے گا، زندگی کے مختلف شعبوں میں ہم اللہ تبارک وتعالیٰ کی معصیت اور نافرمانی سے اپنے آپ کو بچانے کا کتنا زیادہ سے زیادہ اہتمام کرتے ہیں، اس سے اس کا اندازہ ہوگا۔

ایک واقعہ

ایک آدمی حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ الحمدللہ! مجھے کیفیت احسان حاصل ہوگئی۔ یہ کیفیت احسان وہی ہے جو حدیث جبرئیل کے اندر نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمائی ہے۔

حدیث جبرئیل

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے آخری دور میں ایک مرتبہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ الصلوۃ والسلام ایک اجنبی آدمی کی شکل میں آئے،

عام طور پر جس شکل میں آتے تھے، اس کے علاوہ شکل وصورت میں آئے اور مختلف سوالات کیے: مَا الْإِسْلَامُ؟، مَا الإِيمَانُ؟، مَا الإِحْسَانُ؟، تو اس میں مَا الإِحْسَانُ؟ (احسان کیا ہے؟) کے جواب میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: أَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ: تم اللہ کی عبادت ایسے کرو، گویا کہ تم اللہ تبارک وتعالیٰ کو دیکھ رہے ہو اور اگر یہ کیفیت تمھیں حاصل نہیں ہے تو یہ تو ہر آدمی کو معلوم ہے اور ہر آدمی کو اس کا استحضار ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہے ہیں(۱)۔

کیفیت احسان زندگی کے ہر شعبے میں مطلوب ہے

بہرحال! کسی نے آکر حضرت ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ اللہ کا فضل ہے کہ مجھے احسان کی کیفیت حاصل ہوگئی۔ حضرت ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ کیا یہ کیفیت محض نماز ہی میں ہے؟ یا گھر میں جب بیوی بچوں کے ساتھ ہوتے ہو، تب بھی یہ کیفیت موجود رہتی ہے کہ میں اللہ کو دیکھ رہا ہوں یا اللہ مجھے دیکھ رہے ہیں؟ دکان میں جب کسی گاہک کے ساتھ جب معاملہ کرتے ہو تو اس وقت بھی یہ استحضار اور کیفیت رہتی ہے کہ میں اللہ کو دیکھ رہا ہوں یا اللہ مجھے دیکھ رہے ہیں؟۔ اس نے کہا کہ حدیث میں تو یہی ارشاد ہے کہ: أَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ، فرمایا کہ اسی لیے میں نے پوچھا تھا(۲)۔

---

(۱) صحيح البخاري، بَابُ سُؤَالِ جِبْرِيلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الإِيمَانِ، وَالإِسْلاَمِ، وَالإِحْسَانِ، وَعِلْمِ السَّاعَةِ.

(۲) نسبت احسان کے سلسلے میں یہ جو غلط فہمی ہے کہ اس کا تعلق صرف نماز سے ہے، حضرت رحمہ اللہ کا مقصود اس =

خانقاہ کی محنتوں کا اثر باہر کی زندگی میں بھی ظاہر ہونا چاہیے

گویا یہ تقویٰ جو ہے، اس کا حاصل ہی یہ ہے کہ آدمی زندگی کے ہر میدان میں اپنے آپ کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی نافرمانی سے بچانے کا اہتمام کرے۔ یہ جو مشقیں کی ہیں، ریاضتیں کی ہیں، محنتیں کی ہیں، مجاہدے کیے ہیں، ان کا اثر وہاں ظاہر ہونا چاہیے، یہ نہیں کہ یہاں سے نکلے اور یہاں سے نکل کر اپنے گھر گئے اور ہماری طبیعت، ہمارا نیچر (nature) ہم پر غالب آجائے۔

تربیت غالب آتی ہے یا طبیعت؟ ایک دل چسپ واقعہ

ایک بادشاہ تھا، اس کی اپنی وزیر سے اس پر بحث ہوئی کہ تربیت غالب ہوتی ہے یا طبیعت غالب ہوتی ہے؟ یعنی ایک آدمی پر محنت کریں، اس کی اچھی تربیت کریں اور اس کی طبیعت کے خلاف امور پر اس کی مشق کرائیں تو اس تربیت کا غلبہ اس کے نیچر کے اوپر، اس کی طبیعت کے اوپر، اس کی فطرت کے اوپر ہوگا، یا پھر طبیعت تربیت پر غالب آجاتی ہے۔ دونوں کے نظریے الگ الگ تھے: ایک نے کہا کہ طبیعت ہی غالب آتی ہے، جتنی بھی تربیت کی جائے، طبیعت اپنا اثر دکھلا کے رہتی ہے۔ دوسرے نے کہا کہ نہیں، اگر تربیت کی جائے گی تو وہ تربیت طبیعت کے اوپر غالب آجائے گی۔

= کا ازالہ ہے اور اس حدیث کے دوسرے طرقِ روایت سے اس کی تائید ہوتی ہے، چناں چہ بیہقی میں مطلق عمل کا لفظ آیا ہے: أَنْ تَعْمَلَ لِلّٰهِ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنَّكَ إِنْ لَا تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ. (السنن الصغير للبيهقي، بَابُ تَحْسِينِ الْعَبْدِ عِبَادَةَ مَعْبُودِهِ، رقم الحديث: ١٠)

جو اس بات کے قائل تھے کہ تربیت غالب آتی ہے، اس سے اس نے مطالبہ کیا جو یہ کہتے تھے کہ طبیعت غالب آتی ہے کہ تم اس کا کوئی نمونہ پیش کرو تو اس نے کہا کہ میں کل اس کا نمونہ پیش کروں گا۔

دوسرے دن وہ چند بلیاں لایا جن کے ہاتھ میں شمعیں تھیں (بلیاں اپنے ہاتھوں میں شمعیں پکڑے ہوئی تھیں)، اب بلیوں کے مزاج میں چلبلا پن ہوتا ہے، ایک دو منٹ کے لیے بھی وہ چین سے بیٹھ نہیں سکتی، حرکت اس کی طبیعت ہے۔ اس نے کہا کہ دیکھیے! اس کی کیسی تربیت ہوئی ہے کہ بلیاں اپنی طبیعت کے خلاف یہ کام کر رہی ہیں۔ دوسرے نے کہا کہ ٹھیک ہے، کل دوبارہ یہ منظر دکھلایئے۔

پھر دوسرے دن جب یہ منظر دکھلانے کے لیے بلیاں پیش کی گئیں تو وہ پہلے ہی سے چوہا لے کر کے آیا تھا، اس کو چھوڑ دیا۔ بلیوں نے جب چوہے کو دیکھا تو انھوں نے شمعیں پھینکیں اور چوہے کے پیچھے پڑ گئیں۔

خانقاہ کی محنتوں کو اپنے گھروں میں بھی باقی رکھئے

ہمارا حال بھی یہی ہے کہ ابھی یہاں سے نکلے نہیں کہ وہ سب تقوی، بزرگی، گناہوں سے بچنے کی ہماری یہ محنت اور تربیت، سب دھرا کا دھرا رہ جاتا ہے۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ یہ تو محنت کرنے کے بعد اس پر پانی پھیرنے جیسا ہے۔ یہاں رہ کر ہم نے جن چیزوں کا اہتمام کیا ہے، ضرورت ہے، آگے جا کر، اپنے گھر جا کر بھی ان چیزوں کا اہتمام کیا جائے۔ اب رہا یہ سوال کہ کون سے اعمال کیے جائیں؟ تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک

رسالہ ہے: ''جزاءُ الاعمال''، اس کے اخیر میں اصولی طور پر جو باتیں بیان فرمائی ہیں، میں وہ پڑھ کر سناتا ہوں، ہمیں اس کا اہتمام ہو۔

کرنے اور نہ کرنے کے کاموں کے سلسلے میں جزاءالاعمال سے منقول ضابطہ

''حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یوں تو جتنی طاعات ہیں (یعنی نیکی کے کام ہیں) سب ضروری ہیں اور جتنے سیئات ہیں (یعنی گناہ کے کام ہیں) سب مُضِر ہیں، مگر بعض اعمال جو بمنزلہ اصول کے ہیں، زیادہ اہتمام کے قابل ہیں (یعنی نیکیوں کے شعبوں میں بھی بعض نیکیاں ایسی ہیں جو اصول کی حیثیت رکھتی ہیں کہ اگر آپ اس کا اہتمام کریں گے تو اس کے نتیجے میں اور اس کی برکت سے اللہ تبارک وتعالیٰ دوسرے نیکی کے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائیں گے اور گناہوں کے شعبے میں بھی بعض گناہ کے کام ایسے ہیں جو اصولی حیثیت رکھتے ہیں کہ اگر آپ اس کا ارتکاب کریں گے تو دوسرے گناہوں میں مبتلا ہو جائیں گے، اسی کو حضرت فرماتے ہیں):

''مگر بعض اعمال جو بمنزلۂ اصول کے ہیں، زیادہ اہتمام کے قابل ہیں، فعلاً یا ترکاً (یعنی جو کرنے کے کاموں میں اصولی حیثیت رکھتے ہیں، ان کو کریں گے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی برکت سے دوسرے نیکی کے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائیں گے، یا چھوڑنے اور گناہ کے کاموں میں جو اصولی حیثیت رکھتے ہیں کہ ان کو اگر ہم چھوڑنے کا اہتمام کریں گے تو اللہ تبارک وتعالیٰ دوسرے گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا

فرمائیں گے) ان کے اہتمام سے دوسرے اعمال کی اصلاح کی زیادہ امید ہے، ان کو ہم دو فصلوں میں لکھتے ہیں:''

اعمالِ مفیدہ میں سرِ فہرست علمِ دین کا حصول اور اس کا مطلب

اعمالِ مفیدہ کا بیان: ''ایسے طاعات کے بیان میں جن کی محافظت سے (یعنی جن کا اہتمام اور پابندی کرنے سے) امید ہے کہ دوسری طاعات -اور نیک کاموں- کا سلسلہ قائم ہو جائے، ایک ان میں علمِ دین کا حاصل کرنا ہے (علمِ دین کا مطلب یہ ہے کہ زندگی کے ہر شعبے میں اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سے کیا چاہتے ہیں، اس کو جان لیں۔

بھائی! آپ تاجر ہیں تو تجارت کیسی کرنی چاہیے اور آپ گھر میں بیوی، بچوں کے ساتھ رہتے ہیں تو ان کے ساتھ معاشرت کیسی اختیار کرنی چاہیے، پڑوسیوں کے ساتھ کس طرح رہنا چاہیے، آپ معاملات کرتے ہیں تو آپ کے معاملات کیسے ہونے چاہئیں۔ ہر جگہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ایک حکم ہماری طرف متوجہ ہوتا ہے، وہ حکم کیا ہے؟ اس کو معلوم کرنا، یہ علمِ دین کو حاصل کرنے کا مطلب ہے۔ اس سے مراد وہ نہیں جو رسمی طور پر نصاب پڑھائے جاتے ہیں، یہاں علمِ دین کو حاصل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے اللہ تبارک وتعالیٰ کے احکام اور شریعت کے احکام کو معلوم کر کے اس پر عمل کا اہتمام کرنا ہے، اسی کو فرمایا:)

علمِ دین کس سے حاصل کریں؟ علماء کی جامع تعریف

''علمِ دین کو حاصل کرنا ہے، خواہ کتابوں سے حاصل کیا جائے یا صحبت علماء سے

بلکہ کتابوں سے حاصل کرنے کے بعد بھی علماء کی صحبت ضروری ہے اور مراد ہماری علماء سے وہ علماء ہیں جو خود علم پر عمل کرتے ہوں اور شریعت اور حقیقت کے جامع ہوں، اتباعِ سنت کے عاشق ہوں، توسط پسند ہوں (یعنی مزاج میں اعتدال ہو) افراط وتفریط سے بچتے ہوں، خلق پر۔مخلوق پر۔شفیق ہوں، تعصب اور عناد۔بے جا حمایت اور دشمنی۔ ان میں نہ ہو، گو اس وقت بھی بفضلہٖ تعالیٰ اس قسم کے بہت ہیں اور ہمیشہ رہیں گے، جیسا کہ ہمارے سردار حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وعدہ ہے: لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي مَنْصُورِينَ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ[1]۔"

ان اوصاف کے حاملین حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے دور کے چند علماء کے اسمائے گرامی

"مگر چند بزرگوں کا نام تبرکاً اپنے رسالے میں لکھتے ہیں؛ تاکہ غیر مذکورین کو مذکورین پر قیاس کرسکیں اور جن کی ایسی شان ہو کہ ان کی صحبت سے مستفید ہو سکے۔"

(حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جس زمانے میں یہ رسالہ تصنیف فرمایا تھا، اس زمانے میں جو علماء تھے: حضرت حاجی امداد اللہ صاحب نور اللہ نور اللہ مرقدہ، حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ، شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندی نور اللہ مرقدہ، حاجی عابد حسین صاحب نور اللہ مرقدہ، وغیرہ جو صدی، ڈیڑھ صدی پہلے گذرے ہیں، آگے فرماتے ہیں:)

---

(١) سنن الترمذی، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ، عَنْ أَبِيهِ رضی اللہ تعالی عنہ، بَابُ مَا جَاءَ فِي الشَّامِ.

بزرگوں کی صحبت کی اہمیت اور افادیت

’’ایسے بزرگوں کی صحبت وخدمت جس قدر میسر ہو جائے، غنیمت کبری اور نعمت عظمی ہے، اگر ہر روز ممکن نہ ہو تو ہفتے میں آدھ گھنٹہ ضرور التزام کرے، اس کے برکات خود دیکھ لے گا۔‘‘ (یہ بہت اہم چیز ہے، اس کا خاص اہتمام ہو کہ روز نہیں جا پاتے تو ہفتے میں اور ہفتے میں بھی نہیں جا پاتے تو مہینے میں ایک بار ان کے پاس جا کر کے ان کی صحبت اختیار کریں، اس صحبت کو اختیار کرنے کی وجہ سے ان کی معیت اور صحبت کے نتیجے میں ہمارے دل کے اندر ایک قسم کی قوت پیدا ہو جاتی ہے، طبیعت کے اندر اعمال کے کرنے کی ہمت آتی ہے، گناہوں سے بچنا آسان ہو جاتا ہے۔

بزرگوں کی صحبت میں وقفے وقفے سے جاتے رہنا ضروری ہے

لیکن اگر آپ ایک مرتبہ آئے اور یہ چیز آئی تو یہ کوئی ہمیشہ باقی رہنے والی چیز نہیں ہے، وہ تو تھوڑے دن تک اس کا اثر رہتا ہے، پھر جب وہ اثر مدھم پڑنے لگے تو پھر آجاؤ۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بھائی! میں تو دھوبی ہوں، تمھارے کپڑے میلے ہو جایا کریں تو لاؤ، میں دھو یا دیا کروں گا، ایک مرتبہ دھو دئے تو اس کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ دوسری مرتبہ دھونے کی ضرورت پیش ہی نہیں آئے گی، دھلوانے کے بعد آپ دو روز استعمال کریں گے تو پھر میلے ہو جائیں گے، پھر آؤ پھر دھلواؤ۔

حضراتِ متقدمین کے یہاں صحبت شیخ کے التزام کا اہتمام

مطلب یہ ہے کہ یہ صحبت کا سلسلہ ایسا ہے کہ آج کل اس کی طرف سے بڑی

غفلت برتی جاتی ہے۔ متقدمین کے یہاں تو یہ حال تھا، صرف ظاہری علوم کے سلسلے میں نہیں بلکہ باطنی علوم کے سلسلے میں بھی کہ ایک شاگرد اپنے استاذ کی خدمت میں اور ایک مرید اپنے شیخ کی خدمت میں سالہا سال رہا کرتا تھا: امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ ۲۹ر سال امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہے، اب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جیسی شخصیت کی خدمت میں ۲۹ر سال تک رہے ہوں، وہ کیا کچھ حاصل نہیں کریں گے۔

اسی طرح حضرت شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ آپ نے فضائل صدقات میں پڑھا ہوگا کہ ان کے شیخ نے کہا کہ اتنے سالوں سے آپ ہمارے ساتھ رہتے ہیں، تو آپ نے کیا سیکھا؟ ان کی صحبت کے غالباً ۳۰، ۳۵ر سال بتلائے ہیں تو اس زمانے میں یہ ایک عام مزاج بنا ہوا تھا۔

موجودہ دور میں شیخ کی صحبت سے بے اعتنائی اور غفلت

اب تو کسی کے پاس دو مہینے بھی نہیں ہیں اور دس دن کے لیے آتے ہیں تو اس میں سے بھی بہت سارا وقت اِدھر اُدھر سے کاٹ کوٹ کر کے دوسروں کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔ میں نے پہلے بھی ہمارے حضرت کے حوالے سے ایک قصہ سنایا تھا کہ ایک صاحب نے اپنی اصلاح کے لیے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے خط وکتابت کا سلسلہ شروع کیا، حضرت نے کہا کہ تم یہاں کم سے کم ایک مہینے کے لیے آجاؤ۔ اس نے خط لکھا کہ میں فلاں وقت پہنچوں گا۔ جب وہ آئے تو وقتِ مقررہ پر نہیں پہنچے، دیر سے پہنچے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے کہا کہ آپ نے تو لکھا تھا کہ میں فلاں دن، فلاں وقت پر

پہنچوں گا اور آپ ایک دن تاخیر سے آئے۔اس نے جواب دیا کہ بیچ میں ایک رشتہ دار یا پرانے دوست کا گھر آتا تھا، ایک دن وہاں ٹھیر گیا۔فرمایا کہ پوری زندگی میں ایک مہینہ تو اللہ کو حاصل کرنے کے لیے نکالا تھا، اس میں سے بھی ایک دن کاٹ کر کے دوسروں کو دے دیا۔

آج کل ایسا ہی ہوتا ہے، یہاں خانقاہ میں آئے، نام یہاں کا ہوتا ہے اور اِدھر اُدھر کے دوستوں اور رشتہ داروں سے مل کر کے وقت ضائع کرتے ہیں، حالاں کہ یہ طریقہ صحیح نہیں ہے۔

مجھے تو اخترؔ سکونِ دل گر ملا تو اہلِ دل کے در پر

بہرحال! یہ صحبت بہت اہم چیز ہے، آدمی بار بار اس کا التزام کرتا ہے تو اس سے بہت فائدہ ہوتا ہے۔میں اپنا حال بتاتا ہوں کہ یہاں پڑھانے آنے کے بعد بھی جہاں تعطیلات ہوتی تھیں، بس ایک ہی ہمارا مقصد ہوتا تھا: حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں پہنچنا، حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں پہنچنا، تعطیلات کے آنے سے پہلے ہی ایسا نظام بنایا جاتا تھا کہ ان کی خدمت میں حاضری ہو۔کہنے کا حاصل یہ ہے کہ صحبت کے التزام کا اہتمام کیا جائے، حضرت فرماتے ہیں کہ ''جس قدر میسر ہو جائے، غنیمت کبری اور نعمت عظمی ہے، گر ہر روز ممکن نہ ہو تو ہفتے میں آدھ گھنٹہ ضرور التزام کرے، اس کے برکات خود دیکھ لے گا۔''

(آدمی سوچتا ہے کہ آکر شیخ کی خدمت میں بیٹھا، اس سے کیا ہوا؟ نہیں، اس بیٹھنے

کی وجہ سے قلب کے اندر جو اثرات ہوتے ہیں، ہمیں اس کا احساس نہیں ہوتا ہے، ایک تقویت پہنچتی ہے، تھوڑی دیر کی صحبت سے طاعات کی بجا آوری اور گناہوں سے بچنے کے اندر مدد ملتی ہے اور چند دنوں تک اس کا بیّن اثر آپ محسوس کریں گے، جوں جوں صحبت کے اندر دوری ہوتی جائے گی، توں توں اس کا نقصان بھی آپ کے سامنے ظاہر ہوتا جائے گا۔)

اعمالِ مفیدہ میں دوسرا عمل: نماز

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ آگے فرماتے ہیں: ''ایک ان میں سے نماز ہے، جس طرح ہو سکے، پانچوں وقت پابندی سے نماز پڑھتا رہے اور حتی الامکان جماعت حاصل کرنے کی بھی کوشش کرے اور بدرجۂ مجبوری جس طرح ہاتھ آوے، غنیمت ہے۔ یعنی نماز کبھی چھوٹنی نہیں چاہیے۔ اس سے دربارِ الٰہی میں ایک تعلق اور ارتباط۔ کانٹکٹ۔ قائم رہے گا، اس کی برکت سے إن شاءاللّٰہ تعالیٰ اس کی حالت درست رہے گی، ﴿إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ﴾ [العنکبوت:٤٥]''۔

تیسرا عمل: لوگوں سے کم بولنا اور کم ملنا

''ایک ان میں سے لوگوں سے کم بولنا اور کم ملنا اور جو کچھ بولنا ہو سوچ کر بولنا ہے، ہزاروں آفتوں سے محفوظ رہنے کا یہ ایک اعلیٰ درجے کا آلہ ہے۔''

(حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات میں سے کئی ارشادات ہیں جن میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زبان کی حفاظت کی تاکید فرمائی ہے، آپ احادیث کے ذخیرے کو اٹھا

کر کے دیکھیں گے تو عام طور پر نجات اور کامیابی کے جو نسخے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مختلف اوقات میں بتائے ہیں، ان میں یہ زبان کی حفاظت والا نسخہ ضرور موجود ہے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پوچھا: یَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا النَّجَاةُ؟ کہ: نجات کا ذریعہ کیا ہے تو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا: أَمْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ: اپنی زبان کو کنٹرول (control) میں رکھو[1]۔

ہم اہلِ علم کا ایک مزاج ہوتا ہے، ایک طبیعت ہوتی ہے کہ بولتے رہتے ہیں، باتیں کرتے رہتے ہیں، گویا بول بول کے اپنی فوقیت جتانا چاہتے ہیں، نہیں! بلا ضرورت نہ بولے، سوچ کے بولے۔)

چوتھا عمل: محاسبہ ومراقبہ

''ایک ان میں سے محاسبہ ومراقبہ ہے یعنی اکثر اوقات یہ خیال رکھے کہ میں اپنے مالک کے پیشِ نظر ہوں (یعنی میں اللہ کی نگاہوں میں ہوں)، میرے سب اقوال وافعال واحوال (میری سب باتیں، میرے سب کام اور میرے سب حالات) پر ان کی نظر ہے۔ یہ مراقبہ ہوا''۔

صوفیہ کے یہاں مراقبے کا اہتمام

(یعنی وہی استحضار کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہے ہیں، ﴿اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى﴾ [العلق:١٤]۔ صوفیہ کے یہاں تو باقاعدہ اس آیت کا مراقبہ بایں معنی کرایا جاتا ہے کہ آدمی

(١) سنن الترمذی، بَابُ مَا جَاءَ فِي حِفْظِ اللِّسَانِ، رقم الحدیث: ٢٤٠٦.

آنکھیں بند کر کے اس آیت کے مضمون کو بار بار سوچے کہ میں اللہ کی نگاہوں کے سامنے ہوں، روزانہ اس کی مشق کرنے کی وجہ سے پھر طبیعت کے اندر یہ استحضار پیدا ہوگا کہ آدمی یہ سمجھے گا کہ میں جو کچھ بول رہا ہوں، جو کچھ کر رہا ہوں، میری جو حالت اور کیفیت ہے، وہ سب اللہ کی نگاہوں کے سامنے ہے، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آدمی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے اپنے آپ کو بچائے گا۔ یہ تو مراقبہ ہوا۔)

''محاسبہ یہ ہے کہ کوئی وقت مثلاً سوتے وقت تنہا بیٹھ کر تمام دن کے اعمال یاد کر کے یوں خیال کرے کہ اس وقت میرا حساب ہو رہا ہے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے سوال ہو رہا ہے: یہ کام تو نے کیوں کیا، یہ بات تو نے کیوں کہی؟) اور میں جواب سے عاجز ہو جاتا ہوں'' (یعنی میرے پاس اس کام کا یا اس بول کا کوئی عذر نہیں ہے، گویا لاجواب ہو جاتا ہوں، یہ محاسبہ ہوا)۔

پانچواں عمل: توبہ واستغفار

''ایک ان میں سے توبہ واستغفار ہے، (یہ بھی بہت اہم ہے، اس کی بھی عادت ڈالو) جب کبھی کوئی لغزش ہو جائے، توقف نہ کرے، کسی وقت یا کسی چیز کا انتظار نہ کرے، فوراً تنہائی میں جا کر، سجدے میں گر کر خوب معذرت کرے اور اگر رونا آوے تو روو ے، ورنہ رونے کی صورت ہی بنائے۔

یہ پانچ چیزیں ہوئیں: (۱) علم وصحبتِ علماء (۲) نماز پنج گانہ (۳) قلتِ کلام وقلتِ مخالطت (۴) محاسبہ ومراقبہ (۵) توبہ واستغفار۔ إن شاءاللہ تعالیٰ ان تمام امورِ

پنج گانہ کی پابندی سے جو کہ کچھ مشکل نہیں ہیں، تمام طاعات کا دروازہ کھل جاوے گا۔“

وہ اصولِ معاصی جن سے اجتناب دوسرے گناہوں سے اجتناب کو آسان کر دیتا ہے

اسی طرح ایسے گناہ بتلائے جاتے ہیں کہ جن سے بچنے سے دوسرے گناہوں سے نجات ملے گی، فرماتے ہیں:

”فصل دوسری: ایسے معاصی کے بیان میں کہ ان کے بچنے سے بفضلہٖ تعالیٰ قریب قریب تمام معاصی سے نجات ہو جاتی ہے:

پہلا گناہ: غیبت

ایک ان میں سے غیبت ہے (جو کہ بہت عام ہو چکی ہے) اس سے طرح طرح کے مفاسد دنیوی و اخروی پیدا ہوتے ہیں، جیسا کہ ظاہر ہے، اس میں آج کل بہت مبتلا ہیں، اس سے بچنے کا سہل طریقہ یہ ہے کہ بلا ضرورتِ شدیدہ نہ کسی کا تذکرہ کرے، نہ سنے، نہ اچھا، نہ برا (بلکہ لوگوں سے ملنا جلنا ہی کم رکھے، ملیں گے، بیٹھیں گے، باتیں ہوں گی، تب ہی آگے غیبت کا دروازہ کھلے گا) اپنے ضروری کاموں میں مشغول رہے، ذکر کرے تو اپنا ہی کرے، اپنا دھندا کیا تھوڑا ہے جو اوروں کا ذکر کرنے کی فرصت اس کو ملتی ہو۔“

دوسرا گناہ: ظلم اور حق تلفی

”ایک ان میں سے ظلم ہے، (یعنی حق تلفی) خواہ مالی یا جانی یا زبانی، مثلاً کسی کا حق

مار لیا قلیل یا کثیر، کسی کو ناحق تکلیف پہنچائی یا کسی کی بے آبروئی کی''۔(اس سے بھی بہت زیادہ بچنے کی ضرورت ہے، اس سے اگر بچنے کا اہتمام کیا تو إن شاءاللہ تعالیٰ بہت سے گناہوں سے بچنے کی توفیق مل جائے گی)۔

تیسرا گناہ: خود کو بڑا اور دوسروں کو حقیر سمجھنا

''ایک ان میں سے اپنے کو بڑا سمجھنا، اوروں کو حقیر سمجھنا۔''

(یہ بھی بڑا خطرناک ہے، یہ دوسروں کی تحقیر، یہ اپنے آپ کو بڑا سمجھنے ہی کا نتیجہ ہوتا ہے، دوسروں کی تحقیر کی وجہ سے آدمی بہت سی آزمائشوں میں اور گناہوں میں مبتلا ہو جاتا ہے بڑی خطرناک چیز ہے۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يَخْذُلُهُ، وَلَا يَحْقِرُهُ، التَّقْوَى هَاهُنَا وَيُشِيرُ إِلَى صَدْرِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ بِحَسْبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ، كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ، دَمُهُ، وَمَالُهُ، وَعِرْضُهُ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ ایک آدمی کی برائی کے لیے اتنا کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر اور کمتر سمجھے [1]۔

تکبر کی حقیقت

کس بنیاد پر ہم اس کو حقیر سمجھ رہے ہیں، ہمیں معلوم نہیں کہ ہمارا حال اللہ تعالیٰ کے یہاں کیا ہوگا اور اس کا کیا ہوگا؟ اس کا کیا مقام ہے، وہ تو اس کے قلب کی اندرونی

---

(۱) صحيح مسلم، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله تعالىٰ عنه، بَابُ تَحْرِيمِ ظُلْمِ الْمُسْلِمِ وَخَذْلِهِ، وَاحْتِقَارِهِ وَدَمِهِ وَعِرْضِهِ وَمَالِهِ.

حالت کے مطابق اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائیں گے،اس لیے یہ جو تحقیر ہے، کبر اسی کا نام ہے، دوسروں کو حقیر سمجھنا اور جو حق بات کہی جائے، اس کو قبول کرنے کے لیے آمادہ نہ ہونا۔

کبر و غرور کی دو علامتیں حدیث کی روشنی میں

حضرت ابنِ مسعود کی روایت مسلم شریف میں ہے، نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ کہ: جس کے دل میں ذرہ برابر کبر ہوگا، وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ کسی آدمی نے پوچھا: إِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ أَنْ يَكُونَ ثَوْبُهُ حَسَنًا وَنَعْلُهُ حَسَنَةً کہ: اے اللہ کے رسول! ہر آدمی کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو، اس کا جوتا اچھا ہو۔ یعنی عام طور پر لوگ اچھے کپڑے اور اچھے جوتے وغیرہ پہننا پسند کرتے ہیں اور جو آدمی اس طرح کا عمدہ لباس پہنتا ہے، لوگ اس کو عام طور پر کبر پر محمول کرتے ہیں، گویا سوال کرنے والے کا مقصد یہ تھا کہ کیا یہ کبر ہے؟ تو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: إِنَّ اللّٰهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ کہ: اللہ تعالیٰ تو جمیل ہیں، خوب صورت ہیں، خوب صورتی کو پسند کرتے ہیں۔ اچھا لباس، اچھا جوتا پہنیں گے تو اس سے اللہ کاہے کو ناراض ہوں گے؟۔

ہاں! اس اچھے لباس کو پہن کر آپ کے دل میں یہ خیال آیا کہ میں نے یہ اچھا لباس پہنا ہے اور اس کا لباس کم درجے کا ہے تو اس لباس کی بنیاد پر میں اپنے آپ کو بڑا اور اس کو حقیر سمجھوں، یہ کبر ہے، اسی کو فرماتے ہیں: الْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ، وَغَمْطُ النَّاسِ کبر حق کا انکار کرنا ہے۔ ہمیں جب ہماری کوتاہیوں پر ٹوکا جاتا ہے تو ہم تاویلیں کرتے

ہیں، حالاں کہ ہمارے دل میں ہے کہ انھوں نے جو کہا، وہ بالکل درست ہے لیکن بس ماننے کے لیے تیار نہیں، حق کا انکار کر رہے ہیں اور غَمْطُ النَّاسِ یعنی لوگوں کو حقیر اور کمتر سمجھنا۔ یہ کبر کی بنیاد اور اس کی بڑی علامتیں ہیں، کہیں ڈھونڈنے جانے کی ضرورت نہیں، خود آدمی آسانی سے اپنے اندر محسوس کر سکتا ہے۔

بہرحال! دوسروں کو حقیر سمجھنا، اس سے آدمی بہت سی آزمائشوں کے اندر مبتلا ہوتا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی وجہ سے اس کو ایسی آزمائشوں کے اندر ڈالتے ہیں کہ جس کی تحقیر دل کے اندر آئی، یہ اس سے بھی زیادہ حقیر بن جاتا ہے، اس لیے اس سے خاص طور پر بچنے کی کوشش کریں۔

''تو فرماتے ہیں: ایک ان میں سے اپنے کو بڑا سمجھنا، اوروں کو حقیر سمجھنا، ظلم وغیبت وغیرہ اسی مرض سے پیدا ہوتے ہیں، اور بھی خرابیاں اس سے پیدا ہوتی ہیں: حقد وحسد اور غضب وغیر ذٰلک۔''

چوتھا گناہ: غصہ اور غیظ وغضب

''ایک ان میں سے غصہ ہے، کبھی نہیں یاد ہے کہ غصہ کر کے پچھتائے نہ ہوں؛ کیوں کہ حالت غضب میں قوتِ عقلیہ مغلوب ہو جاتی ہے (آدمی کی سوچنے کی صلاحیت بے کار ہو جاتی ہے) سو جو کام اس وقت ہوگا، عقل کے خلاف ہی ہوگا۔ جو بات ناگفتنی تھی، وہ منہ سے نکل گئی، جو کام ناکردنی تھا، وہ ہاتھ سے ہو گیا، بعد غصہ اترنے کے جس کا کوئی تدارک نہیں ہو سکتا، کبھی کبھی عمر بھر کے لیے صدمہ میں گرفتاری

ہوجاتی ہے۔“

(بیوی کو تین طلاقیں دے ڈالیں اور بھی اس طرح کی حرکتیں ہوتی ہیں۔)

پانچواں گناہ: غیر محرم عورت یا مرد سے راہ ورسم

”ایک ان میں غیر محرم عورت یا مرد سے کسی قسم کا علاقہ رکھنا، خواہ اس کو دیکھنا یا اس سے دل خوش کرنے کے لیے ہم کلام ہونا یا تنہائی میں اس کے پاس بیٹھنا یا اس کے پسند طبع کے موافق اس کے خوش کرنے کو اپنی وضع (لباس وغیرہ) یا کلام کو آراستہ ونرم کرنا۔ (حضرت فرماتے ہیں:) میں سچ عرض کرتا ہوں کہ اس تعلق سے جو جو خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اور جو جو مصائب پیش آتے ہیں، احاطۂ تحریر سے خارج ہیں۔“

چھٹا گناہ: حرام غذا کا استعمال

”ایک ان میں سے مشتبہ طعام یا حرام کھانا ہے کہ اسی سے تمام ظلمات وکدورت نفسانیہ پیدا ہوتی ہیں۔“

(مشتبہ لقمے سے بھی اپنے آپ کو بچانے کا اہتمام کریں۔ جو آدمی حلال غذا کا اہتمام کرتا ہے، غیر اختیاری طور پر اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو اعمالِ صالحہ کی توفیق عطا فرماتے ہیں۔)

”چوں کہ غذا اسی سے بن کر تمام اعضاء وعروق میں پھیلتی ہے، پس جیسی غذا ہوگی، ویسا ہی اثر تمام جوارح میں پیدا ہوگا اور ویسے ہی افعال اس سے سرزد ہوں گے۔“

یہ چھ معاصی ہیں جن سے اکثر معاصی پیدا ہوتے ہیں، ان کے ترک سے إن شاء

اللہ تعالیٰ اوروں کا ترک بہت سہل ہوجاوے گا بلکہ خود بخود متروک ہوجائیں گے۔‘‘

بزرگوں کی ان نصیحتوں کو ہمیشہ اپنے ساتھ اور سامنے رکھئے

یہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک آسان نسخہ بتلایا۔ یہ ہمارے بزرگوں کی تاکیدیں اور نصیحتیں ہیں، ضرورت ہے کہ ہم اس پر عمل کریں۔ حضرت کی یہ نصیحتیں اور دوسری بہت سی نصیحتیں پمفلیٹ کی شکل میں لوگوں نے شائع کی ہیں کہ جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ہمیں ۲۴ر گھنٹے کس طرح رہنا ہے، اردو میں، گجراتی میں بھی چھپی ہوئی ہیں، اس کو جیب میں رکھنا چاہیے، اس کو بار بار دیکھتا رہے؛ تاکہ اس پر عمل کا اہتمام ہو۔ اس طرح اگر آپ زندگی گذاریں گے، امید ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ راضی ہوجائیں۔

تعلق مع اللہ کو حاصل ہونے کے بعد باقی رکھنے کی کوشش کیجیے

یہاں رہتے ہوئے آپ نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو کچھ تعلق قائم کیا، یہاں سے جانے کے بعد یہ تعلق بڑھے، اس میں اضافہ ہو، باقی رہے، اس کی کوشش کرنی چاہیے، ایسا ماحول، ایسی دوستی اور ایسی جگہ جانے سے کہ جس سے اس تعلق پر زد پڑتی ہو، اپنے آپ کو دور رکھے۔ ایک آدمی کماتا ہے اور ایک مدت تک محنت کرکے دولت کمائی تو کیا وہ اس کو آسانی سے کھودے گا؟ کسی دشمن کو، کسی چور اچکے کو اس کا موقع نہیں دے گا کہ وہ اس دولت کو اس کے پاس سے چھین لے، اسی طریقے سے ہم بھی نفس اور شیطان کو ایسا موقع نہ دیں اور یہاں سے جانے کے بعد ایسی دوستیاں اور ایسے تعلقات کو ختم کردیں جو اس تعلق کے لیے خطرناک ہوں۔ ایسے دوستوں سے کہو کہ اگر تم بھی اسی راہ پر آتے

ہو جس پر ہم ہیں تو ٹھیک ہے، ورنہ اگر تم یہ چاہتے ہو کہ میں تمھارے راستے پر آجاؤں، اس کے لیے میں تیار نہیں ہوں۔

اپنے یہاں بھی خانقاہ جیسا ماحول بنانے کی فکر کریں

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ بڑی تاکید فرماتے تھے کہ بھائی! ماحول بہت اثر رکھتا ہے، یہاں آپ کو جو کچھ کرنے کا موقع ملا، وہ ماحول کی وجہ سے تھا، اب اپنی اپنی جگہ پر اس ماحول کو پیدا کرنے کی کوشش کرو: اپنے گھر میں بھی ایسا ہی ماحول ہو، اپنے احباب میں، اپنے حلقے میں اس کی کوشش ہو کہ جب ملیں، بیٹھیں، ان ہی نیک کاموں کا تذکرہ ہو، اسی کو کرنے کے آپس میں مذاکرے ہوں اور گناہوں سے بچنے کا اہتمام ہو۔

یہ ساری چیزیں ہوں گی تو إن شاء اللّٰہ تعالیٰ عافیت اور آسانی کے ساتھ آدمی کے لیے عمل کرنا آسان ہو جائے گا۔ کریں گے اہتمام؟ یہاں سے جانے کے بعد بھی اس کا اہتمام کریں، یہ نہیں کہ اتنے دنوں تک محنت کر کے جو کچھ حاصل کیا، وہ یہاں سے جانے کے بعد ایک منٹ کے اندر ضائع کر دیا، ایسا نہیں ہونا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کا اہتمام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

ماہِ رمضان کی وصول یابی میں
اپنی ذاتوں کا احتساب اور آئندہ کے عزائم

اقتباس

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ﴾: تم مجھے یاد کرو، میں تمھیں یاد کروں گا۔ یہ اللہ کو یاد کرنا بڑا اہم ہے۔ آج ہمارے اوپر مصیبتیں آتی ہیں، غم اور پریشانیاں ہیں، حالات سے دوچار ہیں۔ اگر کوئی آدمی اللہ کی یاد میں مشغول رہے تو اس کو یہ حالات پیش نہیں آئیں گے اور اگر آئیں گے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو وہ صبر وسکون اور طمانینت کی وہ کیفیت عطا فرمائیں گے کہ ان حالات میں دوسرا کوئی آدمی اس کا اندازہ نہیں لگا سکتا، اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿أَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ﴾ [الرعد:۲۸]

بھائی! ایک بادشاہ کسی کو اپنے دھیان میں رکھے۔ تم کسی بڑے کے دھیان میں ہو، اس کی توجہ کے اندر آتے ہو تو کیا آپ پر کوئی مصیبت آسکتی ہے؟ کوئی دشمن آپ کو نقصان پہنچا سکتا ہے؟ حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے یہ کہا تو حضرت نے فرمایا کہ تم اللہ کی یاد میں مشغول رہو۔ جب تم اللہ کی یاد میں مشغول رہو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو یاد کریں گے اور جس کو اللہ یاد کریں، اس پر کیا آفت آسکتی ہے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للّٰہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتو کل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا، ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا، ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا، من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ، ومن یضللہ فلا ھادي لہ، ونشھد أن لا إلہ إلا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد أن سیدنا ومولانا محمدا عبدہ ورسولہ، أرسلہ إلی کافّۃ الناس بشیرا و نذیرا، وداعیا إلی اللّٰہ بإذنہ وسراجا منیرا، صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وأصحابہ وبارک وسلّم تسلیما کثیرا کثیرا، أما بعد:

فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم: ﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَیۡہِمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا وَاَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّۃِ الَّتِیۡ کُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ﴾ [فصلت:۳۰]

وقال تعالیٰ: ﴿وَاِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَتَ اللّٰہِ لَا تُحۡصُوۡھَا﴾ [ابراھیم:۳٤]

رمضان کے اختتام پر دو ضروری کام

یہ رمضان المبارک کا آخری دن ہے اور ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ ایک دن مزید عطا فرمائے۔ ہم ایک مہینے یا پچھلے دس دنوں سے یہاں پر ٹھیرے ہوئے ہیں۔ اس وقت ضرورت ہے کہ ہم اپنا جائزہ لیں، احتساب کریں۔ اس موقع پر دو کام ہمیں کرنے ہیں: ایک تو جو گذر چکا، اس کا احتساب اور دوسرا آئندہ کے لیے کچھ عزائم۔

اعمالِ رمضانیہ کا احتساب کیجیے

احتساب کا مطلب یہ ہے کہ ہم اور آپ سوچیں کہ ہم نے جو وقت یہاں پر گذارا: روزے رکھے، تراویح پڑھی، تلاوت کا اہتمام کیا، دعاؤں کا اہتمام کیا، تسبیحات کا اہتمام کیا، اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف انابت اور رجوع کی مختلف شکلیں اختیار کیں، اپنی ان عبادتوں کا ہمیں جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ کیا ہم نے روزہ اس طریقے پر رکھا جس طریقے پر رکھنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے؟۔

ایک تو وہ وقت تھا کہ رمضان جب شروع ہوا تو شروع میں جو باتیں کی جاتی تھیں، وہ یہ تھیں کہ رمضان کو ہمیں کس طرح وصول کرنا ہے اور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمضان المبارک کو وصول کرنے کا کیا طریقہ بتلایا، وہ ساری تفصیلات کہ روزوں کی کیا کیفیت ہونی چاہیے، قیام کی کیا کیفیت ہونی چاہیے، تلاوت کی کیا کیفیت ہونی چاہیے۔ یہ ساری باتیں آچکی ہیں اور وہاں اس بات پر متنبہ کیا جا چکا ہے کہ ہمیں ان اعمال کو جو ہم رمضان میں انجام دینے والے ہیں، اس طرح انجام دینے ہیں۔

ہم اپنا احتساب کس طرح کریں؟

اب تو رمضان ختم ہو چکا، قریب الختم ہے تو ہم جو اعمال انجام دے چکے ہیں، ضرورت ہے کہ ہم نے جو اعمال انجام دئے، ان کے متعلق یہ سوچیں کہ ہم نے جو روزے رکھے تو روزوں کے اندر ہمیں جن چیزوں سے بچنے کی تاکید کی گئی تھی، کیا ہم نے اپنے روزوں میں اپنے آپ کو ان چیزوں سے بچایا؟ کیا ہم نے اپنی نگاہوں کی حفاظت کی؟ کہیں

ایسا تو نہیں کہ یہاں خانقاہ میں، یہاں مسجد میں رہتے ہوئے بھی ہم بے ریش لڑکوں کو تاکتے جھانکتے رہے اور یہاں آنے کے بعد بھی شیطان نے ہمارا پیچھا نہیں چھوڑا، اور ہمیں برباد کیا، ایسا تو نہیں؟

کیا ہم نے اپنی زبان کی حفاظت کی؟ کیا روزوں کی حالت میں ہم نے اپنی زبان کو جھوٹ سے، غیبت سے، کسی کا استہزاء اور ٹھٹھا کرنے سے اور اسی طریقے سے زبان سے صادر ہونے والے دوسرے گناہوں سے بچانے کا اہتمام کیا؟ فضول اور لایعنی باتوں سے بچانے کا اہتمام کیا؟۔

کیا ہم نے اپنے کانوں کی حفاظت کی؟ غیبت سننے سے اپنے آپ کو بچایا؟ غلط باتیں سننے سے، جھوٹ سننے سے اپنے آپ کو بچایا؟ ایسی مجالس میں شرکت کر کے ان مجالس میں ہونے والی باتوں کو سننے سے اپنے آپ کو بچایا؟۔

روزہ صرف بھوکے پیاسے رہنے کا نام نہیں ہے

کیا روزے کی حالت میں ہم نے اپنے دوسرے اعضاء کی حفاظت کی؟ اس لیے کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ روزہ حقیقت میں وہی ہے جس میں آدمی ان چیزوں سے اپنے آپ کو بچائے۔ صبح سے شام تک خالی بھوکے پیاسے رہنے کا نام روزہ نہیں ہے۔ ہمیں اپنے ان روزوں کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔

اعمالِ رمضانیہ میں کوتاہی معلوم ہونے پر استغفار کیجیے

اگر احتساب اور جائزے والے اس عمل کے نتیجے میں ہمیں یہ احساس ہو کہ ہم نے

جیسا چاہیے تھا، اپنی نگاہوں کی حفاظت نہیں کی، زبان کی حفاظت نہیں کی، کانوں کی حفاظت نہیں کی، دوسرے اعضاء کی حفاظت نہیں کی تو رمضان ختم ہو جائے، اس سے پہلے ہمیں توبہ اور استغفار کرنے کی ضرورت ہے۔

عبادتوں کی انجام دہی کی بعد استغفار کی شرعی تعلیم

عجیب معاملہ ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو دعائیں سکھلائیں تو اس میں عبادت کے اختتام پر استغفار رکھا گیا ہے۔ نمازوں کے اندر نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول تھا کہ سلام کے بعد زور سے تین مرتبہ استغفار پڑھتے تھے[1]۔ اور تہجد کے متعلق قرآن میں ہے: ﴿وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ﴾ [الذاريات:١٨] رات کے آخری حصوں میں یہ حضرات، اللہ کی رات بھر عبادت کرنے والے اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرتے ہیں۔

عبادتوں کے انجام دینے کے بعد نیک لوگوں کی حالت

روزوں کے اندر بھی جو دعائیں افطار کے وقت سکھلائی گئیں، ان میں سے ایک دعا ہے: يَاوَاسِعَ الفَضْلِ! اغْفِرْلِي: روزہ افطار کیا جا رہا ہے اور یہ دعا پڑھوائی جا رہی ہے۔

اسی طرح قرآنِ پاک میں ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَا اٰتَوْا وَّ قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ﴾ [المؤمنون:٦٠] یہ وہ حضرات ہیں جو ان اعمال کو انجام دیتے ہیں اور ان کے دل ڈرے اور سہمے رہتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ کیا یہ لوگ شراب پی کر اور

---

(١) صحيح مسلم، عَنْ ثَوْبَانَ رضي الله عنه، بَابُ اسْتِحْبَابِ الذِّكْرِ بَعْدَ الصَّلَاةِ وَبَيَانِ صِفَتِهِ.

چوری کر کے ڈرتے ہیں؟ تو نبیٔ کریم ﷺ نے جواب دیا: لَا يَا بِنْتَ الصِّدِّيقِ وَلَكِنَّهُمُ الَّذِينَ يَصُومُونَ وَيُصَلُّونَ وَيَتَصَدَّقُونَ، وَهُمْ يَخَافُونَ أَنْ لَا تُقْبَلَ مِنْهُمْ: نہیں اے صدیق کی بیٹی! گناہوں کے بعد نہیں بلکہ وہ تو روزہ رکھنے، نماز پڑھنے اور دوسری عبادات انجام دینے کے بعد ڈرتے ہیں کہ پتہ نہیں، ہماری عبادت ایسی ہوئی جیسی کرنی چاہیے تھی اور ہماری عبادت اللہ کی بارگاہ میں قبول ہوئی یا نہیں؟ اس کا ڈر لگا انھیں رہتا ہے[1]۔ گناہ کرنے کے بعد تو آدمی کو ڈرنا ہی چاہیے۔

رمضان کے روزوں کی فضیلت

بہر حال! ایک تو ہمیں اپنے روزوں کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ یہی حال قیامِ رمضان کا ہے۔ رمضان المبارک میں شریعت نے ہمیں تین عمل بتلائے ہیں اور تینوں اعمال پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے مغفرت کا وعدہ ہے۔ ایک تو روزہ ہے: مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ[2]: جس آدمی نے رمضان کے رزوے ایمان کے ساتھ اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات سے ثواب کی امید رکھتے ہوئے رکھے، اس کے اگلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

قیامِ رمضان یعنی تراویح کی فضیلت

دوسرا عمل قیامِ رمضان ہے یعنی تراویح جو نفل کی حیثیت رکھتا ہے لیکن اس پر بھی

---

(۱) سنن الترمذی، عَنْ عَائِشَةَ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنها بَابٌ: وَمِنْ سُورَةِ الْمُؤْمِنُونَ.

(۲) صحيح البخاری، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، بَابٌ: صَوْمُ رَمَضَانَ احْتِسَابًا مِنَ الإِيمَانِ.

یہی وعدہ ہے: مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ: جس آدمی نے رمضان کا قیام ایمان کے ساتھ اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات سے ثواب کی امید رکھتے ہوئے کیا، اس کے اگلے گناہ معاف ہوجائیں گے (١)۔

تیسرا عمل: شبِ قدر کا قیام اور اس کی فضیلت

تیسرا عمل شبِ قدر کا قیام ہے: مَنْ يَقُمْ لَيْلَةَ الْقَدْرِ، إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ (٢)۔ یہ تین چیزیں ہمیں رمضان المبارک میں بتائی گئیں جن پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے مغفرت کا وعدہ ہے۔

تراویح کے بارے میں غور وفکر کرنے کی چیز

تو ہمیں ان اعمال کا جائزہ بھی لینا چاہیے: ہمارے روزے، ہمارا قیامِ رمضان۔ یہ تراویح میں جو ہم کھڑے رہتے ہیں تو کیا ہم بددلی کے ساتھ کھڑے رہتے ہیں کہ تراویح میں کھڑے رہنے کے دوران ہمارے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ یہ کتنا لمبا قیام ہورہا ہے! جلدی سے رکوع کرے، جلدی سے سلام پھیرے یا یہ کہ شروع سے شرکت ہی نہیں کی، جب تک کہ امام رکوع میں نہ جائے، وہاں تک بیٹھے ہوئے ہیں، امام کے رکوع کا انتظار کررہے ہیں۔ بہت بڑا مجمع اور بہت بڑی تعداد ان لوگوں کی بھی ہوتی ہے جو اس مصیبت میں گرفتار ہوتی ہے۔

---

(١) صحيح البخاري، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، بَابٌ: تَطَوُّعُ قِيَامِ رَمَضَانَ مِنَ الْإِيمَانِ.

(٢) صحيح البخاري، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، بَابٌ: قِيَامُ لَيْلَةِ الْقَدْرِ مِنَ الْإِيمَانِ.

اب یہاں آنے کے بعد اور ان ساری چیزوں کے ہمارے سامنے آجانے کے بعد بھی ہم اس طرح غفلت کا شکار ہوں تو واقعہ تو یہ ہے کہ یہ بہت بڑی ندامت کی چیز ہے، اس پر بھی غور وفکر کرنے کی ضرورت ہے۔

لیلۃ القدر کے سلسلے میں کہ کیا لیلۃ القدر کی عبادت ہمیں نصیب ہوئی یا نہیں ہوئی؟ کہیں یہ تو نہیں ہوا کہ وہ ہماری غفلتوں کی نظر ہوگئی اور ہم پڑے سوتے رہے۔

بہر حال! یہ تین اعمال جن کی فضیلت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمائی، ہمیں اپنے ان تین اعمال کا جائزہ لینا ہے، اسی طرح تسبیحات کا، تلاوت کا اور دوسرے اعمال کا جائزہ لینا چاہیے کہ ان اعمال کو جس طرح انجام دینا چاہیے تھا، اس طرح ہم نے انجام دیا؟

جس کا رمضان سلامت، اس کا پورا سال سلامت

رمضان کے بارے میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: إِذَا سَلِمَ رَمَضَانُ سَلِمَتِ السَّنَةُ[1]: جس کا رمضان سلامتی کے ساتھ گذرا، اس کا پورا سال سلامتی سے گذرے گا۔ اگر رمضان کے بعد ہماری زندگی کی ترتیب وہ نہ رہی جو رمضان میں تھی تو اندیشہ ہوتا ہے کہ پتہ نہیں ہمارا رمضان کا یہ مہینہ قبول ہوا یا نہیں۔

جیسے حجِّ مبرور کے بارے میں آتا ہے کہ حجِّ مبرور کی علامت یہ ہے کہ اس کی

---

(١) شعب الإيمان، عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ تعالیٰ عنها، اِلْتِمَاسُ لَيْلَةِ الْقَدْرِ فِي الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ.

زندگی حج سے پہلے جیسی تھی، حج کے بعد اس سے اور زیادہ بہتر ہوجائے [1]۔ اگر ہماری زندگی میں انقلاب آیا ہے اور رمضان سے پہلے ہماری زندگی میں جو کمیاں اور خامیاں اور عیوب تھے، اگر رمضان کے بعد اس میں کمی آ گئی ہے، ہماری زندگی میں پہلے کے مقابلے میں سُدھار آیا ہے تو ہم یہ امید کر سکتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں ہمارا یہ رمضان قبول ہوا ہے، ورنہ یہ کہتے ہوئے ڈر لگتا ہے۔

اعمالِ صالحہ کی قبولیت کی علامت

اس لیے کہ ایک آدمی ایک عمل کرتا ہے، مثلاً اس نے فجر کی نماز پڑھی پھر ظہر کی نماز کے لیے آیا تو ہمارے اکابر فرماتے ہیں کہ یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس کی فجر کی نماز اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں قبول ہوئی، ایک نیکی کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اسی جیسی دوسری نیکی کی توفیق دی جائے تو یہ قبولیت کی علامت ہے۔

اب ہم رمضان میں جن اعمال کو انجام دیتے رہے، رمضان کے بعد بھی ان اعمال کا سلسلہ باقی ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ رمضان کے اعمال قبول ہوئے، ورنہ تو پھر ڈرنے کی چیز ہے۔

جِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا

ویسے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات اور اس کے فضل سے مایوس ہونے کی بھی ضرورت

---

(۱) علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وَمِنْ عَلَامَةِ الْقَبُولِ أَنْ يَرْجِعَ خَيْرًا مِمَّا كَانَ وَلَا يُعَاوِدُ الْمَعَاصِيَ.
(حاشية السندي على سنن النسائي، رقم الحديث: ٢٦٢٢)

نہیں ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہاں ان اعمال کی توفیق دی، وہ بھی اس کا بڑا فضل ہے تو ہم اپنی زبانِ حال سے اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور میں یہ عرض کریں کہ اے اللہ! ناقص اور گھٹیا پونجی لے کر کے آئے ہیں لیکن تو بہر حال نکتہ نواز ہے، تو نے اپنی توفیق سے یہ اعمال ہم سے کروائے تو اپنے فضل سے اس کو شرفِ قبولیت بھی عطا فرما۔

خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھئے حال!

اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں تو بڑا عجیب وغریب معاملہ ہوتا ہے، فضائلِ حج میں لکھا ہے کہ ایک آدمی حج کے بعد اس فکر میں رہا اور یہ فکر اس کی طبیعت پر غالب ہوگئی کہ پتہ نہیں میرا حج قبول ہوا یا نہیں، اسی فکر میں اس کی آنکھ لگ گئی اور اس نے خواب میں دیکھا کہ دو فرشتے تھے، ایک فرشتہ دوسرے سے پوچھتا ہے کہ اس سال کتنے آدمیوں نے حج کیا؟ دوسرے نے جواب دیا کہ ٦/لاکھ آدمیوں نے حج کیا۔ پہلے نے پوچھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے کتنے آدمیوں کا حج قبول کیا؟ تو جواب دیا کہ ٦/آدمیوں کا!

اس کے بعد اس کی آنکھ کھل گئی۔ اب یہ پریشان ہے کہ جن ٦/آدمیوں کا حج قبول ہوا ہے، پتہ نہیں میں بھی ان میں شامل ہوں یا نہیں۔ بہت زیادہ پریشان ہے، اسی پریشانی کے عالم میں دوبارہ آنکھ لگی، دوبارہ وہی خواب دہرایا جارہا ہے: وہ پوچھتا ہے: اس سال کتنے آدمیوں نے حج کیا؟ جواب دیا کہ ٦/لاکھ آدمیوں نے۔ پہلے والے نے پوچھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے کتنے آدمیوں کا حج قبول کیا؟ تو جواب دیا کہ ٦/ آدمیوں کا! تو پہلے نے پوچھا کہ باقی لوگوں کے حج کا کیا ہوا؟ تو اس فرشتے نے جواب

دیا کہ ان چھ کے صدقے میں باقیوں کا بھی قبول کرلیا!! یہ ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت کا حال!

نہ ہو نا امید کہ نومیدی زوالِ علم وعرفاں ہے

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل سے ناامید بھی نہیں ہونا چاہیے، اللہ کے بہت سے بندے راتوں کو اللہ کے حضور گڑ گڑاتے رہے، قیام کرتے رہے، نمازیں پڑھتے رہے، نفلیں پڑھتے رہے، اللہ سے مناجات کرتے رہے، ہم بھی ان کو دیکھتے تھے اور گویا تصورات میں ان کے ساتھ شرکت کرتے تھے اور دل میں تمنا کرتے تھے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بھی ایسی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں کے صدقے میں ہمارے ان ٹوٹے پھوٹے اعمال کو بھی قبول کرلیں گے۔

اعمال کی دو حیثیتیں

عمل کی دو حیثیت ہوتی ہیں: عمل کی ایک حیثیت تو وہ ہے جو ہمارے ساتھ نسبت کی وجہ سے ہے اور عمل کی دوسری حیثیت وہ ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی توفیق کی وجہ سے ہے؛ اس لیے ہماری نماز جیسی بھی ہو، وساوس وخیالات والی، ٹوٹی پھوٹی، روزے، تلاوت وغیرہ دوسرے اعمال۔ ایک تو ان میں وہ حیثیت ہے کہ ہم نے اسے انجام دیا تو جیسے ہم ناقص ہیں، ہمارے اعمال بھی ناقص ہیں، وہ اس قابل نہیں ہیں کہ اللہ کی بارگاہ میں پیش کیے جاسکیں۔

حضراتِ صحابہؓ جیسی نماز پڑھنے کی ایک آدمی کی کوشش

ایک آدمی سے حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے سوال کیا کہ تمھاری کیا تمنا ہے؟ اس آدمی نے عرض کیا: دعا کیجیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ صحابہ جیسی نماز نصیب فرمادے، اس پر فرمایا کہ اچھا شوق ہے، پڑھو! رات کو نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہوا اور بڑے اطمینان سے نماز شروع کی، تمام فرائض، واجبات، سنن، مستحبات، آداب کی رعایت کرتے ہوئے اور مفسدات اور مکروہات سے اپنے آپ کو بچاتے ہوئے، کسی بھی طرح کی کمی نہیں کی، بہت اطمینان سے نماز ادا کی، سلام پھیرا، دل میں خیال آیا کہ صحابہ کی نماز تو بہت اچھی ہوتی تھی، میری نماز ویسی نہیں ہوسکتی، پھر دو رکعت اور بھی زیادہ اچھا کر کے پڑھا۔ اس طرح پوری رات دو دو رکعت پڑھتا رہا اور اخیر میں بھی اس کے دل میں یہ تشنگی باقی رہی کہ میری نماز صحابہ جیسی تو ہو ہی نہیں سکتی۔

اعمال کی دو حیثیتوں کے اعتبار سے ہمارا طرزِ عمل

بہر حال! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ ہمارے اعمال کی ایک حیثیت تو یہ ہے کہ وہ ہم سے سرزد ہو رہے ہیں، اس اعتبار سے ہمیں اپنے اعمال پر کوئی فخر وغرور نہیں کرنا چاہیے، جیسا کہ روزے کے آداب میں بتلایا تھا کہ افطار کے وقت آدمی کو ڈرتے رہنا چاہیے کہ پتہ نہیں میرے اس عمل کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے قبول کیا یا نہیں، یہ تو اپنی ذات کے اعتبار سے ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اللہ تعالیٰ کا جو معاملہ ہمارے ساتھ ہے، اس کو سامنے رکھتے ہوئے قبولیت کی امید رکھنا، یہ بھی ہمارے اکابر کی تعلیمات میں سے ہے۔

اعمال میں ہونے والی کوتاہیوں کی باری تعالیٰ سے معافی مانگیں

بہرحال! آج ہمیں ایک کام تو یہ کرنا ہے کہ ہم نے رمضان کے اس مہینے میں جو اعمال انجام دئے ہیں، ان کا احتساب، محاسبہ کرتے ہوئے یہ سوچیں کہ کیا ہم نے ان اعمال کو واقعۃً اسی طرح انجام دیا، جس طرح انجام دیا جانا چاہیے؟ اور ان میں جو کمیاں اور کوتاہیاں رہیں، ان کے معاملے میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے معافی کی درخواست کی جائے اور دعا کی جائے۔

رمضان المبارک کا مہینہ ''چارجنگ'' کا مہینہ ہے

دوسرا کام آئندہ اور مستقبل سے متعلق ہے کہ ہمیں آئندہ اپنی زندگی کی ترتیب کیسی بنانی ہے؟ تو حقیقت تو یہ ہے، جیسا کہ پہلے بھی بتادیا گیا ہے کہ یہ رمضان کا مہینہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں اسی لیے دیا ہے کہ سال بھر میں ہم سے جو کوتاہیاں سرزد ہوئی ہیں، گناہ ہوئے ہیں، ان کو بخشوائیں اور اپنی دنیوی مشغولی کی وجہ سے اپنے قلب پر جو غبار آیا ہے، اس کو دور کریں۔ یہ سروس اور چارجنگ کا مہینہ ہے۔ یہ مہینہ تو اب قریب الختم ہے، اب ہمیں آئندہ اپنی زندگی کی ترتیب کیا ہونی چاہیے، اس پر غور کرنا ہے اور رمضان والے ان اعمال میں تسلسل کو باقی رکھنا ہے۔

قلبی احوال اوقاتِ مختلفہ میں مختلف ہوتے ہیں

دیکھو! عمل کے اندر ایک تو تسلسل ہوتا ہے اور ایک غیر تسلسل کی کیفیت ہوتی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کا مزاج اور طبیعت ایک طرح کی نہیں بنائی بلکہ طبیعت کی

حالت ایسی ہے اور قلب کی حالت بھی ایسی ہے کہ وہ بدلتی رہتی ہے، اس میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے بلکہ دل کو قلب کہتے ہی اسی لیے ہیں: سُمِّیَ الْقَلْبُ قَلْبًا لِتَقَلُّبِهٖ کہ قلب کا معنی بدلنا ہے اور قلب کو قلب اس لیے کہتے ہیں کہ اس کی کیفیات بدلتی رہتی ہیں: ابھی کیا ہے، بعد میں کیا ہے؛ اسی لیے یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلٰی دِيْنِكَ اور اللّٰهُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوبِ، صَرِّفْ قُلُوبَنَا إِلَى طَاعَتِكَ (۱) ایسی دعاؤں کی تعلیم ہے۔

قلب کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا

حضراتِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے یہ دعا جب نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ مبارک سے سنی تو عرض کیا کہ اللہ کے رسول! کیا آپ کو ہمارے متعلق اندیشہ ہے تو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں! انسانوں کے یہ قلوب اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں، اللہ تعالیٰ جس طرح چاہیں، ان کو پھیر دیتا ہے (۱)۔

طبیعت پر طاری ہونے والے قبض و بسط کے احوال

اور اسی وجہ سے کبھی انشراح ہے، ایک کیف، سرور اور مستی کی سی کیفیت ہے اور کبھی قبض اور بے دلی کی سی کیفیت ہے، کبھی نماز پڑھتے ہیں تو ایسا مزا آجاتا ہے کہ ہم پڑھتے ہی رہیں، قرآن پڑھتے ہیں تو ایسا لطف آتا ہے کہ پڑھتے ہی رہیں، تسبیح پڑھتے ہیں تو ایسا مزا آتا ہے کہ تسبیح پڑھتے ہی رہیں اور سارے کام چھوڑ چھاڑ دیں اور کبھی

---

(۱) السنن الکبریٰ للنسائی، عَنْ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو رضی اللہ تعالیٰ عنہما، بَابُ الْإِيمَانِ بِأَنَّ قُلُوبَ الْعِبَادِ بَيْنَ إِصْبَعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ الرَّبِّ تَعَالَى بِلَا كَيْفٍ.

طبیعت میں قبض اور بے دلی کی ایسی کیفیت ہوتی ہے کہ ایک سبحان اللہ بھی زبان سے ادا کرنا آدمی کے لیے مشکل ہو جاتا ہے۔

ہمارا کام ان کی یاد اور ان کی اطاعت ہے

لیکن بھائی دیکھو! کیسی بھی کیفیت ہو: انشراح کی ہو یا قبض کی، لطف اور مزا آتا ہو یا ذرّہ برابر بھی لطف و مزا نہ آتا ہو، دل میں کیسی ہی بے کیفی ہو لیکن ہمیں اپنے ان اعمال کو ایک ترتیب اور مداومت کے ساتھ انجام دینا ہے، اس میں کبھی خلل نہیں آنا چاہیے۔

پانی کے قطرات کا تسلسل پتھر میں بھی سوراخ کر دیتا ہے

دیکھیے! آپ کسی پتھر کے اوپر دس بالٹیاں پانی بہا دیں تو اس پر کوئی اثر نہیں ہوگا اور ان ہی دس بالٹیوں والا پانی اس پتھر کے اوپر اس انداز سے ڈالیں کہ ایک ایک قطرہ ایک ایک منٹ کے وقفے سے اس پر گرے تو وہی ایک ایک قطرہ اس میں سوراخ پیدا کر دے گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مداومت کے اندر طاقت رکھی ہے۔

ہمارے ایک دوست ہیں، وہ کہا کرتے ہیں کہ دیکھو! پتھر کی خاصیت یہ ہے کہ اس پر کوئی چیز اگتی نہیں ہے لیکن اگر کوئی پتھر زمین میں جما ہوا ہو تو اس کے اندر زمین کے ذرّات لگنے کی وجہ سے اس پر بھی سبزہ اُگ آتا ہے۔ اسی طریقے سے آپ جب اعمال میں مداومت اختیار کریں گے تو اس میں بھی نور پیدا ہوگا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں اسی کی قدر ہے۔

---

(۱) سنن الترمذي، عَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه، بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ الْقُلُوبَ بَيْنَ أُصْبُعَيِ الرَّحْمَنِ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک بہترین عمل

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: كَانَ أَحَبُّ العَمَلِ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مَا دِيمَ عَلَيْهِ (١) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک بہترین اور محبوب ترین عمل وہ تھا جس پر مدامت کی جائے۔ شریعت افراط وتفریط کی اجازت نہیں دیتی، اعتدال ضروری ہے۔

اعمال پر مداومت اختیار کیجیے

ہم اپنے مزاج اور اپنی ترتیب کے اعتبار سے جو بھی اعمال انجام دیتے ہیں، اس کو اعتدال کے ساتھ انجام دینے کی ضرورت ہے، جوش میں آکر کچھ راتیں تو عبادتوں کے ساتھ گذاری پھر ایسے سوئے کہ فرض نماز بھی نہیں پڑھتے، اللہ تبارک وتعالیٰ کو یہ طریقہ پسند نہیں ہے، دو رکعت پڑھیں لیکن وہ دو رکعت سال بھر پابندی سے ہوتی رہے تو اعمال پر مدامت شریعت کی نگاہوں میں ممدوح ہے۔

تبلیغی کام پر مداومت کے سلسلے میں حضرت جی مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایت

حضرت مفتی زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ نے جماعت میں وقت لگایا، وقت پورا ہوا تو مرکز پر حضرت جی مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ وقت پورا ہوا، اب جانے کی اجازت چاہتا ہوں تو حضرت نے فرمایا کہ اور وقت بڑھا دو۔ اور وقت بڑھایا، مزید ایک چلّہ لگایا، وہ بھی پورا ہوا تو پھر حاضر ہوئے اور کہا کہ وقت پورا

(١) سنن الترمذي، رقم الحديث: ٢٨٥٦.

ہوا، جانے کی اجازت چاہتا ہوں تو حضرت نے فرمایا کہ اور بڑھا دو۔ پھر ایک چلّہ لگایا، وہ بھی پورا ہوا تو پھر کہا کہ جانے کی اجازت چاہتا ہوں۔ فرمایا کہ ٹھیک ہے، آئندہ دوبارہ کب نکلو گے؟ پھر فرمایا کہ تسلسل باقی رہے۔

گویا آپ جماعت میں جو کام کرتے ہیں تو ایسا نہ ہو کہ یہاں سے جب گھر جاویں تو وہ کام بند ہو جاوے، اپنے گھر پر رہتے ہوئے بھی یہ سلسلہ جاری رہنا چاہیے۔ یہاں آپ رمضان گذارنے کے لیے آئے اور یہاں رہتے ہوئے آپ نے اعمال کا اہتمام کیا تو اب یہ نہیں کہ یہاں سے جاوے تو سارے اعمال بھی یہاں مسجد میں ہمارے حوالے کر جاوے، جیسے بستر ہمارے حوالے کر جاتے ہیں۔ ایسا نہیں بلکہ یہ اعمال اپنے ساتھ لے کر کے جانا ہے، پابندی کرنا ہے۔

اب جیسے کہ یہاں ہم نماز باجماعت کی پابندی کرتے ہیں، اس کی بڑی اہمیت ہے۔ جو آدمی جماعت کے ساتھ نماز کو ادا کرے گا تو شیطان اس پر کبھی قابو یافتہ نہیں ہو سکتا۔ آپ اہلِ علم ہیں، جانتے ہیں، کتبِ فقہ میں بھی لکھا ہے کہ اگرچہ بعض لوگوں نے اسے سنتِ مؤکدہ کہا ہے لیکن ایسی کہ اگر کوئی اس کو چھوڑتا ہے تو فاسق قرار پاتا ہے، یہ آدمی مردود الشہادۃ ہے اور اس کے جو پڑوسی اس کے بارے میں غفلت برتتے ہیں، وہ بھی گنہگار رہیں۔

باجماعت نماز کی شریعت میں اہمیت

جماعت کا بڑا اہتمام ہے۔ مسلم شریف میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی

روایت ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں منافقین بھی جماعت چھوڑنے کی جرأت نہیں کرتے تھے، بیمار لوگ بھی دو آدمیوں کے سہارے سے مسجد میں آتے تھے، جماعت کا اس قدر اہتمام تھا(۱)۔

آج کیا ہو گیا؟ آج بڑے بڑے علماء، مدارس میں حدیث کی کتابیں پڑھانے والے بھی اپنے گھروں میں نماز ادا کرتے ہیں، حالاں کہ مدرسے کے احاطے کے اندر مسجد ہے اور جماعت کے ساتھ نماز ہو رہی ہے، اس قدر سہولت کے باوجود جماعت کو چھوڑنے کا جرم کرتے ہیں۔

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ اور پابندیٔ معمولات

ہمارے اکابر کے یہاں اس کا کتنا زیادہ اہتمام ہوتا تھا! حضرت مولانا ظفر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اتنے سال میں ان کے ساتھ رہا لیکن کبھی کسی چیز میں تخلُّف میں نے نہیں دیکھا، جماعت کے ساتھ نماز تو اپنی جگہ پر، دوسرے جتنے بھی معمولات تھے، ان کے اندر بھی ایسی پابندی تھی! نوافل کی بھی ایسی پابندی ہوتی تھی، سفر میں بھی ناغہ نہیں ہونے دیتے تھے اور سفر بھی اس زمانے کا، اونٹوں پر کیا جانے والا، اس میں بھی اوّابین اور تہجد کی

---

(۱) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابن مسعود رضی اللہ عنہ قَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنِ الصَّلَاةِ إِلَّا مُنَافِقٌ قَدْ عُلِمَ نِفَاقُهُ أَوْ مَرِيضٌ إِنْ كَانَ الْمَرِيضُ لَيَمْشِي بَيْنَ رَجُلَيْنِ حَتَّى يَأْتِيَ الصَّلَاةَ - وَقَالَ - إِنَّ رَسُولَ اللّٰہِ - صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم - عَلَّمَنَا سُنَنَ الْهُدَى وَإِنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدَى الصَّلَاةَ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِي يُؤَذَّنُ فِيهِ (صحیح المسلم، باب صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ مِنْ سُنَنِ الْهُدَى)

پابندی فرماتے تھے۔ اونٹ سے اتر جاتے تھے، ذرا تیز چل لیتے تھے اور دو رکعت پڑھی، ان دو رکعتوں کو پڑھنے کے دوران اونٹ اور آگے نکل گیا تو اور تیز چل کر اس کو پکڑ لیتے تھے پھر آگے تیز چلتے تھے۔ اس طرح اپنا معمول ادا کرتے تھے۔

حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ نے تذکرۃ الخلیل میں لکھا ہے کہ: کیسے ہی حالات کیوں نہ ہوں لیکن کبھی بھی نہیں دیکھا کہ کسی معمول میں تغیُّر ہو۔ ایک مرتبہ کسی جگہ قیام ہوا، ایسا گُھپ اندھیرا کہ جس کی کوئی انتہا نہیں، ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا تھا لیکن ایسی حالت میں بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ دھیرے سے ٹٹولتے ٹٹولتے اٹھے اور پانی لیا، وضو کیا اور تہجد کی نماز ادا کی۔ دوسری طرف ہمارا حال یہ ہے کہ ذرا سی تکلیف پر معمولات چھوڑ دیتے ہیں۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور تکبیرِ اولیٰ کا اہتمام

ایک مرتبہ دیوبند کے اندر دستار بندی کا جلسہ تھا، اس زمانے میں کچھ وقفے سے یہ جلسہ ہوتا رہتا تھا، اس زمانے میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ دار العلوم دیوبند کے سرپرست تھے، آپ اس جلسے میں تشریف لے گئے۔ اذان ہوئی تو اذان کی آواز سنتے ہی آپ مسجد کی طرف لپکے لیکن مجمع بہت زیادہ تھا، راستے میں لوگ مصافحے کے لیے بھی روکتے رہے تو مسجد پہنچتے پہنچتے کچھ دیر ہوگئی، اس زمانے میں حضرت مولانا یعقوب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ امامت کراتے تھے، آپ مصلے پر جاچکے تھے اور اقامت کہی جاچکی تھی اور اللہ اکبر بھی کہہ دیا تو آپ تکبیرِ اولی، تکبیرِ تحریمہ میں شریک نہیں ہو پائے، حالاں کہ ابھی

قراءت شروع بھی نہیں ہوئی تھی۔ نماز کے بعد لوگوں نے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ حضرت کے چہرے پر حزن وملال کے آثار ہیں۔ یہ دیکھ کر لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت! ابھی نماز سے پہلے تو آپ بہت خوش وخرم تھے اور ابھی ہم آپ کو کافی غم زدہ دیکھ رہے ہیں تو حضرت نے فرمایا کہ: رشید احمد کے لیے اس سے زیادہ غم کی بات کیا ہوسکتی ہے کہ آج ''۲۳'' سال کے بعد تکبیرِ اولی فوت ہوئی۔

حضرت مولانا احمد شاہ صاحب حسن پوری رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب واقعہ

حضرت مولانا احمد شاہ صاحب حسن پوری رحمۃ اللہ علیہ ضلع مرادآباد کے ایک قصبے حسن پور کے رہنے والے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں تھے۔ ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ ان کا واقعہ سناتے تھے کہ ایک مرتبہ ان کے کسی مرید اور عقیدت مند نے جو کلکتہ کا رہنے والا تھا اپنے مکان کی بنیاد ڈالنے کے لیے ان کو دعوت دی اور یہ کہا کہ میں ایک مکان تعمیر کرنا چاہتا ہوں، اس کے سنگِ بنیاد کے لیے دعا کے واسطے آپ تشریف لاویں اور چوں کہ وہ بوڑھے تھے اس لیے کہا کہ اپنے ساتھ کسی کو رفیقِ سفر کے طور پر لے آنا؛ تاکہ سفر میں سہولت رہے۔

مولانا احمد شاہ صاحب کے رفیقِ سفر کا تعارف

حضرت مولانا احتشام الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے برادرِ نسبتی (سالے) ہوتے ہیں اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے بھی سالے ہوتے ہیں، حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ چچا بھتیجا ہونے

کے ساتھ ساتھ ہم زُلف بھی ہیں۔ جب دعوت وتبلیغ کا سلسلہ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شروع کیا تو شروع ہی سے وہ حضرت کے ساتھ تھے۔ حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب جو ابھی بھی کاندھلہ میں ہیں اور حضرت مولانا طلحہ صاحب کے خسر ہیں ان کے بڑے بھائی ہیں اور حضرت مولانا اظہار الحسن صاحب جو مرکز میں پوری زندگی رہے، ان کے منجھلے بھائی ہیں۔ بہر حال! مولانا احتشام الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عالم تھے۔ ''تاریخِ مشائخِ کاندھلہ'' ان کی لکھی ہوئی ہے۔ ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ ان کے واسطے سے یہ قصہ بیان کرتے تھے کہ:

مولانا احمد صاحب کو جب یہ دعوت ملی تو انھوں نے مولانا احتشام الحسن صاحب سے کہا کہ: مولوی صاحب! مکان کی بنیاد کے لیے ایک سفر میں جانا ہے، اور مجھ سے دعا کے لیے بھی کہا گیا ہے تو میں چاہتا ہوں کہ میں اپنے ساتھ تمھیں لے جاؤں؛ اس لیے کہ تم نوجوان بھی ہو، عالم بھی ہو، صالح بھی ہو، تمھارے ہاتھ سے مکان کی بنیاد رکھواؤں گا اور دعا بھی کرواؤں گا۔

اللہ والوں کا دل گردہ

خیر! جب سفر شروع ہوا تو مولانا احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا احتشام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا: دیکھو بھائی! چوں کہ حدیث شریف میں آتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سفر میں امیر ہونا چاہیے، اور تم نوجوان بھی ہو، عالم اور صالح ہو، اس لیے میں تمھیں امیر بناتا ہوں۔

أُولٰئِكَ آبَائِي فَجِئْنِي بِمِثْلِهِمْ

سفر شروع ہوا، ٹرین میں سوار ہونے کے بعد مولانا احمد صاحب کو دست لگ گئے اور اتنی کثیر تعداد میں ہوئے کہ مولانا احتشام الحسن صاحب فرماتے ہیں کہ بار بار قضائے حاجت کے لیے جانا پڑا جس کی وجہ سے بے انتہاء نقاہت اور کمزوری ہوگئی اور اٹھنا بیٹھنا بھی مشکل ہوگیا۔ ان کی یہ کیفیت دیکھ کر مولانا احتشام الحسن صاحب نے یہ طے کیا کہ حضرت کو آرام کی سخت ضرورت ہے، اس لیے کہا: حضرت! آپ کا بنایا ہوا یہ امیر آپ سے درخواست کرتا ہے بلکہ آپ کو یہ حکم دیتا ہے کہ آج آپ تہجد نہیں پڑھیں گے، آج آپ کو آرام ہی کرنا ہے۔ مولانا احتشام الحسن کہتے ہیں کہ یہ کہہ کر میں تو سوگیا، رات کو اچانک دیکھا کہ کوئی آدمی میرے پاؤں کا انگوٹھا پکڑ کر کے ہلا رہا ہے، غفلت سے جب آنکھ کھلی اور غور سے دیکھا تو مولانا احمد صاحب تھے اور زار و قطار رو رہے تھے، ان کی ڈاڑھی آنسوؤں سے تر تھی اور کہہ رہے تھے کہ: حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ مجھے تہجد پڑھنے کی اجازت دے دو، حضرت سے بیعت ہوئے ۷۵ ؍سال ہوگئے ہیں، آج تک کبھی تہجد ناغہ نہیں ہوئی۔ ان حضرات کے یہاں تو معمولات کا یہ اہتمام اور پابندی تھی، اس میں ذرّہ برابر بھی کمی گوارا نہیں کرتے تھے اور ہمارا حال یہ ہے کہ دو چار دن معمولات ادا کیے اور پھر چھوڑ دیے۔

اخلاق سب سے کرنا تسخیر ہے تو یہ ہے

ایک دو چیزیں اور بھی ہیں جو اگرچہ موضوع سے متعلق نہیں ہیں لیکن واقعے کا جزء

ہیں اس لیے ان کا آگے کا قصہ بھی بتا ہی دیتا ہوں: یہ کلکتہ پہنچے، انھوں نے چوں کہ یہ بھی کہا تھا کہ میں تمھارے ہاتھوں سے بنیاد رکھواؤں گا اور دعا کرواؤں گا۔ اب جب وہاں پہنچے اور بنیاد رکھنے کا موقع آیا تو وہاں جو گڑھا کھودا گیا تھا، وہ گہرا تھا تو حضرت نے ان سے کچھ نہیں کہا اور خود ہی اس کے اندر اتر گئے اور اینٹ رکھی اور دعا کر کے آ گئے، یہ کچھ بولے نہیں یہ کام ہو گیا تو داعی نے جو حضرت کا عقیدت مند تھا، حضرت کی خدمت میں ایک بڑی رقم ہدیے کے طور پر پیش کرنا چاہا لیکن حضرت نے اس کو رد کر دیا۔ اس کے بعد مسجد میں نماز کے لیے گئے، نماز سے لوٹتے ہوئے وہاں کسی نے ہدیے میں دو روپیے پیش کیے، وہ قبول کر لیے، اس میں سے ایک روپیہ ان کو دیا کہ تم میرے ساتھ ہو تو آدھا ہدیہ تم لے لو۔

خاک آپ کو سمجھنا، اکسیر ہے تو یہ ہے

انھوں نے کہا کہ حضرت! بات سمجھ میں نہیں آئی: آپ تو مجھے یہ کہہ کر ساتھ لائے تھے کہ تم نوجوان ہو، صالح ہو، تمھارے ہاتھ سے سنگِ بنیاد رکھواؤں گا، دعا کرواؤں گا اور جب اس کا وقت آیا تو آپ خود ہی اتر گئے! اور وہاں داعی نے اتنی بڑی رقم ہدیے میں پیش کی، اس کو رد کر دیا اور مسجد میں ایک صاحب نے دو روپیے پیش کیے تو اس کو قبول کر لیا۔

تو حضرت نے جواب دیا کہ مولوی صاحب! بات یہ ہے کہ جب سنگِ بنیاد رکھنے کا وقت آیا تو میں نے دیکھا کہ گڑھا بہت گہرا ہے تو مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ

اس کے اندر اترنے کی صورت میں آدمی گر جائے اور موت واقع ہو جائے۔ تم نوجوان ہو، عالمِ دین ہو، اللہ تبارک وتعالیٰ تم سے دین کا کام لے رہے ہیں۔ میں تو بوڑھا آدمی ہوں، قبر کے کنارے پر کھڑا ہوں تو میں نے سوچا کہ میں ہی اتر جاؤں؛ تاکہ اگر موت آجائے تو میری آئے گی اور میری موت کی وجہ سے کسی کا نقصان ہونے والا نہیں اور آپ سے اللہ دین کا کام لے رہے ہیں، خدانخواستہ اگر یہ صورت آپ کو پیش آ گئی تو بہت بڑا نقصان ہوگا۔ ان کا جذبہ دیکھئے۔

گدائی میں بھی وہ اللہ والے تھے غیّور اتنے

اور وہ جو صاحبِ خانہ نے بڑی رقم پیش کی تھی تو بات دراصل یہ ہے کہ میرے اوپر ایک قرضہ تھا اور میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا کرتا رہا کہ اے اللہ! اس قرضے کو ادا کروا دے۔ جب یہ دعوت آئی تو میرے دل میں یہ خیال آیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے تیرا قرضہ ادا کرنے کی صورت پیدا فرما دی، دل میں اِشراف پیدا ہوا؛ اس لیے میں نے وہ ہدیہ قبول نہیں کیا اور مسجد کے اندر گئے تو ہمارے خواب وخیال میں نہیں تھا کہ کوئی ہدیہ دے گا؛ اس لیے اس نے جب دو روپیے دئے تو میں نے قبول کر لیے۔

دین کے دوسرے کاموں کو آسان بنانے کا نسخہ

تو ہمارے اکابر کے یہاں معمولات کی پابندی کا بڑا اہتمام تھا؛ اس لیے نماز باجماعت کا بھی اہتمام کیجیے اور نماز بھی بھاگ دوڑ والی نہ ہو بلکہ شریعت نے نماز کے لیے جو تمہیدات اور شروع کے مراحل رکھے ہیں، ان مراحل کو بھی بڑے سکون اور

اطمینان کے ساتھ انجام دے کر کے، فرض نماز سے پہلے کی سنتیں، بعد کی سنتیں، مؤکدہ، غیر مؤکدہ، سبھی کو نہایت ہی سکون اور اطمینان کے ساتھ ادا کرنا ہے، اس کو اپنے اوپر لازم کرلو، اگر یہ آپ کرلیں گے تو إن شاءاللّٰہ اس کے انوار و برکات اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے اور اللہ تبارک وتعالیٰ استقامت کی کیفیت عطا فرمائیں گے، اس کے ذریعہ شریعت کے دوسرے احکام پر عمل کرنا آپ کے لیے آسان ہوجائے گا، اس کے لیے آپ کے اندر ہمت اور قوت چاہیے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں پر ہمیں مرمٹنا چاہیے

جیسا کہ میں نے کہا کہ نماز باجماعت کے معاملے میں بڑے بڑے اہلِ علم بھی کوتاہی کے مرتکب ہورہے ہیں، یہ انتہائی نامناسب ہے؛ اس لیے اس کا اہتمام کریں اور سننِ قبلیہ وبعدیہ کا بھی اہتمام کریں اور یہ نہ دیکھیں کہ یہ مؤکدہ ہے اور یہ غیر مؤکدہ ہے بلکہ یہ دیکھیں کہ یہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے، اس کو پڑھنا تو محبت کا تقاضا ہے۔ یہ سنن وآداب تو محبت کا تقاضا ہیں، ہمیں تو اس پر قربان ہوجانا چاہیے۔

رمضان کے بعد پابندی سے انجام دیا جانے والا پہلا کام

تو پہلا کام تو ہمیں یہ کرنا ہے کہ پانچوں نمازیں جماعت کے ساتھ اور شریعت نے ہمیں جو ترتیب بتلائی، اس کے مطابق بڑے اطمینان اور سکون سے ادا کرنا ہے، اذان سنتے ہی پہنچ جاؤ بلکہ حضرت شاہ مسیح اللّٰہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق نماز سے آدھ پون گھنٹہ پہلے ہی وضو وغیرہ کر کے تیار ہوجاؤ، تب اس کو کما حقہ ادا کرسکو گے۔

دوسرا کام: تہجد کی پابندی اور اس کی اہمیت وفضیلت

اس کے علاوہ نوافل میں اگر دو نوافل کا اہتمام کرلیں تو بہت اچھا ہے: ایک تو ہے تہجد جس کو قیام اللیل کہتے ہیں، اس کی بڑی تاکید ہے بلکہ سب جانتے ہیں کہ شروع اسلام میں جب پنج وقتہ نمازیں فرض نہیں ہوئی تھیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابھی مکہ مکرمہ میں تھے، کچھ ہی حضرات ایمان لائے تھے، اس وقت یہ نماز اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے فرض کی گئی تھی۔

﴿يٰاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ، قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا نِّصْفَهٗ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا﴾: گویا آدھی رات، ایک تہائی، دو تہائی، یہ تین حصے اس میں استثناء کر کے بتائے گئے کہ اتنے حصے میں تہجد کی نماز کا اہتمام کریں اور یہ حکم سال تک رہا اور پھر اس سورت کا آخری رکوع ﴿اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ﴾ نازل ہوا تو اس کے نزول کے بعد ایک قول کے مطابق فرضیت تو ختم نہیں ہوئی لیکن اتنی طویل نماز کا جو حکم دیا گیا تھا، وہ ختم ہو گیا، مختصر نماز اس کے بعد بھی ضروری رہی، پھر جب پنج وقتہ نمازوں کی فرضیت نازل ہوئی، تب اس کی فرضیت منسوخ ہوئی اور دوسرا قول یہ ہے کہ اسی آیت سے فرضیت منسوخ ہوئی۔

بہر حال! جو بھی ہو، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بایں فضل وکمال اس کا اتنا زیادہ اہتمام کرتے تھے اور اس کے لیے اتنی زیادہ محنت اور مشقت اٹھاتے تھے کہ آپ کے پاؤں مبارک پر ورم آجاتا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی روایت

میں موجود ہے کہ صحابہ کی طرف سے کہ عرض کیا گیا کہ اللہ کے رسول! باری تعالیٰ کی طرف سے آپ کے تو اگلے پچھلے سارے گناہ معاف کردیے گئے اور اس کے باوجود آپ اتنی ساری عبادت کا اہتمام کرتے ہیں اور اتنی زیادہ مشقت اٹھاتے ہیں؟ تو اس کے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا[1]: میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ یعنی تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ تہجد کی نماز صرف گنہگار پڑھیں گے، نہیں بلکہ اللہ نے مجھے جو نعمت عطا فرمائی ہے، اس کی شکر گزاری کا تقاضہ تو یہ ہے کہ میں رات بھر عبادت کروں۔

اہلِ علم پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی نعمت ورحمت ہے

اللہ تعالیٰ نے مجھے اور آپ کو علمِ دین عطا فرمایا اور دنیا کی بے شمار نعمتوں سے نوازا، خاص کر کے علم جیسی دولت عطا فرمائی، اہلِ علم کو چاہیے کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے نبوت کی نیابت عطا فرمائی تو پھر وہ کام بھی تو کرنا چاہیے جو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرتے تھے؛ اس لیے تہجد کا اہتمام ہو۔

اگر زمرۂ صالحین میں شامل ہونا چاہتے ہو تو.....

ترمذی شریف میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: ”عَلَيْكُمْ بِقِيَامِ اللَّيْلِ فَإِنَّهُ دأبُ الصَّالِحِينَ قَبْلَكُمْ“ تم قیام اللیل کو لازم پکڑو، کیوں؟؛ اس لیے کہ یہ تم سے پہلے جتنے بھی صالحین گزرے ہیں، ان سب کا طریقہ اور شیوہ رہا ہے۔ ہم بھی اگر صالحین کی جماعت اور زمرے میں اپنے آپ کو شامل کرنا

(۱) صحيح البخاری، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رضی اللّٰه عنه، باب قِيَامِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم حَتَّى تَرِمَ قَدَمَاهُ.

چاہتے ہیں تو پھر ضروری ہے کہ ہم بھی اس کا اہتمام کریں۔

نفس وشیطان پر قابو پانے کا اکسیر نسخہ

اور پھر آگے اس کا دوسرا فائدہ یہ بتاتے ہیں: ”وَقُرْبَةٌ اِلیٰ اللّٰہِ“: اور ہمارے لیے ہمارے رب کے قرب کا ذریعہ ہے۔

”وَمَنْهَاةٌ عَنِ الْاِثْمِ“: اور گناہوں سے روکنے والی ہے۔ یہ ہم اور آپ نفس اور شیطان کے بہکاوے میں آجاتے ہیں اور جلد از جلد ہم سے گناہ سرزد ہو جاتے ہیں، ذرّہ برابر بھی نفس اور شیطان کی مقاومت اور مقابلے کی ہم میں طاقت نہیں ہے، اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔ جو آدمی تہجد کا اہتمام کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے اندر نفس اور شیطان کے مقابلے کی قوت اور طاقت عطا فرمائیں گے۔

وَمَكْفَرَةٌ لِلسَّيِّئَاتِ: اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں اور گناہوں کا کفارہ ہے(۱)۔

امراضِ جسمانیہ سے اپنے جسم کو محفوظ کرنے کا عظیم نسخہ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی روایت جو طبرانی میں ہے، اس میں ایک اور چیز بھی ہے: ”وَمَطْرَدَةٌ لِلدَّاءِ عَنِ الْجَسَدِ“: اور جسم سے بیماری کو ہٹانے والی اور دور کرنے والی ہے(۲)۔ غور کرو کہ اس کے کتنے سارے فائدے بتائے گئے ہیں! اس سے گناہوں

---

(۱) سنن الترمذي، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رضی اللہ عنہ، رقم الحديث: ۳۵۴۹.

(۲) المعجم الكبير للطبراني، مسند سلمان الفارسي رضی اللہ عنہ، أبو العلاء أخو يزيد بن عبد الله بن الشخير، عن سلمان رضي الله عنه، رقم الحديث: ۶۱۵۴.

سے بچنا بھی نصیب ہوتا ہے۔ جو لوگ تہجد کا اہتمام کرتے ہیں، وہ بہت سی بیماریوں سے محفوظ رہتے ہیں، آپ نے دیکھا ہوگا کہ عام طور پر وہ چست، چاق و چوبند اور نشیط رہتے ہیں، ان کے اوپر کوئی سستی نہیں ہوتی، ان کی صحت ٹھیک رہتی ہے، صحت کو برقرار رکھنے میں تہجد کا اہتمام بہت زیادہ مؤثر ہے۔ اس لیے ہر ایک کو چاہئے کہ اس کا اہتمام کرے۔

حضرت مولانا عبدالماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک پرچہ ''صدق'' نامی نکلتا تھا۔ ایک مرتبہ اس کے اداریے میں بہت تفصیل سے اس پر بحث کی تھی کہ جو لوگ تہجد کے پابند ہوتے ہیں، وہ بڑی بڑی بیماریوں سے محفوظ رہتے ہیں۔

تہجد سنتِ مؤکدہ ہے

تو تہجد اگرچہ نفل ہے۔ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیرِ مظہری میں اس کو سنتِ مؤکدہ قرار دیا ہے[١]۔ احادیث میں آیا ہے کہ فرائض کے بعد نوافل میں سب سے افضل نمازِ تہجد ہے؛ اس لیے اس کا اہتمام کریں اور وقت زیادہ لمبا نہ کرسکیں تو آٹھ یا چار رکعت کا تو آدمی اہتمام کرلے۔

دین کا کام کرنے والے تہجد کو اپنے حق میں فرض سمجھیں

خاص کر کے جو دین کا کام کرنے والے اہلِ علم ہیں، دعوت کے ساتھی ہیں، ان

---

(١) اختلفوا فی ان التھجد فی حق الامة من المؤکدات او من المستحبات والمختار عندی انه من المؤکدات لمواظبة النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیه ولحدیث ابن مسعود رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قَالَ: ذُكِرَ عِنْدَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رَجُلٌ، فَقِيلَ: مَازَالَ نَائِمًا حَتَّى أَصْبَحَ، مَاقَامَ إِلَى الصَّلاَةِ، فَقَالَ: بَالَ الشَّيْطَانُ فِي أُذُنِهِ (متفق علیه) (التفسیر المظھري، ٥/٢٦٨، تحت قوله تعالیٰ: وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَكَ الآية)

کے لیے تو ضروری ہے، وہ تو اپنے لیے اس کو فرض ہی سمجھیں۔ حضراتِ صحابہ میں سے کوئی اس کو چھوڑتا تھا؟ آپ خلفائے راشدین، عشرۂ مبشرہ، اہلِ بدر وغیرہ کے حالات پڑھ لیجیے! تابعین، تبعِ تابعین، اسلاف کے اندر کون ہے؟ ائمۂ مجتہدین، بڑے بڑے علماء، فقہاء، ہر ایک کی زندگی کا، ان کی سوانح کا مطالعہ کریں، آپ کو ایک بھی ایسا نہیں ملے گا جس کے بارے میں یہ ہو کہ وہ تہجد نہیں پڑھتے تھے۔ ہم سب لوگ اپنے آپ کو ان حضرات کے ساتھ جوڑتے ہیں لیکن تہجد کا اہتمام نہیں کرتے۔

امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کرنے کا معمول اور اس کا پس منظر

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں تو مشہور ہے کہ ۴۰؍سال سے زیادہ عرصہ ایسا گذرا کہ آپ نے عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا فرمائی۔ آپ کے متعلق لکھا ہے کہ پہلے آپ کا یہ معمول نہیں تھا، تہجد تو آپ پڑھتے تھے لیکن پوری رات نہیں۔ ایک مرتبہ جا رہے تھے، ایک بڑھیا کو کسی سے یہ بات کہتے ہوئے سنا کہ یہ نوجوان پوری رات اللہ کی عبادت کرتا ہے، عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھتا ہے۔ حضرت نے یہ سنا اور اپنے دل میں کہا کہ میں تو ایسا نہیں ہوں۔ اس دن سے یہ عمل شروع کر دیا۔

رمضان کے بعد اوّابین کی بھی پابندی کیجیے

تہجد کے بعد دوسری نفل عبادت جس کا اہتمام رمضان کے بعد بھی ہونا چاہیے، وہ اوّابین ہے، اگر اس کا بھی اہتمام کرلیں تو بہت اچھا ہے۔ مغرب کے بعد دو رکعت

سنتِ مؤکدہ تو پڑھتے ہی ہیں، اگر اس کے بعد مزید چار پڑھ لیں اور اگر ٦؍رکعت پڑھ لیں تو نُورٌ علی نور! بقول حضرت حکیم اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کہ دو قسم کے آدمی ہیں: ایک ہے فری مین (freeman) اور دوسرے ہیں بزی مین (busyman)۔ جو بزی قسم کے لوگ ہیں، وہ دو کے ساتھ چار ملا لیں اور جو فری قسم کے لوگ ہیں، وہ دو کے ساتھ چھ ملا لیں۔

اس کے علاوہ جو چاشت، اشراق وغیرہ نوافل ہیں تو اہلِ علم کے اپنے مشاغل ہیں، اگر کوئی فارغ ہے تو ان کا بھی اہتمام کر لے اور اگر مشاغل کی وجہ سے ان کا اہتمام نہیں ہو سکتا تو کم سے کم ان دو کا تو ضرور اہتمام کریں۔ اپنے بزرگوں کو دیکھا کہ نوافل میں ان دو کا بڑا اہتمام کرتے تھے۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ اور صلوۃ التسبیح کا اہتمام

اس کے علاوہ صلوۃ التسبیح ہے، یہاں رہتے ہوئے آپ نے ضرور پڑھی ہوگی، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ رمضان میں تو روزانہ پڑھتے تھے لیکن رمضان کے علاوہ دنوں میں جمعہ کے دن حضرت کے یہاں اس کا بڑا اہتمام ہوتا تھا۔

اہلِ علم جمعہ کے روز جامع مسجد جانے میں جلدی کریں

اہلِ علم کو چاہیے کہ وہ جمعہ کے دن جلدی سے مسجد کے اندر پہنچنے کا اہتمام کریں، زوال سے دیڑھ دو گھنٹہ پہلے پہنچ جائیں؛ تا کہ صلوۃ التسبیح وغیرہ ادا کریں، ویسے صلوۃ التسبیح کا افضل وقت زوال کے بعد بتایا گیا ہے لیکن اگر جمعہ جلدی ہوتا ہے تو پہلے پڑھ

لیں لیکن جمعہ کے روز اس نماز کا اہتمام کریں اور جمعہ کے دن بھی نہ ہو سکے تو مہینے میں ایک مرتبہ یا سال میں ایک مرتبہ یا زندگی میں ایک مرتبہ ضرور پڑھیں۔ ترمذی شریف کی روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا(۱)۔

صلوۃ التسبیح غموں اور مصیبتوں کا مداوا ہے

بڑی اہم نماز ہے، ابن الجوزاء بڑے تابعی گذرے ہیں، وہ کبھی اس کو چھوڑتے نہیں تھے اور حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ حضرت عبدالعزیز بن روّاد رحمۃ اللہ علیہ بھی اس کا اہتمام کرتے تھے، اسی طرح اور اکابر کا بھی معمول رہا ہے۔ یہ غموں کا مداوا ہے، مصیبتوں کا مداوا ہے، آنے والی مصیبتیں اور غم اس نماز کی وجہ سے دور ہو جاتے ہیں، اس سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔

نمازِ جمعہ کی طرف سے ہماری غفلت اور عوام کا اہتمام

تو جمعہ کے دن اس کا بھی اہتمام ہو، اس کی عادت بنالو، جمعہ کے دن جلدی سے مسجد پہنچ جاؤ، یہ نہیں کہ عین وقت پر پہنچو۔ ہم لوگوں کا مزاج یہ بنا ہوا ہے کہ جمعہ کی اذان ہو رہی ہے اور ہم مسجد کے اندر پہنچ رہے ہیں اور وہ بے چارے جمعہ جمعہ پڑھنے والے تو گھنٹے دو گھنٹے پہلے آجاتے ہیں۔ سورت، ممبئی وغیرہ بڑے شہروں میں آپ نے دیکھا ہوگا کہ جمعہ کے روز نماز سے آٹھ دس منٹ پہلے پہنچیں گے تو اندر تو جگہ ملے گی ہی نہیں، پہلے سے ہی بھر جاتی ہے لیکن ہم لوگ اس کی طرف سے غفلت میں ہیں۔

---

(۱) سنن الترمذي، عَنْ أَبِي رَافِعٍ رضي الله عنه، بَابُ مَا جَاءَ فِي صَلاَةِ التَّسْبِيحِ.

جمعہ کا اہتمام ایمان کی شاخوں میں سے ہے

جمعہ کا اہتمام ایمان کی شاخوں میں سے ہے۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فضائلِ ذکر کے اندر جہاں ایمان کی شاخوں کو تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے، اس میں ایک چیز یہ بھی بتائی ہے کہ جمعہ کا اہتمام بھی شُعَبِ ایمان میں سے ہے، ایمان کی شاخوں میں سے ہے؛ اس لیے یہ بڑی اہم چیزوں سے ہے، اس کا اہتمام ہونا چاہیے۔

جمعہ کے دن کے دیگر معمولات کی بھی پابندی کریں

تو جمعہ کے دن صلوۃ التسبیح کا اہتمام ہو، اسی طرح سورۂ کہف کا اہتمام ہو، یہاں پڑھتے تھے تو وہاں بھی اس عمل کو باقی رکھیں۔ اسی طرح جمعہ کے دن کثرت سے درود پڑھنے کا اہتمام۔ جمعہ کی عصر کی نماز کے بعد جو درود یہاں آپ پڑھتے تھے، کوشش یہ کرو کہ کبھی فوت نہ ہو۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے سنا تھا کہ جس دن سے یہ روایت پڑھی ہے، اس دن سے میرا یہ معمول ہے، سالہا سال سے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ معمول تھا۔

جمعہ کے دن عصر اور مغرب کے درمیانی وقت کو رجوع اور انابت الی اللہ کے لیے فارغ کیجیے

اسی طرح جمعہ کے دن عصر اور مغرب کے درمیان کچھ وقت رجوع اور انابت الی اللہ کے لیے بھی فارغ کریں۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ جمعہ کے دن عصر سے لے کر مغرب تک کسی سے بات کرنا پسند نہیں کرتے تھے، کوئی ملاقات کے لیے آیا تو بس مصافحہ کرلیا، بات نہیں کرتے تھے بلکہ حضرت کے یہاں ذکر کی مجلس ہوتی تھی، حضرت

مراقبہ اور ذکر کے اندر مشغول رہتے تھے۔ یہ بڑا بابرکت وقت ہے، اس کو بھی وصول کرنے کا اہتمام کیا جائے۔

بہر حال! نماز کی نسبت سے یہ چند باتیں ہیں کہ فرض نمازیں، سننِ مؤکدہ، غیر مؤکدہ، تہجد، اوّابین اور صلوۃ التسبیح کا اہتمام کیا جائے۔

نفلی روزوں کا بھی اہتمام کیجیے

دوسری چیز ہے روزے۔ ہمارا حال یہ ہے کہ رمضان میں جو ۳۰/روزے رکھے، اب جو دوسرا رمضان آئے گا، تب روزے رکھیں گے، سال کے درمیان میں تو روزہ رکھنے کی نوبت ہی نہیں آتی۔ یہ طریقہ بھی اچھا نہیں ہے، اور روزے بھی رکھتے رہو۔

احادیث میں وارد نفلی روزوں کی مختلف شکلیں

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت سے روزوں کی فضیلت بتلائی ہے: عرفہ کا روزہ ہے، عاشورا کا روزہ اور اسی طریقے سے ہر مہینے میں ایامِ بیض: ۱۳، ۱۴، ۱۵ کے روزے، پیر اور جمعرات کے روزے، ہر مہینے کے شروع اور اخیر کا روزہ۔ اس طرح روزوں کی مختلف شکلیں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتلائی ہیں۔ یہ روزہ بڑی برکت والی چیز ہے؛ اس لیے موقع بموقع روزے رکھنے کی عادت ڈالو، یہ بھی ہونا چاہیے، اس کی طرف سے غفلت نہیں ہونی چاہیے۔

قرآنِ پاک کی تلاوت کا بھی اہتمام کیجیے

قرآنِ پاک کی تلاوت کا بھی اہتمام ہو۔ اب یہاں تلاوت کا بڑا اہتمام کیا، کسی

نے دو، کسی نے تین، کسی نے پانچ، کسی نے دس، کسی نے پندرہ، کسی نے بیس، کسی نے تیس ختم کیے لیکن یہاں سے گئے تو ایسا چھوڑا، خاص کر کے حفّاظ، رمضانی حفّاظ کہ رمضان آتا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ وہ حافظ ہے۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ آپ نے رمضان کی وجہ سے اس کی کثرت اور زیادتی کا اہتمام کیا، مبارک ہو! لیکن سال بھر کا بھی اپنا ایک معمول، روٹین ہونا چاہیے۔

حافظ وغیر حافظ کے لیے قرآنِ پاک کی تلاوت کی یومیہ مقدار

جو لوگ حافظ ہیں وہ کم سے کم تین پاروں کا اہتمام کریں اور جو حافظ نہیں ہیں، ناظرہ خواں ہیں، وہ کم سے کم ایک پارہ پڑھیں اور کچا ہونے کی وجہ سے ایک پارہ پڑھنا بھی مشکل ہو تو وقت مقرر کر لو: پندرہ منٹ، بیس منٹ، گھڑی دیکھ لو کہ میں نے ایک بجے شروع کیا اور سوا ایک بجے بند کیا۔ اس طرح روزانہ پندرہ منٹ، بیس منٹ پڑھے گا تو اِن شاءاللہ ایک وقت وہ آئے گا کہ اس پندرہ منٹ، بیس منٹ میں ایک پارہ پورا ہو جائے گا، ابھی اس لیے نہیں ہوتا کہ پڑھنے کی عادت نہیں ہے لیکن جب عادت بنے گی تو اس کے پڑھنے کی رفتار میں بھی اضافہ ہو گا اور آسانی سے بھی پڑھ سکے گا۔

قربِ خداوندی کے حصول کا سب سے بڑا ذریعہ تلاوتِ قرآن ہے

قرآنِ پاک کی تلاوت بڑی اہم چیز ہے، اس کی تلاوت سے اللہ تبارک وتعالیٰ کا قرب جتنا زیادہ حاصل ہوتا ہے، کسی دوسری چیز سے اتنا حاصل نہیں ہوتا۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تبارک وتعالیٰ کو خواب دیکھا تو پوچھا کہ: اے اللہ! آپ کا قرب سب سے

زیادہ کس چیز سے حاصل ہوتا ہے؟ تو باری تعالیٰ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اس چیز سے جو مجھ سے نکلی ہے یعنی قرآن سے، اس کی تلاوت سے! پوچھا: سمجھ کر یا بغیر سمجھے؟ تو جواب دیا کہ سمجھ کر ہو تو بھی اور بغیر سمجھے ہو تو بھی!

تلاوت کے معمول کے بارے میں خواص کا حال

آج قرآنِ پاک کی تلاوت کا حال کیا ہے؟ ہمارے اہلِ مدارس، اہلِ علم ہیں، بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداود جیسی حدیث کی کتابیں پڑھا رہے ہیں، تفسیر کی جلالین، بیضاوی پڑھا رہے ہیں اور فقہ کی بڑی بڑی کتابیں پڑھا رہے ہیں، ان سے پوچھیں گے کہ حضرت! آپ روزانہ کتنی تلاوت کرتے ہیں؟ آدھا پارہ بھی نہیں، پاؤ پارہ بھی نہیں، تلاوت کا کوئی معمول ہی نہیں۔

ایسے لوگ اپنے آپ کو دھوکہ دیتے ہیں

طلبہ کا بھی یہی حال ہے۔ حالاں کہ مدرسہ والوں کی طرف سے طلبہ کے لیے کچھ وقت تلاوت کا مقرر ہوتا ہے، اس کے لیے نگران رکھے جاتے ہیں اور وہ نگرانی کرتے ہیں تو ان نگرانوں کو بھی دھوکہ دیتے ہیں، ہاتھ میں پارہ بھی لیے ہوئے ہیں، سر بھی ہلا رہے ہیں لیکن پڑھنے کی توفیق نہیں ہوتی، عجیب معاملہ ہے۔ میں ان سے کہا کرتا ہوں: ﴿يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ﴾ [البقرة:٩] وہ ایسا سمجھتے ہوں کہ ہم نے نگران کو دھوکہ دیا تو حقیقت میں نگران کو دھوکہ نہیں دیا بلکہ خود اپنی ذات کو دھوکہ دے رہے ہیں۔

جو آدمی بھی ایسے آدمی کو دھوکہ دے جو اس کی بھلائی کے لیے کام کر رہا ہے، ایسی شکلیں اختیار کرتا ہے، وہ اس کو دھوکہ نہیں دے رہا ہے بلکہ اپنے آپ کو دھوکہ دیتا ہے، اپنا نقصان کر رہا ہے، یہ تو طلبہ کے بارے میں بات آگئی تو کہہ دیا لیکن اہلِ علم سے ضرور کہوں گا کہ تلاوت کا معمول بنائیں۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا معمولِ تلاوت

میرا ساؤتھ افریقہ کا سفر ہوا تھا، وہاں سے چپاٹا بھی جانا ہوا تو وہاں حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب متالا رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے تھے اور حضرت کے بڑے لاڈلے تھے۔ مجھے خیال آیا تو میں نے ان سے پوچھا کہ: مولانا! حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا قرآن کریم کی تلاوت کا معمول کیا تھا؟ انھوں نے بتلایا کہ: روزانہ مختلف نمازوں اور نفلوں میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کم از کم آٹھ نو پاروں کی تلاوت کرلیا کرتے تھے۔ حالاں کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے جو علمی مشاغل تھے، وہ ہم اور آپ سب ان کی تصنیفات کو دیکھ کر جان سکتے ہیں، خالص علمی مشغلہ تھا۔

حضراتِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا معمولِ تلاوت

ہمارے اکابر کے یہاں تلاوت کا بڑا اہتمام رہا ہے؛ اس لیے ہمیں بھی ایک وقت تلاوت کے لیے مقرر کرنا چاہیے یا جو حافظ ہیں اور آسانی سے پڑھ سکتے ہیں، وہ نوافل، سننِ رواتب، تہجد، اوّابین، ان میں تلاوت کریں، تین پاروں کو تو لازم پکڑ لیں اور اگر روزانہ ایک منزل پڑھ لیں تو بہت اچھا ہے۔ حضراتِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا معمول یہی

تھا کہ روزانہ ایک منزل پڑھتے تھے۔ان کا عجیب معاملہ تھا،ایک دوسرے سے پوچھتے بھی تو یہی پوچھتے تھے۔

دورِ صحابہ کا ایک واقعہ

بخاری شریف میں واقعہ موجود ہے جہاں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجنے کا تذکرہ ہے تو وہاں ہے کہ جس وقت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو یمن کے الگ الگ علاقوں کا حاکم بنا کر بھیجا تو ان کو تاکید کی تھی کہ ایک دوسرے سے ملاقات کرتے رہنا۔

ایک مرتبہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اپنے علاقے کے دورے پر نکلے، حضرت ابوموسی رضی اللہ عنہ کی قیام گاہ قریب آئی تو ان کی ملاقات کے لیے پہنچ گئے اور اس موقع پر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اے معاذ! تم دن رات میں کتنی مقدار قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہو؟ تو انھوں نے جواب دیا: أَتَفَوَّقُهُ تَفَوُّقًا کہ میں قرآن پاک کو ''۲۴'' گھنٹے میں پڑھنے کی جو مقدار ہے۔

اس زمانے میں جتنے بھی حفاظ ہوتے تھے، ان کو قاری کہا جاتا تھا۔آج کل تو جو قاری ہوتے ہیں، ان میں بہت سے حافظ بھی نہیں ہوتے، ایسے قاریوں کو میں کہتا رہتا ہوں کہ بھائی! حافظ بھی بن جاؤ؛ کیوں کہ قرنِ اول میں قاری کے اطلاق کے لیے حافظ ہونا ضروری تھا۔

خیر حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ کا معمول ایک منزل کا تھا، انھوں نے جواب دیا

کہ میں ایک منزل روزانہ مختلف اوقات میں، مختلف احوال میں: چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے پڑھ لیا کرتا ہوں: أَتَفَوَّقُهُ تَفَوُّقًا۔ یہ فوق سے ہے اور فوق فواقِ ناقہ سے ہے، جیسے حدیث میں آتا ہے: اَلْعِيَادَةُ فُوَاقُ نَاقَةٍ[1]: کوئی آدمی کسی بیمار کی خیر خیریت کے لیے جائے تو اتنی دیر بیٹھے۔

''أَتَفَوَّقُهُ تَفَوُّقًا'' کی تحقیق

فواقِ ناقہ کس کو کہتے ہیں؟ اونٹنی کو جب دوہتے ہیں تو دیکھا ہوگا کہ اس کا جوتھن ہوتا ہے، جو ٹوٹی ہوتی ہے، دوہنے والا جب اس کو دباتا ہے تو اندر کا دودھ نکلتا ہے پھر چھوڑ دیتا ہے تو پھر اوپر سے دوسرا دودھ آئے گا پھر دبائے گا۔ اگر پکڑے رکھے گا تو پھر آگے دودھ آنے والا نہیں ہے تو وہ جو تھوڑی دیر کے لیے چھوڑا اور دوسرا دودھ آیا، اسی کو عربی میں ''فواقِ ناقہ'' کہتے ہیں، تو عیادت والی اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ کسی کی عیادت کے لیے جاؤ تو بس تھوڑی دیر بیٹھو۔

میں اپنی نیند کو عبادت کی طرح ثواب کا باعث سمجھتا ہوں

تو حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں تھوڑا تھوڑا کر کے ۲۴ر گھنٹے میں پورا کرتا ہوں۔ پھر حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ تم کس طرح کرتے ہو؟ تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: أَنَامُ أَوَّلَ اللَّيْلِ فَأَقُومُ وَقَدْ قَضَيْتُ جُزْئِي مِنَ النَّوْمِ فَأَقْرَأُ مَا كَتَبَ اللّٰهُ لِي: میں تو ''رات'' کے شروع حصے میں سوتا ہوں،

---

(۱) شعب الإیمان، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضي الله عنه، فَصْلٌ فِي آدَابِ الْعِيَادَةِ.

کچھ رات گذرنے کے بعد اٹھ جاتا ہوں اور پھر اپنی نماز میں قرآن کی اس مقدار کو پورا کرتا ہوں، اس میں ایک جملہ انھوں نے ارشاد فرمایا جو بخاری شریف کے اندر ہے: فَأَحْتَسِبُ نَوْمَتِي كَمَا أَحْتَسِبُ قَوْمَتِي (١): میں اپنے نیند میں بھی اللہ تعالیٰ کی ذات سے ثواب کی اسی طرح امید رکھتا ہوں جس طرح کہ نماز کے اندر ثواب کی امید رکھتا ہوں۔

جن کے سونے کو فضیلت تھی اوروں کی عبادت پر

یعنی عام مسلمانوں کا اور ہمارا حال یہ ہے کہ جب ہم کوئی عبادت ادا کر رہے ہوتے ہیں تو دل میں یہ خیال آتا ہے کہ اس عبادت پر اللہ تعالیٰ ثواب عطا فرمائیں گے، احتساب کی یہ کیفیت ہوتی ہے اور یہ تو ضروری ہے، اس کے بغیر وہ عمل قابلِ قبول نہیں یعنی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ میں اپنے سونے میں اسی طرح ثواب کی امید رکھتا ہوں جس طرح عبادت میں اس کی امید رکھتا ہوں۔ اسی کو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضراتِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنی طبعی ضروریات: سونا، کھانا، پینا اللہ کے لیے کر دیا تو وہ بھی عبادت بن گئیں۔

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ قرآن کی تلاوت کو لازم پکڑو، اٹھتے بیٹھتے اس کی تلاوت کرتے رہو، جو حافظ نہیں ہیں، وہ کم سے کم ایک پارہ اور زیادہ پڑھ لیں تو بہت اچھا!۔

قرآنِ پاک کی تلاوت اور ہمارا حال

ہمارے علماء، طلبہ کو جب پوچھتے ہیں تو کیا کہتے ہیں؟ کہتے ہیں کہ کتابوں کا مطالعہ

---

(١) صحيح البخاری، باب بَعْثِ أَبِي مُوسَى وَمُعَاذٍ إِلَى الْيَمَنِ قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ.

کرتے ہیں، اسباق یاد کرتے ہیں تو تلاوت کا موقع نہیں ملتا۔ میں ان سے کہتا ہوں کہ آپ تو پڑھتے ہیں، ہم تو پڑھا رہے ہیں اور بھی بہت سارے کام ہوتے ہیں، اس کے باوجود ہمارے اکابر کے یہاں تلاوت کا کیا معمول تھا؟ ایسا تو نہیں تھا کہ وہ پڑھتے پڑھاتے نہیں تھے؟ ہم سے اچھے طریقے پر پڑھاتے تھے، پھر بھی ان کی تلاوت کا یہ معمول تھا، جیسا کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں گذرا۔

ہمارے پاس اپنے دوستوں کے پاس بیٹھنے اور گپ شپ کرنے کے لیے گھنٹوں ملتے ہیں اور قرآنِ پاک کی تلاوت اور تسبیح پڑھنے کے لیے ہمارے پاس وقت نہیں ہے، بڑے افسوس کی بات ہے، ہمارے سال کا کوئی بھی دن تلاوت سے خالی نہیں جانا چاہیے، ایسا نہیں کہ یہاں جو بند کیا تو آئندہ سال جب رمضان آئے گا تو قرآن کھولیں گے۔

تسبیحات کی بھی پابندی کیجیے

اس کے علاوہ تسبیحات کی بھی پابندی ہو: تیسرا کلمہ، درود شریف، استغفار، یہ تین چیزیں تو بڑی اہم ہیں، فضائلِ ذکر آپ نے سنی، فضائلِ درود آپ نے سنی، فضائلِ قرآن آپ نے سنی، یہ اسی لیے تو سنایا جا رہا ہے؛ تا کہ ان اعمال کی رغبت پیدا ہو، شوق پیدا ہو اور اس کے فضائل کو سن کر اس کی اہمیت تازہ ہو۔

ذکر لوگوں کے دلوں میں ذاکر کی محبت پیدا کرتا ہے

دیکھو! اللہ کا ذکر بڑی عجیب وغریب چیز ہے، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جو وصیت فرمائی، اس میں یہ بھی ہے کہ تم اللہ کا ذکر کرو، یہ تمھارے لیے

آسمان میں ذکر کا ذریعہ یعنی محبت کا سبب ہے اور زمین میں تمہارے لیے نور ہے (۱)۔

نامساعد حالات سے بچنے اور اس میں صبر وسکون کی نعمت حاصل ہونے کا نسخہ

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿فَاذْكُرُونِي اَذْكُرْكُمْ﴾: تم مجھے یاد کرو، میں تمھیں یاد کروں گا۔ یہ اللہ کو یاد کرنا بڑا اہم ہے۔ آج ہمارے اوپر مصیبتیں آتی ہیں، غم اور پریشانیاں ہیں، حالات سے دوچار ہیں۔ اگر کوئی آدمی اللہ کی یاد میں مشغول رہے تو اس کو یہ حالات پیش نہیں آئیں گے اور اگر آئیں گے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو وہ صبر وسکون اور طمانینت کی وہ کیفیت عطا فرمائیں گے کہ ان حالات میں دوسرا کوئی آدمی اس کا اندازہ نہیں لگا سکتا، اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ﴾ [الرعد:۲۸]۔

بھائی! ایک بادشاہ کسی کو اپنے دھیان میں رکھے۔ تم کسی بڑے کے دھیان میں ہو، اس کی توجہ کے اندر آتے ہو تو کیا آپ پر کوئی مصیبت آسکتی ہے؟ کوئی دشمن آپ کو نقصان پہنچا سکتا ہے؟ حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے یہ کہا تو حضرت نے فرمایا کہ تم اللہ کی یاد میں مشغول رہو۔ جب تم اللہ کی یاد میں مشغول رہو گے

---

(۱) وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال: قُلْتُ: يَارَسُولَ اللهِ، أَوْصِنِي. قَالَ: أُوْصِيْكَ بِتَقْوَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ، فَإِنَّهُ أَزْيَنُ لِأَمْرِكَ كُلِّهِ قُلْتُ: زِدْنِي. قَالَ: عَلَيْكَ بِتِلَاوَةِ الْقُرْآنِ، وَذِكْرِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ، فَإِنَّهُ ذِكْرٌ لَكَ فِي السَّمَاءِ وَنُورٌ لَكَ فِي الْأَرْضِ. (شعب الإيمان، فَصلٌ فِي فَضْلِ السُّكُوتِ عَنْ كُلِّ مَا لَا يَعْنِيهِ، وَتَرْكِ الْخَوْضِ فِيهِ.)

تو اللہ تعالیٰ تم کو یاد کریں گے اور جس کو اللہ یاد کریں، اس پر کیا آفت آسکتی ہے؟

ہر عبادت کو فرض کرنے کی غرض اللہ کی یاد ہے

یہ ذکر اللہ بہت اہم چیز ہے، اسی سے ہماری زندگیوں میں تبدیلی آتی ہے اور ذکر کے فضائل تو بے شمار ہیں، ساری عبادات اسی کے لیے تو مشروع کی گئی ہیں، نماز جیسی نماز بھی اسی غرض کے لیے فرض کی گئی ہے: ﴿وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ﴾ [طه: ١٤]: نماز اس لیے فرض کی گئی ہے کہ آدمی اللہ کو یاد کرنا سیکھے۔

کلماتِ ذکر ایک جملے میں مرتب کرنے کی غرض

ذکر اللہ میں بھی جو مسنون ہے، جیسے تیسرا کلمہ ہے۔ یہ تیسرا کلمہ ہم جس ترتیب سے پڑھتے ہیں، حدیث میں اس ترتیب سے نہیں آیا ہے بلکہ ہمارے بزرگوں نے ان کلماتِ ذکر کو جن کی احادیث میں فضیلت آئی ہے، ایک ترتیب دی ہے؛ تا کہ لوگوں کے لیے یاد کرنا آسان ہو جائے۔

جیسا کہ آپ تجوید کی کتابیں پڑھتے ہیں، نحو اور صرف کی کتابیں پڑھتے ہیں کہ یہ حروفِ جارّہ ہیں، یہ فلاں حروف ہیں تو ان حروف کو الگ الگ یاد کرنا چوں کہ مشکل ہے؛ اس لیے علماء نے آسانی کے لیے ان حروف کو ایک جملے کے اندر جمع کر دیا۔ اسی طرح حروفِ استعلاء ہیں، حروفِ قلقلہ ہیں کہ وہ قُطْبُ جَدٍّ ہیں۔ یہ ایک بے معنی جملہ ہے لیکن اس کی وجہ ہی یہ ہے کہ اگر یہ جملہ یاد کر لو گے تو قلقلہ کے جو یہ پانچ حروف ہیں، وہ آپ کو آسانی سے یاد ہو جائیں گے۔

غیر مقلدین: ایک عجیب مخلوق اور جماعت

یہی حال ان کلماتِ ذکر کا ہے۔ یہ غیر مقلدین کے اشکال کا جواب ہے۔ یہ غیر مقلدین بھی ایک عجیب قوم ہے، عجیب مخلوق ہے۔ اللہ کے جو بندے اللہ کی یاد میں مشغول ہوتے ہیں، ان کے دلوں میں بھی وسوسے ڈال کے ان کو اللہ کی یاد سے ہٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ تمھاری کتابوں تعلیم الاسلام وغیرہ میں یہ تیسرا کلمہ لکھا ہوا ہے، یہ کون سی کتاب میں ہے؟ یہ کلمہ اگرچہ اس طرح مرتب احادیث میں نہیں ہے لیکن مختلف احادیث میں وارد کلماتِ ذکر کو آسانی کے ساتھ یاد کرنے کے لیے ہمارے بزرگوں نے ایک ترتیب دی ہے۔ اس جملے میں یہ سارے کلماتِ ذکر آجاتے ہیں۔

ہمارے بچپن کے زمانے میں پانچ کلمے تھے اور اب جو کتابیں آتی ہیں، اس میں سات تک ہیں، ان میں بڑھایا گیا ہے، ایمانِ مفصل اور ایمانِ مجمل کا اس میں اضافہ کیا گیا ہے، وہ بھی اسی لیے ہے۔ میں یہ اس لیے کہہ رہا ہوں کہ کبھی اس قسم کے اعتراضات ہوجاتے ہیں تو بے چارے اہلِ علم بھی خاموش ہوکر بیٹھ جاتے ہیں تو ان کا جواب سمجھ میں آجاوے؛ اس لیے یہ بتا رہا ہوں۔

درود کا بھی اہتمام ہو

تیسرے کلمے کے علاوہ درود شریف کا بھی اہتمام ہونا چاہیے۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کتنے حقوق ہم پر ہیں! آپ کے صدقے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں ایمان کی دولت عطا فرمائی۔ اگر آپ ہمیں نہ کہتے، تو بھی آپ کا یہ حق تھا کہ ہم آپ پر درود بھیجتے،

چہ جائے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو اس کی تاکید فرمائی: صَلُّوا عَلَيَّ [1]: مجھ پر درود بھیجو۔ نیز فرمایا: فَإِنَّهُ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلاَةً صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا کہ: جو آدمی مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس پر دس رحمتیں بھیجتے ہیں [2]۔

کہاں میں اور کہاں یہ نکہتِ گل

درود میں فائدہ ہی فائدہ ہے اور یہ تصور کتنا خوش کُن ہے کہ آپ اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے درود شریف پڑھ رہے ہیں، آپ یہ سوچئے کہ یہ درود میری زبان سے نکلا اور اسی وقت فرشتے اس کو لے کر نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بابرکت خدمت میں پیش کر رہے ہیں، میں یہاں بیٹھا ہوا ہوں، ہندوستان، ڈابھیل کے ایک کونے میں بیٹھا ہوا ہوں، وہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں ہمارا پڑھا ہوا درود پیش کیا جا رہا ہے، کتنی بڑی چیز ہے! کہاں ہماری یہ گندی زبان اور کہاں اس سے نکلا ہوا یہ درود!! اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنے کی یہ برکت کہ اللہ نے اس کو وہ مقام دیا کہ فرشتوں کی جماعت اس کو اس طرح لے کر جاتی ہیں، جیسے تحفہ لے کر کے جاتے ہیں، ہمارے درود کی کیا حیثیت تھی؟

کثرتِ درود عشقِ رسول میں اضافے کا سبب ہے

ہم تو لوگوں کے سامنے بولتے ہیں تو کوئی ہماری باتوں کو خاطر میں بھی لاتا نہیں

---

(۱) السنن الکبری للنسائی، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَارِجَة رضی اللہ عنہ، كَيفَ الصَّلاَةُ عَلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، رقم الحدیث: ۹۷۹۸۔

(۲) صحیح مسلم، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما، بَابُ الْقَوْلِ مِثْلَ قَوْلِ الْمُؤَذِّنِ لِمَنْ سَمِعَهُ، ثُمَّ يُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الخ۔

ہے، مسترد کردیتا ہے، یہاں اس زبان سے نکلے ہوئے درود کو فرشتوں کی جماعت اس کو لے جا کر نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتی ہے [1]۔ ذرا اس کا تصور کیجیے اور اس تصور کے ساتھ درود پڑھیے، کیسا مزا آئے گا، کیسا لطف آئے گا! بار بار اس کا تصور کریں گے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت بھی بڑھے گی۔

استغفار کا بھی اہتمام کیجیے

اس کے علاوہ استغفار کا اہتمام کریں۔ اٹھتے بیٹھتے چھوٹے بڑے گناہ تو ہم سے ہو ہی جاتے ہیں۔ میں کہا کرتا ہوں کہ صبح کے وقت نہا دھو کر آپ نے کپڑے بدلے اور آفس گئے اور شام کو واپس آئے تو جانے آنے کے درمیان گرد وغبار کے ذرّات آپ کے کپڑوں کو لگ جاتے ہیں تو شام کو آکر کے ان کو جھاڑتے ہیں اور ایک دو دن کے بعد بدل دیتے ہیں، دوسرے پہنتے ہیں۔ اگر ان کپڑوں کو شام کے وقت آپ نہ جھاڑیں، یوں ہی پہنے رہیں تو ایک دن آئے گا کہ ان ذرّات کے جمع ہو جانے کی وجہ سے کپڑے ایسے کالے ہو جائیں گے کہ کوئی دیکھ بھی نہیں سکتا۔

گناہوں کی کثرت دل کو سیاہ اور بے توفیق بنا دیتی ہے

گناہوں کا بھی یہی حال ہے، گناہوں کی وجہ سے دل کے اندر کالا نکتہ پڑ جاتا ہے، توبہ کرتا ہے تو وہ مٹ جاتا ہے، ورنہ باقی رہتا ہے پھر دوسرے گناہ سے دوسرا اور تیسرے

---

(۱) صحیح احادیث سے یہ مضمون ثابت ہے، ابوداود شریف میں ہے: صَلُّوا عَلَيَّ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ تَبْلُغُنِي حَيْثُ كُنْتُمْ. (سنن أبوداود، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللّٰه تعالیٰ عنه، بَابُ زِيَارَةِ الْقُبُورِ)

گناہ سے تیسرا نکتہ لگتا ہے، اگر توبہ اور استغفار نہیں کرتا تو یہ نکتے بڑھتے بڑھتے پورا دل سیاہ پڑ جاتا ہے۔ قرآنِ پاک میں جو باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾ [المطففين:١٤] ان کے دلوں کے اوپر زنگ لگ گیا، اس کا یہی مطلب ہے اور اس کی وجہ سے اس کو نیکی کی توفیق نہیں ہوتی (١)۔ بعض لوگ ایسے بے توفیق ہوتے ہیں کہ ساری دنیا ان کو سمجھاتی ہے لیکن ان کو نیکی کی توفیق نہیں ہوتی، اللہ ہماری حفاظت فرمائے۔ (آمین)

توبہ کی وجہ سے گناہ بالکلیہ معاف کر دیا جاتا ہے

استغفار کا اہتمام کریں اور اپنے دل کو اس کے ذریعہ دھوتے رہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ نے توبہ کا دروازہ ۲۴ ر گھنٹے کھلا رکھا ہے اور پھر عجیب وغریب معاملہ ہے کہ بندہ جب توبہ کرتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے گناہ تو معاف کر ہی دیتے ہیں، اس کے نامۂ اعمال سے بھی مٹا دیا جاتا ہے، اس کے اعضاء سے بھی بھلا دیا جاتا ہے، جس جگہ پر گناہ کیا تھا، اس جگہ سے بھی مٹا دیا جاتا ہے، ان سارے گواہوں سے بھی جو قیامت کے دن گناہ کی گواہی دینے والے تھے بھلا دیتے ہیں۔

حکیم الاسلام قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ دنیا کا دستور تو یہ ہے کہ

(١) اس آیت کی تفسیر میں محدثین نے یہ حدیث ذکر کی ہے جس میں اوپر والا مضمون بیان کیا گیا ہے: إِنَّ العَبْدَ إِذَا أَخْطَأَ خَطِيئَةً نُكِتَتْ فِي قَلْبِهِ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ، فَإِذَا هُوَ نَزَعَ وَاسْتَغْفَرَ وَتَابَ سُقِلَ قَلْبُهُ، وَإِنْ عَادَ زِيدَ فِيهَا حَتَّى تَعْلُوَ قَلْبَهُ، وَهُوَ الرَّانُ الَّذِي ذَكَرَ اللَّهُ {كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَى قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ}.
(سنن الترمذی، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، باب وَمِنْ سُورَةِ وَيْلٌ لِلْمُطَفِّفِينَ.)

دنیا کی کوئی حکومت کسی گنہگار کے گناہ کو معاف کرتی ہے تو اس کی فائل محفوظ رکھی جاتی ہے؛ تاکہ کبھی موقع آئے تو بتائے کہ یہ ہیں تمھارے کارنامے لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں معافی ایسی ملتی ہے کہ اس مسل اور فائل کو بھی ختم کردیتے ہیں، اللہ کو تو کسی کی پروا نہیں ہے۔

۲۴ر گھنٹوں میں کم سے کم دو مرتبہ تسبیحات کا حکم ہے

تو تسبیحات میں تین چیزوں کا اہتمام کرنا ہے: (۱) تیسرا کلمہ (۲) درود شریف (۳) استغفار۔ ہمارے اکابر اس کا بھی بڑا اہتمام فرماتے تھے، صبح وشام ان تسبیحات کو پڑھنا ہے: ﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا﴾ [الأحزاب: ۲۳، ۲٤] ۲۴ر گھنٹے میں ایک مرتبہ نہیں بلکہ ۲۴ر گھنٹے میں دو مرتبہ۔ کھانا بھی تو صبح وشام ہوتا ہے بلکہ اب تو بڑھ گیا ہے۔

تسبیحات کا وقت

بہرحال! ان تسبیحات کو دو مرتبہ پڑھنا ہے: ایک تو صبح کے وقت جس کا وقت صبح سے لے کر چاشت، ضحوۂ کبری تک رہتا ہے یعنی تقریباً ۱۱ر بجے تک۔ اور شام کی تسبیحات کا وقت زوال سے شروع ہوتا ہے اور رات تک رہتا ہے۔ اس وقفے کے اندر آدمی کو چاہیے کہ ان تینوں تسبیحات کو پڑھ لے۔

ہمارے اسلاف کی نگاہوں میں تسبیحات کی اقلِ مقدار

اب اس کی مقدار کیا ہے؟ تو ہمارے پرانے اکابر جو تھے، وہ تو مرید ہونے والوں

کو ۳۰۰/۳۰۰ بتایا کرتے تھے؛اس لیے کہ باری تعالیٰ حکم دیتے ہیں: اُذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا ،اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کثرت کی اقلِ مقدار ۳۰۰/ ہے؛ لہٰذا ۳۰۰/مرتبہ پڑھیں گے تو اُذْکُرُوا اللّٰہَ کا اقل درجہ ہمیں حاصل ہوگا، یہ کُلّی مُشکِّک ہے؛اس لیے اس کا اقلِ درجہ یہی ہے،اس سے کم نہیں ہے۔

لیکن اب لوگ اپنی مشغولیوں کا رونا رونے لگے؛اس لیے ہمارے موجودہ اکابر نے کہا کہ ۳۰۰/نہیں تو ۱۰۰/۱۰۰/مرتبہ تو پڑھ لو تو تیسرا کلمہ، درود شریف اور استغفار، یہ تینوں صبح وشام ۱۰۰/۱۰۰/مرتبہ پڑھنا ہے،اس کی عادت ڈالو۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

ہمارے اہلِ علم حضرات یوں سمجھتے ہیں کہ یہ تو عام لوگوں کے لیے ہے، ہمارے لیے کوئی خاص ذکر ہوگا۔حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے درخواست کی تھی کہ اے اللہ! کوئی خاص ذکر مجھے عطا فرمایئے،جس سے میں آپ کو یاد کیا کروں۔اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ لَا إِلَہَ إِلَّا اللّٰہُ پڑھا کرو۔انھوں نے عرض کیا کہ یہ تو سب پڑھتے ہیں تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ اس سے بڑھ کر کوئی خاص ذکر ہے ہی نہیں۔

حقیقت تو یہ ہے کہ یہی وہ چیزیں ہیں جو ہمیں اللہ کا قرب دلانے والی ہیں،ان کو اپنے دل ودماغ کے اندر نوٹ کرلو،خالی لطف اور مزا اٹھانے کی چیز نہیں ہے، یہ نہیں کہ مجلس ختم ہوئی تو کہنے لگے کہ آج تو بہت اچھا بیان ہوا،آج ہمارا مزاج یہ بھی بن گیا ہے۔

ہماری امت ذہنی عیّاشی کا شکار ہے

حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ جو ہمارے بڑوں میں سے ہیں، وہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ ذہنی عیاشی ہے، آج امت ذہنی عیّاشی کا شکار ہو چکی ہے، یہ وعظ وتقریر کی مجلس میں جاتے ہیں تو ان کو کہتے ہوئے سنتے ہیں کہ بڑا مزا آ گیا اور اگر ذرا سخت باتیں مقرر نے کہہ دیں تو کہتے ہیں کہ آج تو ''بہت لیا'' یعنی بہت لتاڑا، اس کے بعد آگے کچھ نہیں، ایک کان سے سنا اور دوسرے کان سے نکال دیا۔

اہلِ علم ذکر میں کتنا وقت لگائیں؟

آج کچھ پلّے باندھ لو، کچھ نیتیں کرلو کہ ان باتوں پر ہمیں عمل کرنا ہے، یہ تو ادنی درجہ ہے، قرنِ اول اور قرنِ ثانی میں تو عام لوگ بھی اس سے کچھ زیادہ کیا کرتے تھے۔ ڈاکٹر اسماعیل صاحب کی ایک کتاب ہے: تربیت السالکین، اس میں انھوں نے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی بہت سی باتوں کو جمع کیا ہے، ایک جگہ پر لکھا ہے کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اہلِ علم کو تو چاہیے کہ ان کے ۲۴ر گھنٹوں میں سے ڈیڑھ، دو گھنٹے ذکر میں لگنے چاہئیں۔ ذکر کی مختلف شکلیں: یہ تسبیحات، قرآن کی تلاوت، دعا، یہ ساری چیزیں ملاک اس میں ڈیڑھ دو گھنٹے لگنے چاہیے۔ آج ہمارا حال یہ ہے کہ ۲۴ر گھنٹوں میں سے آدھا گھنٹہ بھی اس میں لگتا نہیں ہے۔

بیٹھ کر اطمینان کے ساتھ ذکر کرنا بہتر ہے

ذکر ویسے تو چلتے پھرتے بھی کر سکتے ہیں لیکن اگر ایک جگہ پر بیٹھ کر کریں تو بہت

اچھا! اس میں جی بھی لگے گا اور فائدہ بھی زیادہ ہوگا اور جیسا کہ میں کہا کرتا ہوں کہ جب ہم کھانا کھاتے ہیں تو کیا کرتے ہیں؟ پہلے دسترخوان بچھائیں گے، پلیٹیں رکھیں گے پھر روٹی سالن وغیرہ چیزیں آئیں گی اور پھر بڑے چاؤ کے ساتھ، بڑے اطمینان کے ساتھ کھائیں گے۔

حالاں کہ کبھی سفر ہوتا ہے: آپ گجرات ایکسپریس میں بیٹھ کر ممبئی جارہے ہیں، بیٹھنے کے لیے جگہ نہیں ملی، کھڑے کھڑے ہی جارہے ہیں تو اب دوپہر کا کھانا اطمینان سے کھانے کا کہاں موقع ہوتا ہے، کوئی اسٹیشن آیا، ٹرین رکی تو وہاں سے پوری کچوری وغیرہ لے کر کھڑے کھڑے ہی کھالیتے ہیں تو کھڑے کھڑے بھی کھا سکتے ہیں اور بہت سے لوگ کھاتے بھی ہیں لیکن اس کی عادت نہیں ہے، عادت تو بیٹھ کر اطمینان کے ساتھ کھانا کھانے کی ہے۔ اسی طریقے سے یہ تسبیحات بھی چلتے پھرتے پڑھ سکتے ہیں لیکن بیٹھ کر اطمینان کے ساتھ پڑھنے کی عادت ڈالو۔

فجر کی نماز کے بعد سونے کا عجیب رواج

ہمارے اکابر فجر کی نماز کے بعد کبھی سوتے نہیں تھے۔ ہم جس دور سے گذر رہے ہیں، لوگوں نے پتہ نہیں کیسے عجیب عجیب طریقے جاری کردئے ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ ہمارے بچپن میں کبھی صبح کے وقت سونے کا کوئی تصور بھی نہیں کرسکتا تھا، دکانیں بھی صبح صبح کھل جاتی تھیں اور اب تو کوئی کچھ خریدنا چاہے تو دکانیں بھی دس بجے سے پہلے کھلتی نہیں، اس زمانے میں فجر کے بعد سونے کا عجیب رواج ہوگیا ہے، حالاں کہ فجر کے بعد

تو اشراق تک معمولات ہوا کرتے ہیں۔

ہمارے اکابر رمضان جیسے رمضان میں جس میں پوری رات عبادت کرتے تھے تو بھی فجر کے بعد فوراً سوتے نہیں تھے، اشراق کے بعد سوتے تھے۔ خیر! فجر کے بعد مغرب کے بعد اپنے آپ کو مشغول کر کے ان تسبیحات کو پڑھنے کا اہتمام کریں۔

تلاوتِ قرآن کے معمول کو پورا کرنے کا آسان طریقہ

تلاوت کا بھی اہتمام کریں۔ میں کہا کرتا ہوں کہ جو حافظ نہیں ہیں، وہ یہ عادت ڈالیں کہ اذان ہوتے ہی مسجد جائیں، ہمارے یہاں فجر کی اذان ۳۵/ ۴۰ منٹ جلدی ہوتی ہے، ظہر کی اذان آدھا گھنٹہ پہلے ہوتی ہے، عصر اور عشاء ۱۵/ ۲۰ منٹ پہلے ہوتی ہے تو ان نمازوں کے اوقات میں آپ اذان ہوتے ہی مسجد پہنچ جانے کی عادت ڈالیں گے تو سنت پڑھنے کے بعد آپ کو اتنا وقت مل جائے گا کہ آپ آسانی کے ساتھ قرآن کی تلاوت کر سکیں گے۔

حضرت دامت برکاتہم کا اپنا معمول

میرا اپنا معمول میں آپ کو بتاؤں کہ میری اپنی عادت یہی ہے کہ فجر، ظہر میں جلدی پہنچ کر، سنت وغیرہ سے فارغ ہو کر تلاوت کے اندر لگ جاتا ہوں تو اسی کے اندر آسانی سے معمول پورا ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی کرنا چاہے تو اس سے بھی زیادہ تلاوت ہو سکتی ہے، ورنہ؛ ع ”تو ہی اگر نہ چاہے تو باتیں ہزار ہیں“

جیسا معاملہ ہوتا ہے۔

سفر میں ان اذکار کے علاوہ دیگر مسنون اذکار کا بھی اہتمام کریں

ان تین تسبیحات کے علاوہ اگر اول کلمہ لَا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ کی تسبیح بھی پڑھ لیں تو بہت اچھا ہے۔ یہ سب مسنون اذکار ہیں، اس کے علاوہ بھی مسنون اذکار ہیں، جیسے: سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ، سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ ہے۔ اگر ایسے اذکار گھر پر رہتے ہوئے پڑھنے کا موقع نہ ملے تو میں کہا کرتا ہوں کہ جب ہم سفر میں جاتے ہیں تو سفر میں تو ہمارے پاس کوئی کام ہوتا نہیں۔ مثلاً چار گھنٹے کا سفر ہے تو روزانہ تو ہمارے یہ چار گھنٹے کاروبار اور کاموں میں لگتے تھے، اب یہ چار گھنٹے ٹرین میں یا بس میں بیٹھے ہوئے ہیں تو اس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ان اذکارِ مسنونہ کو بھی پڑھ لیں۔

سفر میں لوگوں کی ایک بری عادت

بہت سے لوگ تو کیا کہتے ہیں کہ سفر کی وجہ سے تسبیحات چھوٹ گئیں! میں کہا کرتا ہوں کہ ہم تو سفر میں اور دنوں سے زیادہ پڑھ لیتے ہیں؛ کیوں کہ اور دنوں میں اتنا وقت ملتا نہیں لیکن سفر میں مل جاتا ہے۔ آج کل لوگوں کی ایک عادت بن گئی ہے کہ ٹائم پاس کرنے کے لیے ''چتر لیکھا'' لو، فلاں میگزین لو، فلاں اخبار خریدو- اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ- ارے بھائی! تسبیح لو، قرآن لو، دعا کی کتاب لو، ہمارے سفر کا وقت اسی میں گذر جانا چاہیے۔

تو میں یہ کہا کرتا ہوں کہ بعض تسبیحات وہ ہیں جن کو اور دنوں میں پڑھنے کی نوبت نہیں آتی جیسے: سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ، سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ ہے۔ ختمِ بخاری کے موقع پر اس کی ایک گونج پیدا ہوتی ہے، سب پڑھتے ہیں لیکن اس کے بعد کسی کو

پورے سال یہ جملہ اپنی زبان پر لانے کی توفیق نہیں ہوتی۔

تو میں کہا کرتا ہوں کہ سفر میں روزانہ کی تسبیحات کو پورا کر لینے کے بعد سوچو کہ سُبۡحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمۡدِهٖ، سُبۡحَانَ اللّٰهِ الۡعَظِيۡمِ اس کی بھی فضیلت ہے تو اس کو بھی ۱۰۰، ۲۰۰، ۳۰۰ ر مرتبہ جتنی اللہ توفیق دے، پڑھ لو۔

چوتھے کلمے کی فضیلت

اور اس کے حصول کے لیے حضرت ابنِ عمرؓ کی تگ ودو

اس کے علاوہ چوتھا کلمہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحۡدَهٗ لَا شَرِيۡكَ لَهٗ، لَهُ الۡمُلۡكُ، وَلَهُ الۡحَمۡدُ، يُحۡيِي وَيُمِيتُ، بِيَدِهِ الۡخَيۡرُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيۡءٍ قَدِيۡرٌ ہے، اس کی بھی بڑی فضیلت آئی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تو اس کلمے کو پڑھنے کے لیے مستقل بازار میں جایا کرتے تھے: تاکہ وہ فضیلت جو آئی ہے، وہ حاصل ہو جائے۔

یہ حضراتِ صحابہ اتنے شوقین تھے کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہر چیز کو جلدی سے لینے اور اس کی طرف لپکنے کے عادی ہو گئے تھے۔ جس طرح ہمارا حال دنیا کے معاملے میں ہے، وہی ان کا حال آخرت کے معاملے میں تھا۔

سفر معمولات کو چھوڑنے کا عذر نہیں ہے

بہر حال! سفر معمولات کو چھوڑنے کا کوئی عذر نہیں ہے بلکہ جیسا کہ میں نے کہا کہ سفر میں معمولات کی ادائیگی کے لیے وقت زیادہ ملے گا؛ اس لیے اس میں تسبیحات روزانہ سے زیادہ پڑھ سکیں گے۔ رہی نماز تو نفل نماز تو سفر میں بھی نیت باندھ کر بیٹھے

بیٹھے پڑھ سکتے ہیں اور فرض نماز کے لیے شریعت نے سفر میں قصر کی فیسیلیٹی (facility) دے رکھی ہے۔

اہلِ علم بھی سال بھر تسبیحات کو نہ چھوڑیں۔ آج اہلِ علم کا مزاج یہ ہوگیا ہے کہ مہینے گذر جاتے ہیں اور یہ تسبیحات پڑھنے کی نوبت آتی نہیں ہے، ایسا نہیں ہونا چاہیے، اس کی عادت ڈالو۔

ذکرِ جہری بہ طورِ علاج ہمارے اکابر کا تجویز کردہ ایک طریقہ ہے

اور ذکرِ جہری ہے۔ یہ جتنے بھی اذکار ہیں، جیسا کہ میں نے پہلے بتایا کہ مسنون ہیں، یہ ذکرِ جہری مسنون نہیں ہے، یہ تو ہمارے اکابر نے علاج کے طور پر تجویز کیا ہے۔ ہمارا نفس اتنا غافل ہوگیا ہے کہ جب ہم تسبیحات پڑھتے ہیں تو اس سے ہمارے قلب کی جو کیفیت ہونی چاہیے، وہ پیدا نہیں ہوتی، اس کیفیت کو پیدا کرنے کے لیے ذکرِ جہری اور ضربیں لگانے کا طریقہ اختیار کیا جاتا ہے؛ تاکہ غفلت دور ہو، حرارت پیدا ہو۔

مشائخِ چشتیہ کے یہاں لطیفۂ قلب پر زیادہ محنتیں ہوتی ہیں

اہلِ علم جو علمی اور دینی مشاغل میں مشغول ہیں، ان کو یہ طریقہ اختیار کرنا چاہیے، ہمارے تمام اکابر اس کی بڑی تاکید کرتے تھے۔ خاص کر کے لطیفۂ قلب۔ ہمارے چشتیہ کے یہاں تو اسی پر محنت ہوتی ہے۔ مشائخِ نقشبندیہ کے یہاں لطائفِ ستہ پر بحث کرتے ہیں، ہمارے بہت سے متعلقین آکر کے کہتے ہیں؛ کیوں کہ آج کل حضرت مولانا پیر ذوالفقار نقش بندی دامت برکاتھم کے بیانات وغیرہ کثرت سے آتے ہیں جس

سے لوگ بہت کچھ سیکھتے ہیں تو آ کر کے ان لطائف کے بارے میں پوچھتے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ: ہمارے اکابر نے تو صرف لطیفۂ قلب کے اوپر محنت کی ہے۔

لطیفۂ قلب کیا ہے؟

لطیفۂ قلب کیا ہے؟ حدیث میں آتا ہے: أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً: إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ (۱)۔ آپ قلب کو ٹھیک کر لیں گے تو سارا معاملہ ٹھیک ہو جائے گا۔ فرماتے ہیں کہ یہ ذکرِ جہری تو جھاڑو ہے جھاڑو، اور قلب کا سارا خس وخاشاک نکال دیتا ہے۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلۂ نقشبندیہ جاری کرانے کی درخواست اور آپ کا انکار

حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے والد مولانا حبیب اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے، وہ سلسلۂ نقشبندیہ میں حضرت مولانا فضلِ رحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے، حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ چشتیہ طریقے سے سلوک طے کرنے کے بعد نے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی تھی کہ نقشبندی سلسلہ بھی ہو تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کی ضرورت نہیں ہے، یہ کافی ہے۔

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شیخِ ثانی سے بیعت کی تفصیل

ویسے ہمارے سلسلے میں دونوں ہیں۔ یاد رکھئے! حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پہلے پیر سید نصیر الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تھے اور وہ سلسلۂ نقشبندیہ میں تھے اور

حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق رکھنے والے تھے۔حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ان سے تعلق تھا اور ان کی طرف سے اجازت بھی ملی تھی۔ان کے انتقال کے بعد حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ قبل اس کے کہ کسی کی طرف رجوع کریں، نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہاتھ پکڑ کر ایک بزرگ کے ہاتھ میں دے دیا۔

اب حضرت میانجی رحمۃ اللہ علیہ کو کبھی دیکھا نہیں تھا؛اس لیے پریشان ہیں کہ وہ کون بزرگ ہیں جن کے ہاتھ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرا ہاتھ دیا۔اپنی اسی پریشانی کے عالم میں جلال آباد میں حضرت مولانا قلندر صاحب، محدثِ جلال آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے ملے۔وہ حضرت مفتی اِلٰہی بخش کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے اور حضرت مفتی اِلٰہی بخش کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ عبد العزیز محدثِ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سے تھے اور انھوں نے مثنوی تکمیل کی تھی اور حضرت مولانا قلندر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی خود حضرت مفتی اِلٰہی بخش کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی تھی، بڑے محدث اور بڑے بزرگ تھے بلکہ ان کے متعلق آتا ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملاقات کراتے تھے۔

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مولانا قلندر صاحب سے دوستی کا تعلق تھا؛اس لیے ان کے پاس آئے اور اپنا خواب بیان کیا تو انھوں نے کہا کہ ایک کام کرو: لوہاری جاؤ– یہ لوہاری جلال آباد کے پاس ایک قصبہ ہے۔لوگ حضرت میانجی صاحب کے حجرے کی زیارت کرنے کے لیے وہاں جاتے ہیں– وہاں ایک بزرگ رہتے ہیں جو بچوں کو قرآن پڑھاتے ہیں، وہاں جا کر ان سے ملاقات کرلو،ممکن ہے کہ تمھارے اس خواب

کا کوئی حل وہاں نکل آئے۔

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اپنے شیخ سے پہلی ملاقات

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب ان کی ہدایت پر لوہاری گئے تو حضرت میانجی صاحب تو حجرے کے اندر تھے، ان کے جوتے باہر رکھے ہوئے تھے، ان پر نظر پڑی تو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہی جوتے پہنے ہوئے تھے اور جب حجرے کے اندر گئے اور چہرے پر نظر پڑی تو کہا کہ یہی وہ بزرگ ہیں، جا کر ان کے قدموں میں پڑ گئے۔ حضرت نے انھیں اٹھا کر اپنے سینے سے لگایا اور فرمایا کہ آپ کو اپنے خواب پر بہت اعتماد ہے!۔

ہمارا سلسلہ چشتیت اور نقشبندیت سے مرکب ہے

بہر حال! یہ حضرت میانجی نور محمد صاحب جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ ہیں۔ ان کے شیخ حضرت حاجی عبد الرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے پاس سلسلۂ چشتیہ تھا لیکن حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کا جب دورہ ہوا تو حضرت ان سے بھی بیعت ہوئے اور ان سے بھی ان کو اجازت ملی۔ چناں چہ حضرت حاجی عبد الرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت میانجی رحمۃ اللہ علیہ سے باقاعدہ بلا کر ان کو بھی بیعت کرایا۔

تو ہمارا یہ سلسلہ یوں سمجھئے کہ خالی چشتیہ نہیں ہے بلکہ حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تو تاریخِ دار العلوم میں بڑی تفصیل سے حضرت میانجی نور محمد صاحب جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ نقل کیا ہے کہ یہ تو چشتیت اور نقشبندیت کا مجموعہ ہے،

ویسے عام طور پر چشتیہ کہتے ہیں لیکن اس میں نقشبندیت بھی ہے۔

یک در گیر، محکم بگیر

بہر حال! لطیفۂ قلب اور لطائفِ ستہ والی بات چل رہی تھی۔ آج کل لوگوں کا مزاج یہ ہو گیا ہے کہ وہ چاہتے ہیں کہ ہم ایک دن میں بزرگ بن جائیں تو یوں سمجھتے ہیں کہ وہاں حضرت پیر صاحب دامت برکاتھم کے پاس جائیں گے تو ایک دو دن میں عرشِ مُعلّٰی پر پہنچنا نصیب ہو جائے گا تو نہ وہاں، نہ یہاں، کہیں کے رہتے نہیں۔ بھائی اس طریق کے اندر تو توحیدِ مطلب اور ’’یک در گیر، محکم بگیر‘‘ والا معاملہ مطلوب ہے، توحیدِ مطلب کا یہ مطلب ہے کہ مرید اپنے شیخ کے متعلق یہ یقین کرے کہ مجھے جو فائدہ پہنچے گا، وہ اسی سے پہنچے گا۔

اپنے شیخ کے ساتھ اس طرح کا والہانہ تعلق ہونا چاہیے

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ آج اگر مجلس میں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے ہوئے ہیں اور حضرت جنیدِ بغدادی رحمۃ اللہ علیہ آ جائیں تو ہم ان کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھیں گے۔ آدمی یوں سمجھے کہ میں نے جس کے ساتھ بیعت کا تعلق قائم کیا ہے، مجھے اگر فائدہ پہنچے گا تو اسی سے پہنچے گا۔

حضرت صوفی اقبال صاحب نے ایک مثال دی ہے کہ جیسے ایک عورت کا کسی مرد سے نکاح ہو تو دنیا میں اس کے شوہر سے بھی زیادہ کمال اور جمال والے آدمی ہیں لیکن اس عورت کی نسل اور بچوں کا سلسلہ ہوگا تو اسی شوہر سے ہوگا۔

یہ حضراتِ اکابر بڑے باغیرت ہوتے ہیں، ایسی چیزیں بیان کرنے میں ان کو حجاب اس لیے ہوتا ہے کہ لوگ یہ سمجھنے لگیں گے کہ میرے ساتھ جوڑنے کے لیے ایسی باتیں کر رہا ہے۔

ہمارے اکابر کے یہاں ذکرِ جہری کی اہمیت

ذکرِ جہری کی بات ہو رہی تھی۔ میں اہلِ علم سے، دعوت وتبلیغ سے جڑے ہوئے لوگوں سے اور ان تمام لوگوں سے جو دین کے کام کو اپنا مشن بنائے ہوئے ہیں، ان سبھی سے اس کی تاکید کرتا ہوں، ہمارے اکابر نے اس کی بڑی اہمیت بیان کی ہے بلکہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ''اکابر کا رمضان'' میں لکھا ہے کہ میں نے حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ موت تک ذکرِ جہری نہیں چھوڑا، رمضان کے علاوہ عام دنوں میں تو تہجد کے بعد کرتے تھے اور رمضان میں عصر کے بعد سے مغرب تک کرتے تھے، اور بھی تمام اکابر کا یہی حال رہا۔

حضرت شاہ عبدالقادر رائپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تم کو کوئی کتنے ہی وسوسے ڈالے، گمراہ کرے لیکن اس کو مت چھوڑیو؛ اس لیے ذکرِ جہری کا اہتمام کیجیے۔ جو لوگ ذکر جہری شروع کر رہیں، ان کا بھی یہی حال ہے کہ یہاں سے گئے اور گھر جا کر ایک مہینے تک کیا پھر چھوڑ دیتے ہیں، عجیب معاملہ ہے!

معمولات کا چھوٹنا اپنی محنت پر پانی پھیرنا ہے

یہ معمولات کا چھوٹنا سمجھ میں آنے والی بات نہیں ہے، یہ ہم اپنی محنتوں پر پانی

پھیر رہے ہیں۔ یہ تو ایسا ہی ہے کہ ایک پودا آپ نے لگایا، پانی آپ دے رہے ہیں اور دیتے دیتے دو مہینے کے بعد پانی دینا آپ نے چھوڑ دیا تو وہ پودا خشک ہو جائے گا، اب پانی دیں گے تو بھی وہ دوبارہ ہرا ہونے والا نہیں ہے، اب تو نیا پودا لگانا پڑے گا۔

یہ معمولات کوئی معمولی چیز نہیں ہے، اس کا اہتمام ہونا چاہیے۔ کھانا چھوڑ دیجیے، چائے چھوڑ دیجیے لیکن اپنی تلاوت، اپنا ذکر، اپنی تسبیحات، اپنی دعا، باجماعت نماز کی ادائیگی، ان میں سے کسی میں بھی کمی نہیں آنی چاہیے، کچھ بھی ہو جائے، دنیا اِدھر سے اُدھر ہو جائے لیکن ہمارے معمولات اپنی جگہ پر پوری پابندی کے ساتھ ادا ہونے چاہئیں۔ جب تک کہ یہ مزاج نہیں بنے گا، فائدہ ہونے والا نہیں ہے۔

معمولات اور ہمارے اہلِ علم کا طبقہ

آج ہمارے اہلِ علم کا طبقہ معمولات کے معاملے میں بڑا کمزور ثابت ہو رہا ہے۔ اچھے اچھے یہ لکھتے ہیں کہ کل فلاں معمول چھوٹ گیا، بیچ میں یوں ہو گیا۔ ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو کسی نے لکھا ہے کہ فلاں معمول چھوٹ گیا تو حضرت نے فرمایا کہ جو معمول چھوٹ گیا، وہ معمولات میں کہاں رہا، وہ تو متروکات میں سے ہو گیا۔

اذکار وغیرہ غذا ہیں اور ذکرِ جہری دوا ہے

بہرحال! ذکرِ جہری بڑی تاثیر والی چیز ہے لیکن یاد رہے کہ یہ ایک علاج اور دوا ہے اور یہ تسبیحات، ذکر، تلاوت، دعائیں، مسنون اذکار، کھاتے پیتے وغیرہ کے وقت کی دعائیں، یہ سب غذائیں ہیں۔ دوا سے آدمی کا پیٹ نہیں بھرتا لیکن اگر بیماری ہے تو

دوا کے بغیر آدمی باقی بھی نہیں رہے گا تو اصل تو غذا ہے لیکن اسی غذا کو کارگر اور مؤثر بنانے کے لیے دوائی استعمال کرتے ہیں۔ معدہ غذا کو ہضم کرے؛ اس لیے ہاضم دوائیں لیتے ہیں کہ دوا کھائیں گے تو غذا ہضم ہوگی؛ اس لیے ذکرِ جہری کا بھی اہتمام ہونا چاہیے۔

دعاؤں کا بھی اہتمام کریں

تو نماز، اس میں فرائض، سنن اور جو دوسری نمازیں ہیں، روزہ، تلاوت اور اسی طرح سے دعاؤں کا اہتمام کریں۔ دعا کی بھی عادت ڈالو! دعا تو ایک عجیب وغریب عبادت ہے، ''ہم خرما وہم ثواب'' ہماری غرض بھی پوری ہو رہی ہے اور عبادت بھی ادا ہو رہی ہے۔ بعض لوگ اس لیے دعا نہیں کرتے کہ تہجد کے بعد دعا کروں گا، اس سے بہتر ہے کہ اتنا وقت تلاوت میں لگاؤں! گویا آپ نے قرآن کی تلاوت کو تو عبادت سمجھا اور دعا کو عبادت نہیں سمجھا؛ اس لیے یہ غلط فہمی پیدا ہوئی۔ آپ دعا کو بھی عبادت سمجھتے تو یوں کہتے کہ دعا کرلوں کہ یہ بھی تو ایک عبادت اور ذکر کی ایک شکل ہے۔

دعا کا حکم اور دعا سے اعراض کرنے پر وعیدِ الٰہی

چناں چہ باری تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ﴾ [البقرة:١٨٦] اور فرماتے ہیں: ﴿ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ﴾ [غافر:٦٠] یہاں عبادت بول کر دعا مراد لی ہے کہ جو لوگ میری عبادت سے، دعا سے منہ موڑتے ہیں،

استکبار کرتے ہیں، وہ جہنم میں ذلیل اور رسوا ہو کر کے داخل ہوں گے (١)۔

نگہ الجھی ہوئی ہے رنگ و بو میں، خرد کھوئی گئی ہے چار سو میں

اتنی بڑی وعید ہے اور پھر بھی ہم دعاؤں کا اہتمام نہیں کرتے۔ اپنی معمولی معمولی غرضوں اور معمولی معمولی مقاصد کے لیے دنیا کے معمولی معمولی آدمیوں کے سامنے اپنے آپ کو ذلیل اور رسوا کرتے ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے مانگنے کی توفیق نہیں ہوتی۔ ایک مؤمن کی شان تو یہ ہونی چاہیے کہ وہ ہر چیز اللہ تعالیٰ سے مانگے۔

مری دنیا فغانِ صبح گاہی

ویسے دنیاداروں کی عادت ہوتی ہے کہ رات کے وقت کسی جگہ کوئی معاملہ پیش آیا تو کہتے ہیں کہ صبح دیکھوں گا یعنی صبح دیکھ لینے کی دھمکی دیتا ہے، جب کہ اللہ والوں کا حال یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ رات کو دیکھ لوں گا۔ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ارے بھائی! بیچ میں ایک رات پڑی ہے اور تم گھبراتے ہو! اس ایک رات میں تو ہم اللہ تعالیٰ سے بہت کچھ مانگ سکتے ہیں۔ ایک مؤمن کی شان ایسی ہونی چاہیے، ایک مزاج ایسا بناؤ، اللہ سے مانگنے کی عادت ڈالو۔

---

(١) یہ تفسیر حدیث سے ثابت ہے، حضرت نعمان بن بشیرؓ کی حدیث میں عبادت کی یہی تفسیر آئی ہے:

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ [غافر:٦٠] قَالَ: الدُّعَاءُ هُوَ العِبَادَةُ، وَقَرَأَ: وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ - إِلَى قَوْلِهِ - دَاخِرِينَ [غافر:٦٠] (سنن الترمذی، بَاب مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الدُّعَاءِ، رقم الحدیث:٣٣٧٢)

کثرت سے دعا مانگنے کا عظیم فائدہ

آدمی جب کوئی دعا کثرت سے مانگتا ہے تو وہ دعا قبول ہوتی ہے۔ دنیا والوں کا حال یہ ہے کہ ایک آدمی روزانہ ہمارے پاس آتا جاتا ہے، اٹھتا بیٹھتا ہے۔ اب اگر کسی روز وہ نہ آئے تو ہم پوچھیں گے نا کہ کیوں نہیں آیا؟ کیا ہوا؟ کیا مصیبت آئی؟ اور اگر اس کو کوئی تکلیف لاحق ہوئی ہو تو ہم اس کی اس تکلیف کو دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں؛ اسی لیے جو آدمی روزانہ جماعت کے ساتھ پانچ وقت کی نماز پڑھتا ہے، کسی روز اس کے لیے کوئی رکاوٹ پیش آ گئی تو فرشتے اس کے لیے دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! اس کی رکاوٹ کو دور فرما! اس کو جلدی سے مسجد میں پہنچا دے؛ تا کہ وہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے لگے۔ گویا ہماری باجماعت نماز کی فکر فرشتوں کو ہے۔ یہ فکر ان کو کب ہوگی؟ جب ہم پانچوں نمازوں کو جماعت کے ساتھ پڑھنے کی عادت ڈالیں گے۔

بہ کثرت دعا کرنے والے کو فرشتوں کی سفارش حاصل ہوتی ہے

معلوم ہوا کہ جو آدمی ملتا جلتا رہتا ہے، اس کا خیال رکھا جاتا ہے اور جو کبھی نہیں آتا، کوئی کام پڑا تو آیا تو آپ بھی اس کو یوں ہی ٹرخا دیں گے تو جو پابندی کے ساتھ اللہ کے در پر آتا ہے اور اس سے مانگتا ہے، اس پر جب کوئی مصیبت آتی ہے اور وہ مانگتا ہے تو فرشتے اس کے لیے سفارش کرتے ہیں کہ اے اللہ! اس کی مصیبت دور فرما، یہ جانی پہچانی آواز معلوم ہوتی ہے، یہ تو وہی ہے جو روزانہ آ کے آپ سے مانگا کرتا ہے اور جو آدمی کبھی دعا نہیں مانگتا، جب مصیبت آئی تو رونے لگتا ہے تو فرشتے اللہ تعالیٰ سے کہتے

ہیں کہ کوئی اجنبی آواز معلوم ہوتی ہے[١]۔

اللہ تعالیٰ کے یہاں کیا نظام ہے، یہ روحانیت کا نظام بھی عجیب ہے۔ گویا ایک بندہ اللہ تعالیٰ سے جڑ گیا تو اللہ تعالیٰ بھی چاہتے ہیں کہ پھر وہ چھوٹنے نہ پاوے، الگ نہ ہونے پاوے۔ سارے فرشتوں کو دعا کرنے اور اس کی مدد کرنے کے لیے لگا دیا۔

سمجھ کر مانگی جانے والی دعا دل کے خلوص کے ساتھ نکلتی ہے

دعاؤں میں ایک تو الحزب الاعظم ہے، اس میں مسنون دعائیں ہیں، باقاعدہ اس کے ترجمے کا استحضار کرتے ہوئے، اس کا ترجمہ سمجھ کر کے اس کو پڑھا جاوے۔ میں بیعت ہونے والوں سے کہا کرتا ہوں کہ جو دعا سمجھ کر کے مانگی جاتی ہے، اس میں دل زیادہ لگتا ہے۔ چناں چہ جب اجتماعی دعا ہوتی ہے اور دعا مانگنے والا عربی الفاظ میں دعا کرتا ہے تو حالاں کہ وہ دعا قرآن کی وحدیث کی ہے، اس کے باوجود آمین کی آواز بھی نہیں آتی اور جب اردو میں دعا شروع ہوتی ہے: اے اللہ! ہمارے گناہوں کو معاف فرما تو کہتے ہیں: آمین۔ اور جب کہتا ہے کہ اے اللہ! روزی میں برکت عطا فرما تو بہت زور سے کہتے ہیں: آمین۔

---

(١) عَنْ سَلْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: إِذَا كَانَ الرَّجُلُ يَدْعُو اللهَ فِي السَّرَّاءِ، فَنَزَلَتْ بِهِ الضَّرَّاءُ فَيَدْعُو فَتَقُولُ الْمَلَائِكَةُ: صَوْتٌ مَعْرُوفٌ مِنْ آدَمِيٍّ ضَعِيفٍ، كَانَ يَدْعُو فِي السَّرَّاءِ، فَيَشْفَعُونَ لَهُ؛ وَإِذَا كَانَ الرَّجُلُ لَا يَدْعُو اللهَ فِي السَّرَّاءِ فَنَزَلَتْ بِهِ الضَّرَّاءُ فَدَعَا فَيَقُولُ الْمَلَائِكَةُ: صَوْتٌ مُنْكَرٌ مِنْ آدَمِيٍّ ضَعِيفٍ كَانَ لَا يَدْعُو فِي السَّرَّاءِ فَنَزَلَتْ بِهِ الضَّرَّاءُ فَلَا يَشْفَعُونَ لَهُ. (شعب الإيمان، ذِكْرُ فُصُولٍ فِي الدُّعَاءِ يُحْتَاجُ إِلَى مَعْرِفَتِهَا الخ، رقم الحديث: ١١٠٠)

نبوی دعائیں انتہائی جامع ہوتی ہیں

دین اور دنیا کے متعلق ہماری کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کے بارے میں دعا مانگنے کا طریقہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں بتایا نہ ہو بلکہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعاؤں کو دیکھتے اور پڑھتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس چیز کو مانگنے کا اس سے بہتر کوئی اور طریقہ ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ دعائیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کو القاء فرمائی ہیں، یہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی ہوئی دعائیں ہیں۔

نبوی دعائیں چھپے چھپائے فارم ہیں

جیسے حکومت کی طرف سے جب کوئی امدادی اسکیم شروع کی جاتی ہے تو اس امدادی اسکیم سے فائدہ اٹھانے کے لیے حکومت باقاعدہ فارم چھپواتی ہے، اس میں بس خانہ پری کرنی ہوتی ہے۔ یہ نبوی دعائیں بھی اسی طرح چھپے چھپائے فارم ہیں، ہمیں خالی خانہ پری کرنی ہے، اپنی زبان سے ادا کرنا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ دینا چاہتے ہیں؛ اس لیے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ سکھلایا۔

پھر ہر چیز کے آداب ہوتے ہیں، دعا کے بھی آداب ہیں، ان کی رعایت کرتے ہوئے دعا کریں تو إن شاءاللہ قبول ہوگی۔

رشتہ داروں کے لیے بھی دعا کریں

پھر اپنے لیے دعا ہو، اپنے رشتہ دار: والدین، بھائی، بہن، چچا، پھوپھی، خالہ، ماموں، سارے خاندان والوں کے لیے دعا ہو۔ کوئی بیمار ہے، کوئی پریشان حال ہے،

کسی کی کیا حالت ہے، ہم جانتے ہیں، اس نے ہم سے کہا ہو یا نہ کہا ہو۔ ان کے ساتھ رشتہ داری کا حق یہ ہے کہ ہم ان کے لیے دعا کریں۔

دوست واحباب کے لیے بھی دعائیں کریں

ہمارے دوستوں کا ایک پورا حلقہ ہے، فرینڈ سرکل ہے، ان میں سے کوئی جیل میں ہے اور کس کو کیا پریشانی اور تکلیف لاحق ہے، آپ کو معلوم ہے، اس نے آپ سے نہیں کہا کہ میرے لیے دعا کرنا لیکن جب آپ کی اس کے ساتھ دوستی ہے تو اس دوستی کا حق یہ ہے کہ وہ آپ سے کہے یا نہ کہے، آپ اس کے لیے ضرور دعا کریں کہ اے اللہ! اگر میرا بیٹا جیل میں ہوتا تو میں آپ سے اس کی رہائی کے لیے دعا کرتا، اس کی رہائی کے لیے بھی دعا کرتا ہوں۔ کوئی دوست بیمار ہے، کسی کی بیٹی کا نکاح ہے تو اس کے لیے دعا کیجیے، دوستی کی وجہ سے یہ اس کا آپ پر حق ہے۔

پوری امتِ محمدیہ کے لیے بھی دعائیں کریں

نیز پوری امتِ محمدیہ کے لیے بھی دعائیں کریں: آسام میں کوئی مصیبت آئی، شام میں کیا ہو رہا ہے، برما میں کیا ہو رہا ہے۔ یہ سب ہمیں معلوم ہے۔

بارش کا زمانہ چل رہا ہے، ہم اخباروں کے اندر پڑھتے ہیں کہ بہار کی فلاں جگہ سیلاب آیا اور اس میں مسلمانوں کے اتنے ہزار مکان بہہ گئے۔ اب آپ یہ سوچیں کہ بہار میں سیلاب آیا اور کسی کا مکان بہہ گیا تو میرے باپ کا کیا جاتا ہے، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ! یہ سوچ کتنی خطرناک ہے! ایک طرف تو دعوی کرتے ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے ساتھ مجھے محبت ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتی اس قدر پریشانی میں ہیں، ان کے لیے دعا بھی نہیں کر سکتے۔

پوری انسانیت کے لیے پریشانی دور کرنے کی دعائیں کی جائیں

بلکہ اگر وہ مسلمان نہ بھی ہوں، غیر مسلم ہیں تو بھی وہ ہیں تو انسان اور انسان کے ساتھ ہمدردی کا ہمیں حکم دیا گیا ہے، ہمیں یہ تو دعا کرنی چاہیے کہ اے اللہ! اپنے ان بندوں کو آباد فرما۔ اس میں ہمارا کیا گیا؟ کچھ پیسے گئے؟ آپ کی جیب میں سے کچھ نکلا؟ زبان سے بس دو کلمے نکالے، وہ بھی اللہ کے سامنے کہے، لوگوں کے سامنے نہیں اور پھر یہ بھی دعا ہے تو ہماری تو دعا کے نام سے ایک عبادت بھی ہوگئی، ہمارے نامۂ اعمال میں تو ثواب لکھا گیا!

چار قسم کے لوگوں کے لیے دعا

دعا کے اتنے زیادہ فائدے ہیں لیکن ہم نے عادت نہیں بنائی، چار چیزوں کی عادت بنالو: (۱) اپنے لیے دعا (۲) اپنے رشتہ داروں کے لیے دعا (۳) اپنے دوستوں کے لیے دعا (۴) پوری امت کے لیے دعا۔

روزانہ دس پندرہ منٹ نکال کر کے، یاد کر کر کے، دوستوں کے احوال یاد کر کے دعائیں کرو کہ فلانا دوست بیمار ہے، فلانے رشتہ دار کو یہ پریشانی لاحق ہے، فلانے نے دعا کے لیے کہلوایا تھا، فلانے کا فون آیا تھا، فلاں کی بیوی ہسپتال میں ہے۔ یاد کر کے لوگوں کے لیے دعا کرے۔

آپ دوسروں کے لیے دعا کریں گے
تو دوسرے آپ کے لیے دعا کریں گے

جب آپ دوسروں کے لیے دعا کریں گے تو وہ بھی آپ کے لیے دعا کریں گے۔ قدرت کا ایک قانون ہے کہ آپ جب اس کے لیے دعا کریں گے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے دل میں بھی ڈالیں گے کہ وہ آپ کے لیے دعا کرے اور اگر آپ اس کے لیے دعا نہیں کرتے اور یہ امید رکھتے ہیں کہ وہ آپ کے لیے دعا کرے گا تو ’’ایں خیال ست ومحال ست وجنوں‘‘ جیسا معاملہ ہوگا، وہ کبھی نہیں کرے گا۔ آپ دعا کرنا شروع کریں گے تو اللہ اس کے دل میں ڈالیں گے تو وہ بھی کرے گا؛ اس لیے اپنے ساتھ ساتھ دوسروں کے لیے دعا کا بھی اہتمام کرے۔

دعا: مؤمن کا سب سے بڑا ہتھیار

اس سے بڑھ کر دعا کی اہمیت اور کیا ہوگی کہ جو مسائل ہم اپنی قوت اور اپنی تدبیر سے حل نہیں کر سکتے، وہ دعا سے حل ہو جاتے ہیں۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: لاَ یَرُدُّ القَضَاءَ إِلاَّ الدُّعَاءُ[1] کہ: تقدیر کو اگر کوئی چیز ہٹا سکتی ہے تو وہ دعا ہے۔ اس میں اتنی طاقت ہوتی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں اتنا بڑا ہتھیار، اتنی بڑی طاقت ور چیز دی ہے، اس کے باوجود اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے، یہ ہماری بہت بڑی کمزوری ہے۔

---

(۱) سنن الترمذی، عَنْ سَلْمَانَ رضی اللہ عنہ، بَابُ مَا جَاءَ لاَ یَرُدُّ القَدَرَ إِلاَّ الدُّعَاءُ۔

مستجاب الدعوات بننے کا نبوی نسخہ

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ دعا والے بن جاؤ، دعا کی عادت ڈالو، سب کے لیے ایسی دعائیں کرو کہ اللہ تعالیٰ تمھاری دعائیں قبول کرے۔ جب آدمی دنیا کے تمام مسلمان مرد اور عورتوں کے لیے، پوری امت کے لیے ۲۱ر مرتبہ مغفرت کی دعا کرتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی ساری دعائیں قبول کرتے ہیں، اس کو مستجاب الدعوات بنا دیتے ہیں، حدیث میں ہے تو یہ مستجاب الدعوات بننے کا آسان ترین نسخہ بھی ہے۔

مستجاب الدعوات بننے کا ایک اور آسان ترین نسخہ

مستجاب الدعوات بننے کا یہ طریقہ بھی ہے کہ دوسروں کے لیے دعا کرتے رہو، یہ تو اللہ کی بارگاہ میں ہم دوسروں کے لیے نہیں مانگ رہے ہیں بلکہ اپنے لیے مانگ رہے ہیں، ان کا کام بنے یا نہ بنے، ہمارا کام تو بن ہی جائے گا۔ ایک مسلمان بھائی کے لیے جب کوئی شخص غائبانہ دعا کرتا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ فرشتے اس پر کہتے ہیں: آمِينَ، وَلَكَ بِمِثْلٍ (١)۔

ہمارے بزرگوں کا طریقۂ دعا

حضرت مولانا عمر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی تقریروں میں فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے بعض بزرگ ایسے گذرے ہیں کہ وہ خود مقروض ہوتے تھے لیکن اپنے ذمے سے قرض

(١) صحيح مسلم، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رضي الله عنه، بَابُ فَضْلِ الدُّعَاءِ لِلْمُسْلِمِينَ بِظَهْرِ الْغَيْبِ.

ادا کرانے کی دعا نہیں کرتے تھے بلکہ یوں دعا کرتے کہ اے اللہ! دنیا میں جتنے بھی مقروضین ہیں، ان کا قرض ادا کردے تو فرشتہ کہے گا: آمِينَ، وَلَكَ بِمِثْلٍ: اے اللہ! اس کی دعا قبول کرلے اور اس کو بھی اسی جیسا عطا فرما۔ ہماری اپنی دعا اپنے لیے قبول ہو یا نہ ہو، فرشتے کی دعا تو ہمارے حق میں قبول ہو ہی جائے گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتنا عجیب وغریب نسخہ بتلادیا!!

یہ تو وہ اعمال تھے جو ہمیں کرنے ہیں، وہ مختصراً میں نے بتلادئے۔

بچنے کے کاموں میں سرِ فہرست کام: بدنگاہی اور اس کے نقصانات

کچھ چیزیں وہ ہیں جن سے اپنے آپ کو بچانا ہے، ان میں بدنگاہی سرِ فہرست ہے۔ یہ بدنگاہی اتنا خطرناک گناہ ہے کہ کسی نے محنت کر کے نورِ نسبت حاصل کیا ہو، وہ بھی بدنگاہی کی وجہ سے زائل ہوجاتا ہے۔ آج کل یہ گناہ بہت عام ہوگیا ہے، مدارس کے اندر اہلِ علم میں بے ریش لڑکوں کے معاملے میں اور دوسرے مقامات پر عورتوں کے معاملے میں۔ عورتوں کے ساتھ بڑے مزے لے لے کر باتیں کرتے ہیں، دیکھتے ہیں۔ بقول حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے کہ: ایسا سمجھتے ہیں کہ کسی خوب صورت عورت کو دیکھا تو گویا کوئی خوب صورت مکان دیکھ لیا، حالاں کہ خوب صورت مکان دیکھنے میں کوئی گناہ نہیں ہے لیکن کسی خوب صورت عورت کو دیکھیں گے تو گناہ ہوگا۔

اور پھر یہ گناہ بھی ایسا ہے کہ عام طور پر لوگوں کو پتہ نہیں چلتا، بہت سی مرتبہ لوگ موجود ہوتے ہیں، ان کو بھی پتہ نہیں چلتا کہ اس نے بدنگاہی کا ارتکاب کیا۔

بدنگاہی طاعات کی لذت سے محروم کرنے والا گناہ ہے

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ گناہ تمام طاعات کے نور کو سلب کر لیتا ہے اور آدمی کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مناجات کی لذت سے محروم کر دیتا ہے، اللہ کی عبادت میں، نماز میں، ذکر میں، تلاوت میں جو مزا آنا چاہیے، اللہ تبارک وتعالیٰ اس لطف سے اس کو محروم کر دیتے ہیں، حلاوت ختم ہو جاتی ہے اور جہاں اس کو چھوڑیں گے تو حلاوت محسوس کریں گے۔ حدیثِ قدسی ہے: النَّظْرَةُ سَهْمٌ مَسْمُومٌ مِنْ سِهَامِ إِبْلِيسَ، مَنْ تَرَكَهَا مِنْ مَخَافَتِي أَبْدَلْتُهُ إِيمَانًا يَجِدُ لَهُ حَلَاوَتَهُ فِي قَلْبِهِ [1] کہ: یہ بدنگاہی شیطان کے تیروں میں سے ایک تیر ہے۔ باری تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو میرے خاطر اس کو چھوڑے گا، اس کے بدلے میں میں اس کے دل میں ایمان کی ایسی مٹھاس عطا کروں گا جس کو وہ محسوس کرے گا۔

ہمیں اللہ کی عبادت میں جو لذت محسوس نہیں ہوتی، مزا نہیں آتا، اس کے مختلف اسباب میں سے ایک سبب یہ بدنگاہی بھی ہے۔ اس سے اپنے آپ کو بڑے اہتمام کے ساتھ بچاؤ، اس سلسلے میں خوب محنت کرو۔

دوسری چیز: ناجنس کی صحبت سے بچیے

دوسری چیز ناجنس کی صحبت ہے، ناجنس سے مراد وہ آدمی ہے جو اپنی لائن کا نہیں ہے۔ آپ سلوک کی راہ طے کر رہے ہیں، اللہ کو حاصل کرنے کی محنت کر رہے ہیں، جو آدمی

(۱) مجمع الزوائد، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ، بَابُ غَضِّ الْبَصَرِ، رقم الحدیث: ١٢٩٤٦.

اس راہ کا قائل نہیں ہے، چاہے وہ بخاری اور مسلم پڑھاتا ہو لیکن اس کی صحبت میں مت بیٹھو، اس سے نقصان ہوگا۔

عقیدت اور محبت اپنے شیخ سے فائدہ حاصل کرنے کی بنیاد ہے

آج کل کیا ہوتا ہے؟ اس طرح کے لوگوں کے پاس بیٹھتے ہیں، وہ ایسی باتیں کرتے ہیں جس سے ہمارے دل میں بال آجاتا ہے۔ اپنے شیخ سے فائدہ حاصل کرنے کی بنیاد عقیدت اور محبت ہے، بغیر عقیدت کے اور بغیر محبت کے کبھی فائدہ حاصل نہیں ہوسکتا۔

دورِ حاضر، لوگوں کی تحقیر و تنقیص کرنے کا دور بن گیا ہے

آج ہمارا دور بدعقیدگی کا ہے، یہاں میری مراد ایمانیات والی بدعقیدگی نہیں ہے بلکہ اہل اللہ کے ساتھ بدگمانی ہے۔ ایسا ماحول ہے۔ اخبارات دیکھو تو ہر ایک اخبار ہر ایک کے متعلق تحقیر و تنقیص سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں، لوگوں کی مجلسیں دیکھو تو وہاں بھی یہی تحقیر و تنقیص نظر آتی ہے، ہر جگہ آپ کے کانوں میں پڑے گا تو یہی پڑے گا، آپ کسی مجلس میں بیٹھ کر اٹھیں گے تو کسی کے ساتھ بدگمانی لے کر اٹھیں گے، آج تک جس کو اچھا سمجھتے تھے، اس کے بارے میں کہیں گے کہ یار! آج تو فلاں نے کہا کہ فلانا ایسا ہے۔ آج تک تمھاری نگاہوں میں وہ شخص اچھا تھا، اس مجلس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمھاری نگاہوں میں وہ بدمعاش بن گیا۔

یہ ناجنس کی صحبت آپ کو آپ کے شیخ سے بدگمان کر کے فیض کے دروازے کو بند

کر دیتی ہے، ایسے آدمی کے قریب بھی مت جانا، ورنہ آپ کو کبھی فائدہ نہیں ہوگا۔

نیک ہونے کے لیے نیکوں کی صحبت چاہیے

اپنا ماحول، اپنا اٹھنا بیٹھنا، اپنی کمپنی نیک لوگوں کے ساتھ رکھو، نیکوں کے ساتھ بیٹھو گے تو ہی نیکی والے راستے پر قائم رہ سکو گے، اگر غلط لوگوں کے ساتھ بیٹھو گے تو گناہوں میں مبتلا ہو جاؤ گے۔

خانقاہ میں نیک لوگوں کی صحبت سے حاصل ہونے والے برکات غلط ماحول کی وجہ سے ختم ہو جاتے ہیں

یہاں آپ تھے، آنے کے بعد آپ نیک کاموں میں لگ گئے۔ یہ وہ اعمال ہیں کہ وہاں گھر پر رہتے ہوئے آپ کو اس کی عادت نہیں تھی۔ اب لوگ کیا کہتے ہیں؟ رمضان میں بڑا مزا آیا، یہ یہ اعمال کیے۔ اب جب گھر گئے تو دس پندرہ دنوں تک تو ٹھیک ٹھاک چلتا رہا پھر جیسے تھے، ویسے ہو گئے۔ ایسا کیوں ہوا؟ ماحول کے بدلنے کی وجہ سے! ہمارا حال کیا ہے؟ رمضان سے پہلے ہمارے جو دوست غلط قسم کے تھے، ہماری جو بیٹھک غلط قسم کے لوگوں کے ساتھ تھی، اس کو بدلتے نہیں، یہاں سے جانے کے بعد پھر سے ان ہی کے ساتھ بیٹھک چالو کر دیں گے۔

یہ تو ایسا ہی ہے کہ ایک چھوٹے بچے نے پیشاب پاخانہ کیا اور اپنے جسم اور کپڑوں کو اس سے لت پت کر دیا، اس کی ماں نے اس کو نہلایا، دھلایا اور صاف شفاف پاک کپڑے پہنائے، پاؤڈر لگایا، خوشبو لگائی اور وہ دیکھنے کے قابل ہو گیا تو تھوڑی دیر کے

بعد پھر اس نے پیشاب پاخانہ کر کے اپنے آپ کو آلودہ کر لیا۔ وہ تو چھوٹا بچہ ہے، ہم تو ماشاء اللہ بڑے ہیں۔

یہاں رہ کر جو کچھ حاصل ہوا، اللہ کی عبادت کا جو لطف آیا، ہماری حیثیت کے مطابق چاہے جیسا بھی ہو لیکن آپ اس کو اچھی چیز سمجھتے ہیں نا، آپ یہ سمجھتے ہیں کہ مجھے ایک دولت ملی۔ اب ایک آدمی کمانے کے لیے کسی جگہ پر گیا ہوں اور وہاں سے ایک بڑی رقم کما کر کے لایا اور پھر غلط صحبت میں پڑ کر اس نے ساری دولت کو ضائع کر دیا تو اس کی حماقت کو آپ کیا کہیں گے، ہمارا بھی یہی حال ہے۔

خال خال اس قوم میں اب تک نظر آتے ہیں وہ....

یہاں سے جانے کے بعد اپنے آپ کو تمام بری صحبتوں سے دور رکھنے کی ضرورت ہے، اپنے آپ کو اچھے ماحول اور نیک لوگوں کی صحبت میں رکھنے کا اہتمام کریں، اگر چہ آج کل کا ماحول ہی بڑا خراب ہے لیکن کہیں پر جائیں گے تو اللہ تعالیٰ کے ایک دو نیک بندے تو آپ کو مل ہی جائیں گے اور بقول حضرت حکیم اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ، نور اللہ مرقدہ واعلی اللہ مراتبہ کے کہ: کچھ مت کرو، مسجد میں جا کر مسجد کے مؤذن کے پاس بیٹھو کہ وہ اذان تو دیتا ہے نا، اللہ کا نام لیتا ہے اس پورے گاؤں میں کم سے کم وہ ایک تو اللہ کا نام لینے والا ہے، کہنے کا حاصل یہ ہے کہ اپنے آپ کو غلط صحبتوں سے بچاؤ۔

اجنبی عورتوں کے لیے خود کو سنوارنا بہت بڑا روحانی خطرہ ہے

تو ایک تو بدنگاہی سے اپنے آپ کو بچانا ہے، بدنگاہی یعنی عورتوں کے ساتھ خلط

ملط۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے جزاء الاعمال کے اخیر میں چند ہدایتیں فرمائی ہیں، اس میں خاص طور پر یہ ہے کہ اپنے آپ کو اس نیت سے سجانا کہ میں عورتوں کی نگاہ میں اچھا لگوں، اس سے بڑا روحانی روگ اور کوئی نہیں ہے، اس سے اپنے آپ کو بہت زیادہ بچانے کی ضرورت ہے۔

کسی کے متعلق اچھا گمان رکھنے پر مواخذہ نہیں ہوگا

اور دوسری چیز ناجنس کی صحبت اور غلط ماحول سے اپنے آپ کو بچانا ہے، غلط چیزوں کے مطالعے سے بھی اپنے آپ کو بچانا ہے۔ بعض اہلِ علم کی یہ عادت ہوتی ہے کہ اخباروں میں جو کچھ آیا، اس کو پڑھتے ہیں۔ اس میں لوگوں پر تنقیدیں ہوتی ہیں، ایسے مضامین اور تنقیدیں پڑھو ہی مت! اس سے آپ کا کیا فائدہ ہوگا؟ اگر پڑھو گے تو اس کے متعلق آپ کا جو اچھا گمان تھا، وہ ختم ہو جائے گا۔ اگر چہ وہ اس اچھے گمان کے لائق نہیں تھا لیکن اچھا گمان رکھنے پر اللہ تعالیٰ کے یہاں گرفت نہیں ہوتی، یہ پوچھ نہیں ہوگی کہ فلانے کے ساتھ اس کے بدمعاش ہونے کے باوجود تم نے اچھا گمان کیوں رکھا لیکن برا گمان رکھنے پر پوچھ ہوگی کہ تم نے ہمارے اس بندے کے ساتھ بدگمانی کیوں کی؟ اس لیے بھائی! اس طرح کے مضامین سے اپنے آپ کو دور رکھئے۔

عين الرضا عن كل عيب كليلة

آج کل تو ہر جگہ ہمارے سلسلے میں بھی آپس کے نزاع اتنے بڑھ گئے اور ایک دوسرے پر تنقید کے ایسے مضامین آتے ہیں کہ اللہ کی پناہ! ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ تو اس

پرخون کے آنسو روتے تھے، بڑی حسرت کرتے تھے کہ آج لوگوں کے اچھے اوصاف سے صرفِ نظر کیا جارہا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر ایک کے اندر کوئی نہ کوئی خوبی رکھی ہے اور آج کوئی بھی اس کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں۔ جو ہماری پارٹی کا ہے، اس میں ساری خوبیاں ہیں اور جو ہماری پارٹی کا نہیں ہے، اس میں برائیاں ہی برائیاں ہیں ''عين الرضا عن كل عيب كليلة وعين السخط تبدي المساويا'' جیسا معاملہ ہو گیا ہے؛ اس لیے میں تو آپ سے کہوں گا کہ ان چیزوں کو پڑھو ہی مت۔

بلکہ میری تو عادت ہے کہ کبھی بغیر نام کا خط آتا ہے تو اس کو پڑھتا ہی نہیں، بغیر نام کے لکھا، یہ اس کے چور ہونے کی علامت ہے، اگر اس میں ہمت ہوتی تو اپنے نام کے ساتھ لکھتا اور ہم اس سے پوچھتے بھی۔

احوالِ دینیہ میں ترقی پیدا کرنے کے لیے محنتیں کیجیے

اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ موقع عطا فرمایا، آپ کا سال اس طرح گذرے کہ رمضان کے اندر آپ نے اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق قائم کرنے کی جو محنتیں کی ہیں، اس میں ترقی ہو، حدیث میں آتا ہے: من اسْتَوَى يوماه فَهُوَ مغبون: جس کے دو دن دین کے اعتبار سے برابر ہوں، آج دین کی جس سطح پر، جس اسٹیج پر ہے، کل بھی ہماری وہی حالت ہو، کمی نہ آئے لیکن ترقی بھی نہ ہو تو یہ ترقی نہیں ہوئی، یہ بھی بہت بڑا گھاٹا ہے، چہ جائے کہ ہم تو دن بدن پستی میں گرتے چلے جارہے ہیں؛ اس لیے اپنے دینی احوال میں ترقی پیدا کرنے کی کوشش کرو۔

یہ چند باتیں ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ ان پر عمل کرنے کی توفیق، اہتمام اور سعادت مجھے بھی عطا فرمائے، آپ کو بھی نصیب فرمائے، اللہ نے جو موقع دیا ہے، جو وقت ہے، اس میں دعاؤں کا اہتمام کرو، اللہ سے توفیق مانگو، اللہ نے جو توفیق دی اس کا شکر ادا کرو اور مزید توفیق کا سوال کرو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل سے ہم سب کو نوازے۔ (آمین)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

شبِ برأت کی فضیلت

قرآن، حدیث اور اقوالِ سلف کے آئینے میں

اقتباس

ویسے اس سلسلے میں روایتیں کُتبِ صحاح میں عموماً نہیں ہیں، اگرچہ اُن میں سے ایک آدھ روایت ہے، جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جو میں آگے بتلاؤں گا، باقی دوسری کتب حدیث کے اندر کچھ روایتیں ہیں اور مختلف حضراتِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے جن کی تعداد تقریباً دس تک پہنچتی ہے، ان سے وہ روایتیں نقل کی جاتی ہیں۔ ان روایتوں کو انفرادی اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو اگرچہ وہ صحت کے درجے کو نہیں پہنچتیں، ضعیف اور کمزور ہیں لیکن محدثین کے یہاں قاعدہ ہے کہ اگر کوئی روایت کئی سندوں اور کئی طرق سے آئی ہو تو اس صورت میں اس کی کمزوری اور اس کا ضعف اس کے مختلف طرق کی وجہ سے متحمل ہو کر وہ اس قابل ہو جاتی ہے کہ فضائل میں اس کے اوپر عمل کیا جاسکے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره و نؤمن به ونتو كل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا، ونعوذ بالله من شرور انفسنا و من سيئات اعمالنا، ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا، من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلله فلا هادي له، ونشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريک له ونشهد أن سيدنا ومولانا محمدا عبده ورسوله، أرسله إلى كافّة الناس بشيرا و نذيرا، وداعيا إلى اللّٰه بإذنه وسراجا منيرا، أمّا بعد:

فَاَعُوۡذُ بِاللہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم: حٰمٓ، وَالۡکِتٰبِ الۡمُبِیۡنِ، اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰہُ فِیۡ لَیۡلَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ اِنَّا کُنَّا مُنۡذِرِیۡنَ، فِیۡہَا یُفۡرَقُ کُلُّ اَمۡرٍ حَکِیۡمٍ، اَمۡرًا مِّنۡ عِنۡدِنَا اِنَّا کُنَّا مُرۡسِلِیۡنَ، رَحۡمَۃً مِّنۡ رَّبِّکَ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ، رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَیۡنَہُمَا اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّوۡقِنِیۡنَ. [الدخان: ١-٧]

شب براءت کے معاملے میں افراط تفریط

محترم حضرات! آج شبِ براءت یعنی پندرہویں شعبان کی رات ہے، اس رات کے سلسلے میں افراط اور تفریط کا معاملہ ہو رہا ہے: کچھ لوگ تو وہ ہیں جو سرے سے اس رات کی اہمیت اور برکات کا انکار کرتے ہیں اور اس رات میں عبادت کرنے کو سرے سے بدعت قرار دیتے ہیں۔ ایک طبقہ ایسا بھی ہے جو اس سلسلے میں بہت زیادہ تشدد سے کام لیتا ہے۔ کچھ لوگ وہ بھی ہیں جو اس رات کی برکت اور اس کی رحمتوں کو وصول

کرنے کے سلسلے میں کچھ ایسے طریقے اختیار کرتے ہیں جن کا ثبوت کسی حدیث سے، یا بزرگوں سے، یا اصل سے نہیں؛ بلکہ بعض تو وہ چیزیں ہیں جن کو فقہاء نے کتابوں میں صراحۃً منع لکھا ہے۔ ضرورت تھی کہ اس سلسلے میں دونوں قسم یعنی افراط اور تفریط کو بیان کر کے جو اصل چیز ہے، اس کو آپ کے سامنے پیش کیا جائے۔

شبِ برأت کے ثبوت کے لیے قرآنی استدلال

اس رات کی فضیلت کے سلسلے میں ایک استدلال تو سورۂ دخان کی ان آیتوں سے کیا جاتا ہے جو میں نے آپ کے سامنے پڑھیں، جن میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآنِ پاک کی قسم کھا کر فرمایا ہے: ﴿اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰهُ فِيۡ لَيۡلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنۡذِرِيۡنَ﴾: ہم نے اس کتاب کو برکت والی رات میں نازل کیا اور ہم ہی اس کتاب کے ذریعہ سے لوگوں کو تنبیہ کرنے والے اور ڈرانے والے ہیں، ﴿فِيۡهَا يُفۡرَقُ كُلُّ اَمۡرٍ حَكِيۡمٍ﴾: اس رات میں ہر حکمت والا معاملہ اور بات اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے طے کر دی جاتی ہے۔

آیتِ بالا کی تفسیر میں حضرت عکرمہؒ کا قول

اس آیت کی تفسیر میں بعض حضراتِ تابعین جیسے حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ جو ائمہ تفسیر میں شمار کیے جاتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد پندرہویں شعبان کی رات ہے۔ اس سلسلے میں کچھ اور روایتیں بھی ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس رات کے اندر سال بھر میں جن لوگوں کو موت آنے والی ہے، اس کے فیصلے کیے جاتے ہیں، جو پیدا ہونے والے ہیں ان کے فیصلے ہوتے ہیں، روزی کے متعلق فیصلے کیے جاتے ہیں۔

بہر حال! حضرت عکرمہؓ اور بعض مفسرین اس رات کی تعیین کے سلسلے میں اس بات کے قائل ہیں کہ سورۂ دخان کی آیت میں لَیۡلَةٍ مُّبٰرَکَةٍ سے پندرہویں شعبان کی رات مراد ہے۔

آیتِ بالا کی تفسیر میں دوسرے حضراتِ مفسرین کی تحقیق

لیکن اس کے برخلاف دوسرے حضرات تابعین حضرتِ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ، حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ حضرات سے صراحۃً منقول ہے کہ اُس سے مراد شبِ قدر ہے اور قرآنِ پاک کی دوسری آیتوں اور احادیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے؛ اس لیے کہ اِس آیت میں یہ بتلایا گیا ہے کہ: ﴿اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَیۡلَةٍ مُّبٰرَکَةٍ﴾ ہم نے اس کتاب کو یعنی قرآنِ پاک کو برکت والی رات میں نازل کیا، اور قرآن پاک میں دوسری جگہ پر صراحۃً موجود ہے: ﴿شَهۡرُ رَمَضَانَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ فِیۡهِ الۡقُرۡاٰنُ﴾ [البقرۃ:۱۸۵]: رمضان کا مہینہ وہ ہے جس کے اندر قرآن کو اُتارا گیا ہے۔ ویسے قرآنِ پاک کا ایک نزول تو وہ ہے جو لوحِ محفوظ سے آسمان دنیا پر ہوا ہے، وہ شبِ قدر میں ہوا ہے۔

تمام آسمانی کتابیں رمضان میں اتریں

چناں چہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت موجود ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی تمام کتابیں رمضان المبارک کے مہینے میں نازل فرمائیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اوپر جب صحیفے نازل کیے گئے، وہ پہلی رمضان تھی، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توریت جب نازل کی گئی، وہ چھے رمضان تھی، حضرت داود علیہ السلام پر زبور نازل

کی گئی، وہ بارہ رمضان تھی اور قرآنِ پاک کے متعلق ہے کہ وہ رمضان المبارک کی پچیسویں رات کو جب شبِ قدر تھی، نازل کیا گیا[1]۔

آیتِ بالا میں فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ سے شبِ برأت مراد نہ ہونے پر دلیل

بہر حال! شبِ قدر کی تعیین کے ساتھ قرآنِ پاک میں ارشاد ہے: ﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾ ہم نے قرآن پاک کو شبِ قدر میں نازل فرمایا۔ شبِ قدر کے سلسلے میں آپ فضائل کی کتابوں میں سنتے بھی رہتے ہیں کہ کسی ایک رات کی تعیین نہیں ہے۔ عام طور پر رمضان المبارک کے آخری عشرے میں پائی جاتی ہے اور اس میں بھی عشرے کی طاق راتوں میں: کبھی اکیسویں میں بھی ہوتی ہے، کبھی تیئسویں میں بھی، کبھی پچیس کبھی ستائیس اور کبھی انتیس۔

قرآنِ پاک کی ان آیتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کا نزول رمضان کے مہینے میں شبِ قدر میں ہوا، اس لیے جو حضرات مفسرین یہ فرماتے ہیں کہ سورۂ دخان کی اس آیت میں فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ سے شبِ قدر مراد ہے، اس قول کو محققین نے راجح قرار دیا ہے اور حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ بھی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگرد ہیں لیکن ان سے جو منقول ہے کہ قرآن پاک شبِ براءت میں نازل ہوا اور فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ سے مراد شبِ براءت ہے، اس قول کو مرجوح اور ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

---

(۱) أخرجه أبو يعلى وابن مردويه، عَن جَابر بن عبد الله رضي الله عنه (الدر المنثور في التفسير بالمأثور ٢/ ٢٣٢، تحت قوله تعالىٰ: شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْاٰنُ)

بہر حال! یہ تو قرآنِ پاک کی آیت کے سلسلے میں باتیں ہوئیں۔

اس رات کی فضیلت سے متعلق روایات

ویسے اس سلسلے میں روایتیں کُتبِ صحاح میں عموماً نہیں ہیں، اگر چہ اُن میں ایک آدھ روایت ہے، جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جو میں آگے بتلاؤں گا، باقی دوسری کتب حدیث کے اندر کچھ روایتیں ہیں اور مختلف حضراتِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے جن کی تعداد تقریباً دس تک پہنچتی ہے، ان سے وہ روایتیں نقل کی جاتی ہیں۔ ان روایتوں کو انفرادی اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو اگر چہ وہ صحت کے درجے کو نہیں پہنچتیں، ضعیف اور کمزور ہیں لیکن محدثین کے یہاں قاعدہ ہے کہ اگر کوئی روایت کئی سندوں اور کئی طرق سے آئی ہو تو اس صورت میں اس کی کمزوری اور اس کا ضعف اس کے مختلف طرق کی وجہ سے متحمل ہو کر وہ اس قابل ہو جاتی ہے کہ فضائل میں اس کے اوپر عمل کیا جا سکے۔

خیر القرون سے اس رات کی عبادت ثابت ہے

ویسے خیر القرون -یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن زمانوں کو بہترین زمانے قرار دیا، حضراتِ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور حضرات تابعین اور تبعِ تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ کے زمانے (١)- سے اس رات کے اندر عبادت کا کرنا اور اس رات کی وصول یابی کے

---

(١) خَيْرُكُمْ قَرْنِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ. (صحيح البخاری، عن عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ تعالیٰ عَنْهُمَا، بَابٌ: لاَ يَشْهَدُ عَلَى شَهَادَةِ جَوْرٍ إِذَا أُشْهِدَ)

لیے اہتمام کرنا اکابر سے ثابت ہے تو خیر القرون کے عمل سے بھی اس رات کا احیاء یعنی اس رات کے اندر عبادت کا اہتمام کرنا ثابت ہے؛ اس لیے جو حضرات اس رات کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ اس کی کوئی فضیلت نہیں ہے، اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے، یہ بات درست اور صحیح نہیں ہے، بلکہ اسلاف کے زمانے سے، صحابہ اور تابعین کے زمانے سے اس رات میں بیدار رہ کر عبادت کے ذریعہ اس رات کو وصول کرنا اور اس میں احیاء لیالی یعنی برکت والی راتوں کو زندہ رکھنا اور بیدار رہ کر عبادت کر کے وصول کرنا اور اس کی اہمیت کو تسلیم کرنا؛ ان حضرات سے ثابت ہے۔ اسی لیے ہمارے اکابر کا عمل بھی یہی رہا ہے کہ اس رات میں یہ تاکید کرتے تھے کہ آدمی اپنے طور پر عبادتوں کا اہتمام کرے اور اس رات کو وصول کرنے کی اپنے مقدور بھر کوشش کرتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت

اس سلسلے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت موجود ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے یہاں ان کی باری کی رات کو تشریف لائے اور آپ نے سونے کی تیاری کی پھر اُٹھ کر آپ باہر تشریف لے گئے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سوچا کہ دیکھیں کہ آپ کہاں تشریف لے گئے؛ اس لیے آپ کو دیکھنے پیچھے گئیں، دیکھا کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بقیع میں تشریف لے گئے تھے اور وہاں اہلِ بقیع کے لیے آپ نے دعا بھی فرمائی پھر واپس تشریف لائے اور عبادت میں مشغول ہو گئے (۱) اور آپ کی عبادت کی کیفیت بھی اُسی روایت

(۱) سنن الترمذي، باب مَا جَاءَ فِي لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ، رقم الحديث: ٧٤٤.

میں یہ ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اتنا لمبا اور طویل سجدہ کیا کہ مجھے وہم ہونے لگا کہ خدانخواستہ کوئی دوسری بات تو نہیں ہے۔ جس کے ساتھ محبت زیادہ ہوتی ہے، وہاں یہی کیفیت ہوا کرتی ہے۔ یعنی دیر سے سجدہ میں گئے ہیں اور لوٹے نہیں تو ایسا تو نہیں کہ روح پرواز کر گئی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے ہاتھ لگا کر آپ کے قدموں کے تلووں کے اوپر دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا فرما رہے تھے: اللهمّ أعوذ برضاك من سخطك، وبمعافاتك من عقوبتك، واعوذ بك منك لا احصي ثناء عليك، انت كما اثنيت على نفسك (١).

ہم تو مائل بہ کرم ہیں، کوئی سائل ہی نہیں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اس رات میں اللہ تبارک وتعالیٰ قبیلۂ بنوکلب کی بکریوں کے جسموں کے اوپر جتنے بال ہیں، اس سے زیادہ آدمیوں کی مغفرت فرماتے ہیں (٢)۔ عرب کے اندر یہ قبیلۂ بنوکلب بکریاں پالنے میں مشہور تھا۔ ایک تو قبیلۂ بنوکلب کی بکریاں اور پھر ان کے بالوں کے برابر لوگوں کی مغفرت فرماتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ بے شمار آدمیوں کی مغفرت فرماتے ہیں۔

---

(١) الترغيب والترهيب للأصبهاني، فصل في فضل صيام شعبان وفضل ليلة النصف من شعبان، ٣٩٤/٢.

(٢) عَنْ عَائِشَةَ رضي الله تعالى عنها، قَالَتْ: فَقَدْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم لَيْلَةً فَخَرَجْتُ، فَإِذَا هُوَ بِالبَقِيعِ، فَقَالَ: أَكُنْتِ تَخَافِينَ أَنْ يَحِيفَ اللَّهُ عَلَيْكِ وَرَسُولُهُ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي ظَنَنْتُ أَنَّكَ أَتَيْتَ بَعْضَ نِسَائِكَ، فَقَالَ: إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَنْزِلُ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، فَيَغْفِرُ لأَكْثَرَ مِنْ عَدَدِ شَعْرِ غَنَمِ كَلْبٍ (سنن الترمذي، باب مَا جَاءَ فِي لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ)

اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ہے کہ رات کے شروع ہی سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے یہ اعلان کیا جاتا ہے: أَلَا مُسْتَغْفِرٌ فَأَغْفِرَ لَهُ؟ أَلَا مُسْتَرْزِقٌ فَأَرْزُقَهُ؟ أَلَا مُبْتَلًى فَأُعَافِيَهُ؟ ہے کوئی گناہوں کی بخشش چاہنے والا کہ میں اس کے گناہوں کو معاف کروں، ہے کوئی روزی کا مانگنے والا کہ میں اس کو روزی دوں، ہے کوئی مصیبت میں گرفتار جو اپنی مصیبت سے رہائی چاہتا ہو کہ میں اس کو مصیبت سے رہائی اور چھٹکارا دوں (۱)۔ اللہ تعالیٰ حاجت مندوں کا نام لے لے کر اعلان فرماتے ہیں۔

در تیری رحمت کے ہیں ہر دم کھلے

ویسے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ایسا اعلان ہر رات آخری حصے میں ہوتا ہے۔ یہ بات یاد رہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں ایسا نہیں ہے کہ آپ سال بھر انتظار کریں، تب اس چیز کی نوبت آئے گی۔ حدیثِ پاک میں آتا ہے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رات کے آخری حصے میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اعلان ہوتا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کا خصوصی قرب دنیا والوں کو نصیب ہوتا ہے، باری تعالیٰ اپنی رحمت سے بندوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اسی طرح کا اعلان فرماتے ہیں کہ: ہے کوئی گناہوں کی مغفرت چاہنے والا کہ میں اس کے گناہوں کو معاف کروں، ہے کوئی روزی کا طلب گار کہ میں اس کو روزی دوں (۲)۔ یہ اعلان کسی ایک رات کے ساتھ مخصوص

---

(۱) سنن ابن ماجة، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رضی اللہ عنہ، بَابُ مَا جَاءَ فِي لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ.

(۲) صحیح مسلم، عَنْ أَبِي هُرَيْرَ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، باب التَّرْغِيبِ فِي الدُّعَاءِ وَالذِّكْرِ فِي آخِرِ اللَّيْلِ وَالإِجَابَةِ فِيهِ.

نہیں ہے؛ بلکہ ہر رات ہوتا ہے۔ اتنا ہے کہ اس رات میں شروع سے ہوتا ہے کہ جہاں مغرب سے رات شروع ہوئی وہاں سے لے کر صبح تک برابر اعلان ہوتا رہتا ہے، دوسری تمام راتوں میں یہ ہوتا ہے رات کے آخری حصے میں جب لوگ میٹھی نیند میں مشغول ہوتے ہیں، اس وقت اعلان ہوتا ہے۔ باقی یہ ہے کہ کوئی آدمی اگر چاہے تو ہر رات کو یہ فضیلت حاصل ہو سکتی ہے۔

نفاق اور جہنم سے براءت

ایک بات یاد آ گئی: حج کے موقع پر مدینہ منورہ میں حاضری ہوتی ہے، چالیس نمازیں جو مسجدِ نبوی میں ادا کرنے سے متعلق روایت ہے کہ جو آدمی چالیس نمازیں مسجدِ نبوی میں تکبیرِ اولیٰ اور جماعت کے ساتھ ادا کرے اس کے لیے نفاق سے اور جہنم سے برأت لکھی جاتی ہے (۱) تو اس کے علاوہ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ چالیس دن تک مسلسل کوئی آدمی تکبیرِ اولیٰ اور جماعت کا اہتمام کرے، اس کو یہ فضیلت حاصل ہوگی (۲)۔ اس روایت میں مسجدِ نبوی کی کوئی تخصیص نہیں۔ گویا آپ یہاں رہتے ہوئے بھی چالیس دن کریں گے تو وہ فضیلت پا سکتے ہیں۔ کہنے کا حاصل یہ ہے کہ ایک آدمی پیسہ خرچ کر کے وہاں جاوے، تب ہی یہ فضیلت حاصل ہوگی؛ ایسا نہیں ہے، یہاں رہتے ہوئے بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے آپ کو یہ موقع دیا گیا ہے۔

---

(۱) مسند أحمد، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضي الله عنه، مُسْنَدُ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، رقم الحديث: ١٢٦١١.

(۲) سنن الترمذي، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضي الله عنه، بَابٌ فِي فَضْلِ التَّكْبِيرَةِ الأُولَى، رقم الحديث: ٢٤١.

ہم تو مائل بہ کرم ہیں، کوئی سائل ہی نہیں

اسی طرح سے اور دنوں میں بھی یہ فیسیلیٹی (Facility) یہ سہولت آپ کو دی گئی ہے، یہ موقع دیا گیا ہے، ہم اپنی غفلت اور سستی کی وجہ سے اس موقع کو کھودیتے ہیں، وہ دوسری چیز ہے، حالاں کہ دنیوی اعتبار سے اگر کسی کو معلوم ہوجائے کہ وقت کا حکمران، وزیر اعلیٰ اور وزیر اعظم فلاں دن، فلاں وقت، فلاں جگہ آنے والا ہے اور خصوصاً جو درخواستیں اس وقت پیش کی جائیں گی؛ وہ قبول کرے گا تو لوگ درخواستیں پیش کرنے کے لیے بہت پہلے سے آ کر کے وہاں کھڑے ہوجاتے ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ جو احکم الحاکمین، رب العالمین ہیں؛ اُن کی طرف سے روزانہ رات کے آخری حصے میں یہ اعلان ہوتا ہے اور ہم غفلت کی نیند سوئے رہیں؛ تو واقعۃً ہمارے لیے یہ بڑے افسوس اور عبرت کی چیز ہے۔

بہر حال! یہ جو راتیں برکت والی بتلائی گئی ہیں، ان کے اندر آدمی عبادت کا اہتمام کرے، اس رات کے اندر یہ ہوتا ہے کہ یہ کیفیت شروع رات سے ہوجاتی ہے تو آدمی شروع سے ہی اس کا اہتمام کرلے تو یہ فضیلت حاصل ہوجاتی ہے۔

پانچ راتوں میں دعا قبول ہوتی ہے

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ نے فضائلِ رمضان میں ایک روایت نقل کی ہے کہ جو آدمی پانچ راتوں میں عبادت کا اہتمام کرلے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے لیے جنت کو واجب کردیتے ہیں۔ ان پانچ راتوں میں آٹھویں ذی الحجہ کی رات، نوویں ذی الحجہ کی رات،

دسویں ذی الحجہ کی رات، عید الفطر کی رات اور شبِ براءت کی رات؛ یہ پانچ راتیں اس روایت میں بتلائی گئی ہیں۔

پانچ بابرکت راتوں کے بارے میں ایک اور روایت

ویسے فقہاء نے بھی احیاءِ لیالی کے بارے میں لکھا ہے کہ بابرکت راتوں کو عبادت کے ذریعہ سے آدمی وصول کرے اور بیدار رہ کر اس کا اہتمام کرے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے "ماثبت بالسنۃ" میں حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ پانچ راتیں ایسی ہیں جن میں دعا قبول ہوتی ہے، جس میں عیدین کی رات یعنی دسویں ذی الحجہ کی رات جو بقر عید کہلاتی ہے اور رمضان عید کی رات اور پہلی رجب کی رات اور شبِ براءت اور جمعہ کی رات بتلائی ہے۔ گویا یہ پانچ اور جمعہ کی رات تو ہم کو ہر ہفتہ نصیب ہو جائے گی تو یہ پانچ راتیں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کی جاتی ہیں (۱) اور ویسے بھی فقہاء نے جن مبارک راتوں میں عبادت کا اہتمام کرنے کو مستحب لکھا ہے، ان میں پندرہویں شعبان کا تذکرہ موجود ہے۔

ان راتوں میں کوئی مخصوص عبادت ثابت نہیں ہے

بہر حال! اس سلسلے میں یہ ثابت ہے کہ اس کا اہتمام کیا جائے، باقی یہ کہ اس رات میں کوئی مخصوص عبادت ہے؟ ایسا کسی حدیث میں یا فقہ اور مسائل کی کسی کتاب میں

---

(۱) متعدد کتبِ احادیث میں ان راتوں کی فضیلت وارد ہوئی ہے: امام بیہقی نے السنن الکبری اور شعب الایمان میں حضرت ابو الدرداء اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور امام عبد الرزاقؒ نے مصنف میں اور علامہ مناویؒ نے فیض القدیر میں حضرت ابنِ عمرؓ سے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔

موجود نہیں ہے کہ فلاں قسم کی عبادت کا اہتمام کیا جائے، جیسے شبِ قدر کے سلسلے میں بھی ہے کہ شبِ قدر رمضان المبارک میں آتی ہے، رمضان المبارک کی راتیں جو ہوتی ہیں، ان میں ہر رات کی عبادت تراویح وغیرہ تو اپنی جگہ پر ہے لیکن شبِ قدر میں کسی مخصوص عبادت کا حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثبوت ہو؛ ایسا کسی روایت میں نہیں ہے، حالاں کہ شبِ قدر کے سلسلے میں روایتیں بہت قوی درجے کی ہیں اور اس کی بہت تاکیدیں آئی ہیں، اس کے باوجود عبادت کا کوئی مخصوص طریقہ نہ کسی حدیث میں موجود ہے اور نہ فقہ کی کتابوں میں موجود ہے کہ اسی انداز اور طریقے سے آدمی عبادت کا اہتمام کرے۔

بلکہ شامی جس کو سامنے رکھ کر عام طور پر مفتی حضرات فتویٰ دیتے ہیں اور اسی طریقے سے منية المصلی اور اس کی شرح اور فقہ کی دوسری کتابوں میں صلوٰۃ الرغائب کے عدمِ ثبوت کے متعلق خاص لکھا ہے کہ بعض بڑی راتوں میں بعض لوگ بعض نمازوں کا اہتمام کرتے ہیں کہ اتنی رکعتیں پڑھی جائیں اور اس میں سورۂ فاتحہ کے بعد فلاں سورت اتنی مرتبہ پڑھی جائے، فلاں رکعت میں فلاں چیز اتنی مرتبہ پڑھی جائے؛ وہ کسی بھی روایت سے کہیں بھی ثابت نہیں ہے، فقہ اور مسائل کی کتابوں میں یہ بات صراحۃً موجود ہے، شامی میں بھی ہے، کبیری میں بھی ہے اور کسی حدیث سے کسی نماز کا کوئی مخصوص طریقہ ان راتوں میں پڑھنا ثابت نہیں ہے۔ آدمی عبادت کا اہتمام کرے۔

مختلف عبادتیں کرے

عبادت کے مختلف طریقے اور مختلف انداز ہیں کہ آدمی اپنے طور پر نفلوں کا اہتمام

کرے، یا قرآن پاک کی تلاوت کا اہتمام کرے، تسبیحات، درود شریف اور دعا کا اہتمام کرے۔ چناں چہ خود شبِ قدر کے سلسلے میں علماء نے لکھا ہے کہ کوئی خاص عبادت اس پوری رات میں مخصوص کرنے کے بجائے اس میں مختلف عبادتیں انجام دے، اس کی وجہ سے طبیعت کا نشاط بھی باقی رہتا ہے کہ آدمی کی طبیعت اور مزاج ایسا بنا ہوا ہے کہ ایک ہی چیز دیر تک کرتا رہتا ہے تو اس کے نتیجے میں طبیعت کے اندر ملال اور اُکتاہٹ بھی پیدا ہوتی ہے، اگر وہ مختلف اعمال کرتا رہے گا تو طبیعت کا جو نشاط عبادت میں مطلوب ہے، وہ موجود رہے گا، یعنی آدمی عبادت طبیعت کی رغبت کے ساتھ کرے، ایسا نہیں کہ طبیعت اُکتا رہی ہے اس کے باوجود آپ لگے ہوئے ہیں۔

عبادات نشاط کے ساتھ ہونی چاہئیں

بلکہ حدیثِ پاک میں تو آتا ہے کہ آدمی اگر رات کو نماز پڑھ رہا ہے یا دعا کر رہا ہے اور نیند آ رہی ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ سو جاؤ، کہیں ایسا نہ ہو کہ نیند کی حالت میں ایسی چیز مانگ لو جو نہیں مانگنے کی تھی، اُلٹا نیند کی حالت میں آدمی کی زبان سے کیا سے کیا نکل جاتا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفقت پر قربان کہ آپ کی رحمت دیکھئے کہ اس حالت میں فرمادیا کہ بھائی! سو جاؤ اور پھر سو کر اُٹھ کر پھر دوبارہ جب طبیعت میں نشاط پیدا ہو جائے پھر عبادت میں مشغول ہو جاؤ(۱)۔

---

(۱) عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ تعالیٰ عنہا زَوْجِ النَّبِيِّ -صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم- أَنَّ النَّبِيَّ -صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم- قَالَ إِذَا نَعَسَ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلاَةِ فَلْيَرْقُدْ حَتَّى يَذْهَبَ عَنْهُ النَّوْمُ فَإِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا صَلَّى وَهُوَ نَاعِسٌ لَعَلَّهُ يَذْهَبُ يَسْتَغْفِرُ فَيَسُبَّ نَفْسَهُ (سنن أبي داود، باب النُّعَاسِ فِي الصَّلاَةِ.)

بہر حال! اس طرح جبر کر کے جس کے اندر آدمی کو نیند آ رہی ہے، جھونکے کھا رہا ہے، زبان سے کیا سے کیا نکل رہا ہے، کتنی رکعتیں پڑھی، وہ بھی بھول گیا، کیا مانگ رہا ہے، وہ بھی معلوم نہیں، ایسی عبادت مطلوب نہیں ہے۔ آدمی نشاط سے، طبیعت کی رغبت کے ساتھ عبادت کرے۔

دورانِ عبادت سستی پیدا ہونے کی وجہ اور اس کا علاج

اور دیکھو! آدمی آپے سے باہر کیوں ہوتا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ مولانا! جہاں کچھ عبادت میں لگے کہ جھونکے آنے لگتے ہیں۔ وہ اس لیے کہ روزانہ کی عادت نہیں ہے، روزانہ کی عادت ہو تو ایسا نہیں ہوتا، آدمی کو چاہیے کہ اپنے آپ کو اس کا عادی بنائے۔ یہ کیا کہ سال میں ایک آدھ رات آئی تب تو آ کر حاضری دے دی، اور راتوں میں اس کا اہتمام نہیں۔ طبیعت میں جو اکتاہٹ سی پیدا ہوتی ہے، جھونکے آتے ہیں، نیند آتی ہے، بعض مرتبہ کہتے ہیں: مولوی صاحب! کیا کریں، نیند آ جاتی ہے۔ نفس کو اللہ کے سامنے عبادت کرنے کی عادت ڈلوانا چاہیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مجاہدات

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادتِ شریفہ تو یہ تھی کہ ہر رات آپ اتنا زیادہ اہتمام کرتے تھے کہ آپ کے پاؤں مبارک پر ورم آ جاتا تھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے اور دوسرے صحابہ کی طرف سے عرض کیا گیا کہ اللہ کے رسول! باری تعالیٰ کی طرف سے آپ کے تو اگلے پچھلے سارے گناہ معاف کر دئے گئے اور اس کے باوجود آپ اتنی

ساری عبادت کا اہتمام کرتے ہیں؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: أَفَلاَ أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا: میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں [1]؟ اللہ نے مجھے جو نعمت عطا فرمائی ہے، اس کی شکر گزاری کا تقاضہ تو یہ ہے کہ میں رات بھر عبادت کروں؛ اس لیے آدمی عام راتوں میں بھی عادت ڈالے گا تو ان راتوں میں بھی نشاط کے ساتھ، طبیعت کی چستی کے ساتھ، رغبت کے ساتھ کام کر سکے گا۔

کتبِ فقہ میں ان راتوں میں مخصوص عبادتوں کی صریح نفی ہے

بہر حال! میں یہ عرض کر رہا تھا عبادت کا کوئی مخصوص طریقہ کسی حدیث میں یا فقہ کی کسی کتاب میں نہیں آیا ہے اور کسی بھی فقہ کی کتاب کو لے لیجیے، مسائل کی کتابیں ہیں، جیسے فقہِ حنفی کی کتابیں ہیں جن سے مسئلے لیے جاتے ہیں، آپ ان کو اُٹھا کر دیکھ لیجیے، کسی میں بھی کسی مخصوص عبادت کا ذکر نہیں ملے گا بلکہ ایسی مخصوص نمازوں کا تذکرہ کر کے ان کے متعلق صاف لکھا ہے کہ ثابت نہیں ہے۔

صلوۃ التسبیح خاص اس رات کا عمل نہیں

اور صلوٰۃ التسبیح کے متعلق بھی ایک بات یاد رہے کہ صلوٰۃ التسبیح کی فضیلت اپنی جگہ پر آئی ہے لیکن یہ کہ یہ شبِ برأت یا شبِ قدر میں پڑھنے کی ہے، ایسا نہیں، وہ تو اس لیے بتلاتے ہیں کہ ایک آدمی رات بھر جاگنا چاہتا ہے، عبادت کرنا چاہتا ہے، ایک

(١) صحيح البخاری، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، باب قِيَامِ النَّبِيِّ صلی الله عليه وسلم حَتَّى تَرِمَ قَدَمَاهُ.

حافظ قرآن ہے، وہ تو اب لمبی لمبی تلاوت ہی کرے گا۔ اب یہ کہتا ہے مولوی صاحب ہم کو تو چھوٹی چھوٹی چار سورتیں، دس سورتیں یاد ہیں۔ نماز بھی پڑھیں تو کتنی پڑھیں۔ اب دس رکعتیں پڑھی، پندرہ رکعتیں پڑھی، سولہ رکعتیں پڑھی اور اس کے بعد رکعت لمبی کرنے کو جی چاہتا ہے، سمجھ میں نہیں آتا؟ ایسا بعض لوگ کہتے ہیں۔

صلوٰۃ التسبیح کی فضیلت

اب صلوٰۃ التسبیح کی فضیلت اپنی جگہ پر ثابت ہے اور اس کی بڑی فضیلت آئی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو نماز بتلائی کہ اس نماز کو اگر آپ روزانہ پڑھ سکیں تو ٹھیک ہے، نہیں تو ہفتہ میں ایک مرتبہ، نہیں تو سال میں ایک مرتبہ ضرور پڑھیں۔ ایسے مواقع پر کوئی آدمی اس کا اہتمام کرے تو گنجائش ہے (١)۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

یہاں میں غلط فہمی دور کرنے کے لیے عرض کرتا ہوں کہ صرف اس رات میں یہ پڑھی جائے، ایسا کسی روایت میں نہیں ہے، ہاں آدمی اپنے طور پر پڑھنا چاہے تو پڑھے۔ باقی یہ کہ اس رات میں ہی اس کو پڑھنا چاہیے ایسا نہیں، یہ تو چوں کہ اس رات میں آدمی مختلف عبادتیں کرتا ہے، ایک بڑا وقت ملا ہوا ہے، اس بڑے وقت میں کیا کیا کروں؟ اس کے لیے یہ بھی بتادیا جاتا ہے کہ صلوٰۃ التسبیح آدمی پڑھ لے لیکن یہ اس طرح کہ شبِ برأت میں ہی صلوٰۃ التسبیح پڑھنی چاہیے، ایسی صراحت کہیں موجود نہیں

---

(١) سنن أبي داود، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهما، باب صَلاَةِ التَّسْبِيحِ.

ہے، آپ روزانہ ہر رات میں پڑھ سکتے ہیں اور شبِ برأت میں بھی لیکن یہ سمجھ کر نہیں کہ یہ شبِ برأت کا عمل ہے۔

بہرحال! برکت والی ایک چیز ہے اور اس نماز کی اپنی جگہ پر ایک بہت بڑی فضیلت ہے اور اس سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ ویسے بھی ہمیں پڑھنی چاہیے، موقع نہیں ملا، آج اللہ نے موقع دیا تھا تو اس کو پڑھیں۔ تو بہرحال! صلوٰۃ التسبیح بھی جو پڑھی جاتی ہے تو یہ سمجھ کر نہیں کہ اس رات کا کوئی خصوصی عمل ہے جو حدیث میں آیا ہے، ایسا نہیں ہے۔ یہ یاد رہے وہ تو آپ ہر رات میں پڑھ سکتے ہیں، ہر دن میں پڑھ سکتے ہیں۔ وقتِ مکروہ کے علاوہ جب چاہے پڑھ سکتے ہیں۔

کام کرنے والوں کے لیے وقت گزاری کوئی مسئلہ نہیں ہے

روزانہ عبادت کی عادت ہونی چاہیے، جس کے روزانہ کے اپنے معمولات ہوتے ہیں، اس کو فرصت ہی ملتی نہیں ہے، یہ بھی میں اس لیے عرض کرتا ہوں کہ روزانہ کی عادت ڈالیے تو آپ کو بھی سمجھ میں آئے کہ ایسی رات کے موقع پر ہمیں کیا کیا کرنا چاہیے؟ کیا دعائیں مانگنی چاہیے؟ کتنی تلاوت کرنی چاہیے؟ کون سی تسبیحات کا اہتمام کرنا چاہیے۔ جو روزانہ کے کرنے والے ہیں، ان سے پوچھو! ان کو تو یہ رات جو ہے، وہ بھی مختصر پڑتی ہے، اتنے سارے اعمال ہیں۔ کیا کیا کروں؟ کیا کیا نہ کروں؟ اب وہ جو نہیں کرتا، اس کو بہت لمبی معلوم ہوتی ہے۔ وہ پوچھتا ہے کہ کیا کروں کہ میری رات پوری ہو جاوے اور وقت پورا ہو۔

آج تو پڑھ لیجئے!

بہرحال! کہنے کا حاصل یہ ہے کہ اس رات کا کوئی خصوصی عمل کسی حدیث میں نہیں آیا۔ ہاں یہ دعا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نقل کرتی ہیں (اللھمّ اعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ، وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوبَتِكَ، وَاعُوذُبِكَ مِنْكَ لا احْصِي ثَنَاءً عَلَيكَ، انْتَ كَمَا اثْنَيْتَ عَلَى نَفسِكَ)، اس دعا کا آپ اہتمام کر سکتے ہیں، باقی اور عبادت کوئی مخصوص نہیں۔ تہجد بڑی اہم نماز ہے جو ہر رات نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ادا کرتے تھے، آج اللہ نے موقع دیا ہے، روزانہ نہیں پڑھتے تو آج تو پڑھ لیجیے۔ جیسے کہ عشاء اور مغرب کی نماز روزانہ تو نہیں پڑھتے، آج تو پڑھ لیجئے۔

نوافل کب قبول ہوں گی؟

ویسے ایک بات یاد رہے، دیکھو! نوافل جتنے بھی ہیں، ان نوافل کی قبولیت کے لیے شرط ہے کہ آدمی فرائض کا اہتمام کرے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو چیزیں فرض کی جاتی ہیں ان فرائض کا اہتمام کوئی نہ کرتا ہو اور اس کے بغیر نوافل کا اہتمام کرے تو نوافل قبول نہیں ہوتے۔ یہ تو ایسا ہی ہے کہ کسی آدمی کو آپ نے اپنے یہاں کسی ڈیوٹی پر مقرر کیا ہے کہ بھائی! تمہاری ڈیوٹی یہ ہے کہ اتنے بجے سے لے کر اتنے بجے تک فلاں کام کرو۔ اب وہ ڈیوٹی والا کام کرنے کے ساتھ ساتھ پھر دوسرے اوقات میں آپ کو چائے بھی بنا کر دیتا ہے، آپ سو جاتے ہیں تو پاؤں بھی دبا دیتا ہے، آپ کو پانی پینے کی ضرورت ہے تو آپ کو پانی بھی لا کر دیتا ہے، دوسرے کام بھی کرتا ہے تو آپ زیادہ خوش

ہوجائیں گے لیکن وہ اگر ڈیوٹی والا کام تو پورا کرتا نہیں اور چائے بنا کر لا کر دے تو آپ کیا کہیں گے؟ تجھے جو ڈیوٹی سونپی گئی ہے، وہ تو کرتا نہیں، مجھے چائے بنا کر لا کر دیتا ہے تو اس سے کیا ہوتا ہے؟۔

حقیقت تو یہ ہے کہ یہ نوافل جو ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اسی وقت قبولیت کا درجہ حاصل کرتے ہیں، جب آدمی فرائض کا اہتمام کرے۔ فرض کا مطلب ہی یہ ہے کہ اس کو چھوڑنے کی وجہ سے آدمی گنہگار ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کے یہاں پوچھ ہوگی۔ نوافل کے اندر تو یہ ہے کہ اگر کرے گا تو ثواب، نہیں کرے گا تو اللہ تعالیٰ کے یہاں کوئی پکڑ نہیں۔ اسی لیے جو ہمارے احباب یہاں آئے ہیں، ان سے خاص طور پر درخواست ہے کہ آپ اس مبارک رات میں آئے ہیں تو اللہ تعالیٰ سے یہ توفیق مانگ کر جائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے توفیق عطا فرما کہ تیرے فرائض کو میں اہتمام کے ساتھ ادا کرنے والا بن جاؤں۔ تو آدمی کی نفل عبادت بھی اس کی برکت سے قبول ہو جائے گی۔

مسنون دعائیں اور ان کی اہمیت

میں عرض کر رہا تھا کہ اس رات کے اندر مختلف اعمال کرے، آدمی قرآنِ پاک کی تلاوت بھی کرے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو دعائیں ثابت ہیں، وہ مانگے۔ ایک صاحب نے حزب الاعظم کے متعلق پوچھا ہے تو ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساری دعائیں جمع کر دی ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مانگا کرتے تھے۔ ویسے ہم اپنے الفاظ میں کوئی دعا مانگیں، اس کے بجائے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

سکھلائے ہوئے الفاظ سے دعامانگیں، یہ بہتر ہے؛ کیوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول الفاظ ہیں۔

ہمیں گورنمنٹ کے کسی شعبے میں عرضی دینی ہو، گورنمنٹ نے اس کے لیے فارم بھی نکالا ہوتو اس فارم کو پُر کر کے ہی عرضی دیں گے۔ اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھتے ہیں، کیوں؟ اس لیے کہ بھائی! ان الفاظ میں آپ پیش کریں گے تو بات قبول کی جائے گی۔ تو یہاں اگر چہ ایسی کوئی شرط تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہے لیکن یہ ہے کہ کوئی حاجت ہماری ایسی نہیں جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مانگ کر بتلایا نہ ہو، یہ تو ہماری کوتاہی کی بات ہے کہ ہم ان دعاؤں کا اہتمام نہیں کرتے، اتنی کثرت سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعائیں بتلائیں۔

ادعیۂ ماثورہ تعلیماتِ نبوی کا خلاصہ ہیں

حضرت مجدّد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سنّت کا خلاصہ جو ہے، وہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بتلائی ہوئی دُعائیں ہیں کہ آدمی دعاؤں کا اہتمام کرلے تو بہت ساری دنیا کی مصیبتوں سے اپنے آپ کو بچا سکتا ہے۔ آج لوگ ان مصائب سے بچنے کے لیے معلوم نہیں کیا کیا تدبیریں کرتے ہیں تو بہر حال! عام دعائیں بھی ہیں، ان تمام دعاؤں کا آدمی اہتمام کرلے تو بہت بڑی بات ہے۔

بہر حال! میں یہ عرض کررہا تھا کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا اور آخرت کی کوئی حاجت ایسی نہیں چھوڑی جس کے مانگنے کا طریقہ اپنی اُمّت کو بتلایا نہ ہو تو آپ دیکھئے! یہ جو

الحزب الاعظم ہے، اس کا گجراتی ترجمہ بھی راندیر اشرفیہ سے شائع ہوا ہے اور دوسری جگہوں سے بھی۔ اُن گجراتی دعاؤں کو آپ پڑھیے، اس میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعاؤں کا ترجمہ ہے، نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے جامع الفاظ کے اندر اور ایسے عجیب و غریب انداز سے دعائیں مانگی ہیں کہ آدمی تصور نہیں کرسکتا، ایسا کہ آدمی کا جی یوں ہوجاوے کہ اس کے اوپر قربان ہوجاویں تو ہم اپنی حاجتیں ان جامع دعاؤں کے ذریعہ مانگیں اور ایسے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان چیزوں کو حاصل کرلیں۔

اِس رات میں عبادت کی پیشگی تیاریاں کریں

اور دیکھئے! جب آدمی عبادت کے لیے آ ہی رہا ہے تو اس کو پورے طور پر وصول کرنے کی تیاری کرلے۔ آپ پکنک (picnic) کے لیے جاتے ہیں تو پکنک میں مزہ آجائے، اس کے لیے ساری تیاریاں پہلے سے کرلیتے ہیں کہ پہلے سے ''گھاری'' خریدلو اور بھوسہ بھی خریدلو، سمو سے بنوالو اور یوں بھی کرو کہ فلاں جگہ جائیں گے، تب مزہ آئے گا، اس کے بغیر نہیں آئے گا۔ یہاں عبادت کے لیے آئے ہیں تو عبادت کا بھی اہتمام پہلے سے ہوجاوے۔

سنت سے ثابت امور قبولیت کے زیادہ قریب ہوتے ہیں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو دعائیں، ہیں وہ حاصل کرلی جائیں۔ یہ جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت شدہ چیزیں ہیں، ان کو حاصل کرنے کا اہتمام کیجیے۔ اب ایسے موقع پر جو چیزیں ثابت نہیں ہیں، وہ پھیلائی جاتی ہیں۔ یہ بھی ایک عجیب چیز ہے کہ جو چیزیں

خاص صحیح حدیثوں سے اور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل سے ثابت ہوتی ہیں، ان کی طرف اتنی دعوت دی نہیں جاتی، دوسری چیزوں کی دعوت دی جاتی ہے۔ حالاں کہ اس کی طرف لوگوں کو دعوت دینی چاہیے، وہ قبولیت کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔

اس رات کو مختلف ذرائعِ عبادت سے وصول کریں

بہرحال! اس رات کے وصول کرنے کا اہتمام ہو۔ آدمی اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف زیادہ سے زیادہ متوجہ رہے اور اس کو وصول کرنے کا اہتمام کرے۔ مختلف طریقوں سے: نفل نماز کے ذریعہ بھی، تلاوت کے ذریعہ بھی، تسبیحات کے ذریعہ بھی، درود شریف کے ذریعہ سے بھی اور دعاؤں کے ذریعہ بھی۔ عبادتوں کے مختلف طریقے ہیں اور نفل نمازوں میں جیسا کہ میں نے بتلایا تھا۔ خاص طور پر کوئی نماز نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس سلسلے میں منقول نہیں ہے، آپ اپنے طور پر نمازوں کا اہتمام کریں۔

اجتماعی عبادت نہ ہو

اور ایک بات یاد رہے کہ علماء نے لکھا ہے اور فقہ کی تمام کتابوں میں یہ چیز موجود ہے کہ ان راتوں میں جو عبادتوں کا اہتمام کریں، وہ اجتماعی طور پر نہ ہو بلکہ انفرادی اور اپنے اپنے طور پر ہو۔ دیکھو! فرض نمازوں کے متعلق تو ہمیں حکم دیا گیا کہ فرض نمازوں کو جماعت کے ساتھ مسجد میں ادا کریں۔

پنج وقتہ نمازوں کو باجماعت ادا کرنے کی شرعی تاکید

اس کو دین کا شعار، دین کی علامت اور نشانی قرار دیا؛ اس لیے کوئی آدمی ان پانچ

وقتوں کی فرض نمازیں اپنے گھر پر ادا کرنا چاہے اور یوں چاہے کہ میں مسجد نہیں جاتا یا جماعت کے ساتھ نہیں، اپنے طور پر پڑھوں گا، اس کی شریعت اجازت دیتی نہیں ہے، جماعت کو سنتِ مؤکدہ بلکہ واجب تک کا درجہ دیا گیا ہے۔ کوئی آدمی جماعت چھوڑنے کا عادی ہو جائے تو اس کو فاسق کہا ہے، اس کی گواہی قبول نہیں ہوتی۔ یہ تو عام دربارہے کہ پانچ وقت کی فرض نمازیں جو ہیں، ان کو تو مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کرنے کا اہتمام کریں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں بعض منافقین عشاء کی نماز میں مسجد میں حاضر نہیں ہوتے تھے۔ اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا) کہ میرے جی میں آتا ہے کہ میں اذان دلوا کر کے جماعت کھڑی کراؤں اور کسی کو جماعت کے لیے کہوں اور پھر نکلوں اور جو لوگ اپنے گھروں میں ہیں اور جماعت میں حاضری نہیں دیتے، ان کے گھروں پر آگ لگا دوں۔ اگر عورتوں اور بچّوں کا خیال نہ ہوتا تو میں ایسا کرتا کہ عورتوں اور بچوں پر حاضری نہیں ہے۔ بچے تو ویسے بھی شریعت کے احکام کے مکلف نہیں ہیں (۱)۔

نوافل کی جگہ گھر ہے

نوافل کے لیے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کے لیے بہترین جگہ اس کا گھر ہے (۲)۔ یہ جو زائد ثواب بھی ملتا ہے، فرض نمازوں میں ملتا ہے، حرم کے اندر بھی

(۱) صحیح البخاری، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، باب وُجُوبِ صَلاَةِ الْجَمَاعَةِ.

(۲) عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّخَذَ حُجْرَةً - قَالَ: حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ مِنْ حَصِيرٍ - فِي رَمَضَانَ، فَصَلَّى فِيهَا لَيَالِيَ، فَصَلَّى بِصَلاَتِهِ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِهِ، فَلَمَّا =

جوایک لاکھ کا ثواب ملتا ہے، یہ فرض کے متعلق ہے۔ مسجد کے اندر بھی جو زیادہ ثواب ملتا ہے یا جماعت کے اندر جو ثواب ملتا ہے وہ فرائض کے اندر ہے۔ نوافل تو چند ہی ہیں جو جماعت کے ساتھ ادا کی جاتی ہیں، رمضان میں تراویح یا وتر کی نماز، یا اسی طریقہ سے بارش نہ آتی ہو تو بارش طلب کرنے کے لیے ایک نماز پڑھی جاتی ہے استسقاء کی نماز، وہ جماعت کے ساتھ پڑھی جائے گی، یا سورج گرہن کی نماز، یہ جماعت کے ساتھ ادا کرنے کی ہے یا عیدین کی نمازیں۔ ان کے علاوہ اور کوئی نفل نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے والی شریعت میں نہیں آئی، وہ اپنے طور پر گھروں میں پڑھنے کا اہتمام کیا جائے اور اسی کو افضل قرار دیا ہے۔

قبلیہ وبعدیہ سنن کو مسجد میں ادا کرنے کی اجازت کی وجہ

البتہ یہ ہماری جو فرض نمازوں کے آگے پیچھے کی سننِ مؤکدہ ہیں، اس میں بھی بہتر اور افضل تو یہی ہے کہ آدمی ان کو اپنے گھر پر ادا کرے لیکن فقہاء نے لکھا ہے کہ آج کل مشغولیت کی وجہ سے آدمی سیدھا دکان سے یہاں آتا ہے اور یہاں سے سیدھا دکان پر چلا جاتا ہے، اب وہ وہاں تو سنتیں ادا کرے گا نہیں، یقیناً چھوٹ جائیں گی؛ اس لیے مسجد میں ادا کرلے، ورنہ عام طور پر نوافل جو ہیں، وہ گھروں میں ادا کرنا پسندیدہ ہے۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا تھا کہ نوافل میں یہ چیز پسند کی گئی ہے کہ آدمی تنہائی میں، گھر میں،

= عَلِمَ بِهِمْ جَعَلَ يَقْعُدُ، فَخَرَجَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ: قَدْ عَرَفْتُ الَّذِي رَأَيْتُ مِنْ صَنِيعِكُمْ، فَصَلُّوا أَيُّهَا النَّاسُ فِي بُيُوتِكُمْ، فَإِنَّ أَفْضَلَ الصَّلَاةِ صَلَاةُ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهِ إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ (صحيح البخاری، باب صلاۃ اللیل)

اکیلا ادا کرے۔

اکیلے بیٹھے رہتے، یاد ان کی دل نشیں ہوتی

تو اب جو لوگ اجتماعی شکل میں ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں، یہ تو ایسا ہی ہوا کہ آپ کو حاکم کی طرف سے یوں کہا جائے کہ رات کو دس بجے ہم کو اکیلے ملنا، اس موقع پر کوئی نہ ہو۔ اب اُس نے آپ کو رات دس بجے ملنے کا وقت دیا اور آپ جو ہیں پورا ایک مجمع لے کر کے وہاں ملاقات کے لیے جا رہے ہیں تو اچھی بات سمجھی جائے گی؟ یہ تو گویا ناقدری ہوگی بلکہ ایسے موقع پر تو آدمی متلاشی ہوتا ہے اور اس بات کی کوشش کرتا ہے کہ مجھ اکیلے کو موقع دیا جائے؛ تاکہ تنہائی میں ان کے سامنے اپنی باتیں اپنی درخواستیں، ضرورتیں پیش کروں، کوئی دوسرا سننے والا نہ ہو۔ میں ہوں اور وہ ہو بس، اور کوئی نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی یہ موقع دیا گیا اور بتلایا گیا کہ آپ تنہائی میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ مناجات کریں۔

اس رات کو عبادات کے ساتھ گھر میں گذارنے کے فوائد

ویسے بھی گھروں میں آپ آ کر اہتمام کریں تو آپ کی وجہ سے گھر کی عورتیں بچے وغیرہ بھی مشغول ہوں گے۔ ویسے بھی عام طور پر ہم گھر میں زیادہ رہتے ہیں؛ اس لیے ہم سے گناہ کے کام بھی گھر میں بہت سے ہو جاتے ہیں تو حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ کسی جگہ پر آدمی سے کوئی گناہ کا کام ہوا ہو تو وہاں پر کوئی نیکی کا کام کرلے تاکہ کل وہ جگہ جہاں اللہ کے یہاں ہمارے گناہوں کو بتلائے گی، ہم نے جو نیک کام کیے ہیں، ان کی

بھی گواہی دے۔گھر کا ہر کمرہ ایسا ہو کہ کسی کمرے میں آپ عبادت میں مشغول ہیں، کسی کمرے میں آپ کی بیوی ہے، کسی کمرے میں آپ کا بیٹا ہے، کسی کمرے میں آپ کی بیٹی ہے، سب مشغول ہیں عبادت کے اندر اور اللہ کے سامنے گڑ گڑانے کی، رونے کی آوازیں آرہی ہیں۔ ایسی مبارک رات میں تو اس سے اچھا موقع اور کیا ہوسکتا ہے۔

مؤمن فقط احکامِ اِلٰہی کا ہے پابند

تو بہر حال! بعض لوگ کہتے ہیں کہ مسجد میں سب کے ساتھ ہوتے ہیں تو ذرا جاگا جاتا ہے، ورنہ نیند آجاتی ہے تو بھائی! دیکھو، جو طریقہ بتلایا گیا ہے، اس طریقے کی پیروی کریں۔ آدمی اپنی رائے پر اور اپنی خواہش پر عمل نہ کرے بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے کیا حکم ہے؟ شریعت کیا چاہتی ہے؟ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں کیا بتلایا ہے؟ بھائی! ہمیں تو وفاء پیش کرنا ہے، وہاں سے ہمیں جو کہا گیا، اس طرح کا ہونا چاہیے۔

اللہ اور رسول کی رضا ہمارے پیشِ نظر رہے

آپ کو کوئی آرڈر کیا جائے کہ اس قسم کا مال چاہیے، اب جو آرڈر دیا گیا ہے، اس کے خلاف جو دوسرا مال آپ کی نگاہوں میں زیادہ قیمتی ہے، زیادہ پیسہ خرچ کر کے آپ نے تیار کیا ہوا ہے تو جس نے آرڈر دیا ہے، وہ کہے گا کہ یہ واپس لے جاؤ۔ آپ کہیں گے بھائی! تو نے جو آرڈر دیا ہوا ہے، وہ تو دس روپئے میں تیار ہوتا ہے، یہ تو میں نے سو روپئے خرچ کر کے تیار کیا ہے، تو وہ کہے گا کہ اس سے کیا فرق پڑتا ہے تو اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے جیسا بتلایا گیا ہے، جیسا مانگا گیا، ویسا عمل پیش کرنا ہے، ہم اپنی

مرضی سے اپنی طرف سے طے کریں کہ یوں ہونا چاہیے، توں ہونا چاہیے۔ اس چیز کی شریعت اجازت نہیں دیتی، ہمیں شریعت میں اپنی رائے کو، اپنی خواہش کو، اپنی پسند کو دخل دینے کا حق دیا نہیں ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کیا چاہتے ہیں؟ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا چاہتے ہیں، وہ ہمیں تو دیکھنا ہے۔

خلافِ پیمبر کسے رہ گزید

ایک مرتبہ ایک آدمی عید کے روز عید گاہ کے اندر نماز پڑھ رہا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: بھائی! تو نماز پڑھ رہا ہے؟ تو اُس نے یوں کہا: اس نماز پر اللہ تبارک وتعالیٰ عذاب تو نہیں دے گا؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بھائی! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عید کے روز عید گاہ کے اندر عید کی نماز سے پہلے نماز ثابت نہیں ہے، اس پر تجھے کوئی ثواب نہیں ملے گا۔

تو بہر حال! ان چیزوں کا اہتمام ہماری نگاہوں میں ہونا چاہئے، جیسے کہ نماز اپنی جگہ پر بہت اہم چیز ہے لیکن دیکھو شریعت نے ایسے اوقات بھی رکھے ہیں، جن میں یہ منع ہے۔ حدیثِ پاک میں بھی آتا ہے: سورج طلوع ہو رہا ہو، سورج سر پر ہو، سورج غروب ہو رہا ہو، اُس وقت شریعت نے نماز پڑھنے کی اجازت نہیں دی۔ گویا ہمیں ایک اصول کا پابند بنایا گیا کہ جو چیز جس وقت ہم کہیں، وہ عبادت ہے، جس وقت نہ کہیں، وہ عبادت نہیں ہے۔ کوئی آدمی سورج نکل رہا ہو اُس وقت نماز پڑھے گا تو وہ نماز اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول نہیں ہے، اُس پر ثواب نہیں ملے گا، بلکہ گناہ ہے، مکروہ لکھا ہے تو بہر حال کہنے کا حاصل یہ ہے کہ عبادت کا جو طریقہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

ثابت ہو اس طریقے کے مطابق عبادت کا ہمیں اہتمام کرنا چاہیے۔ اپنی مرضی، اپنی رائے، اپنی پسند، اپنی چاہت کو اس میں دخل دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

راہ دکھلائیں کسے؟ رہرو منزل نہیں

اس لیے ان نوافل میں بھی اہتمام اس کا ہو، آدمی اس کی کوشش کرے یا اپنے طور پر اپنے گھروں میں اس کا اہتمام کرے، جتنا اللہ تعالیٰ توفیق دے۔ پھر بعد میں نیند آئی تو سو گئے۔ پھر اُٹھے، اُٹھنے کا پھر اہتمام کیجیے اور کسی سے دوبارہ نہیں اُٹھا جاتا تو حدیثِ پاک میں یہاں تک آیا ہے کہ کوئی آدمی عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرے اور پھر فجر کی نماز بھی جماعت کے ساتھ ادا کرے تو رات بھر جاگنے کا اور عبادت کا ثواب اس کو مل جاتا ہے [(١)]، اتنی آسانی کر دی ہمارے لیے۔

جاگنے کا مطلب کیا ہے؟

باقی یہ بات بھی یاد رہے کہ جاگنے کا مطلب کیا ہے؟ جاگنے کا مطلب یہ ہے کہ جاگ کر آدمی اپنے اوقات کو اللہ کو راضی کرنے میں مشغول کرے: نوافل کے اندر اور تلاوت میں، ذکر میں، تسبیحات میں، درود میں، دعاء میں۔ یہ نہیں کہ صرف اس رات میں جاگنا مطلوب ہے۔

بعض لوگ کیا کرتے ہیں؟ آج تو جاگنے کی رات ہے۔ باہر جا کر کے وہاں لاریاں ہیں، وہاں کھانا پکایا جا رہا ہے، ناشتے ہو رہے ہیں، آئس کریم کھائی جا رہی ہے اور بیٹھے

(١) صحیح مسلم، عن عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، باب فَضْلِ صَلاَةِ الْعِشَاءِ وَالصُّبْحِ فِي جَمَاعَةٍ.

ہیں، گپ شپ ہورہی ہے، آوازیں کسی جارہی ہیں۔ یہ تو بہت خطرناک چیز ہے، بہت خطرناک چیز ہے! حرم کے اندر جیسے ایک نیکی آدمی کرے، اس کا ثواب لاکھ گنا ملتا ہے۔ لیکن اس میں کوئی گناہ کرے گا تو؟ ایک آدمی باہر گالی بولے، اور ایک یہ کہ مسجد کے اندر منبر کے پاس بولے تو آپ سمجھ سکتے ہیں گناہ تو دونوں جگہ ہے، وہاں بھی ہے، یہاں بھی ہے۔ لیکن یہاں اور زیادہ خطرناک! تو بھائی اس طرح اپنے اوقات کو ضائع کرنا اور اس طرح گپ شپ میں یا برائیوں میں مشغول ہونا ویسے تو اور راتوں میں بھی بُرا ہے لیکن ایسی بڑی برکت والی راتیں ہوں تو اور بھی برا ہے۔

گناہ تو پھر گناہ ٹھہرا، عبادتیں بھی ہیں مجرمانہ

پھر یہ کہ غلط فہمی کیا ہے، انداز دیکھئے کہ ایک تو گناہ ہو، غلط ہو رہا ہو پھر سوچ رہے ہیں کہ ہم رات کو وصول کر رہے ہیں۔ اللہ اکبر! یہ وصول کرنا ہوا یا پھر اپنے آپ کو اور مصیبت میں ڈالنا ہوا؟ ایسے لوگوں کو تو یوں چاہیے کہ جلدی سے گھروں میں جا کر دروازہ بند کر کے جو پڑھ سکتے ہیں پڑھیں ورنہ سو جاویں۔ کم سے کم ہر چھوٹے بڑے گناہ سے اپنے آپ کو بچانے کا اہتمام کریں، اتنا تو کر سکتے ہیں کہ نیکی نہیں ہو سکتی تو گناہوں سے اپنے آپ کو بچا لیا جائے۔ ایسی رات اور ہم سے گناہ ہو جائے، یہ تو بڑی خطرناک بات ہوگی۔ اس لیے اس کا خاص اہتمام کریں۔

بیٹا تو بھی سویا رہتا، یہ اچھا تھا بہ نسبت اس کے......

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ بچپن میں مجھے عادت تھی کہ والد صاحب

رات کو اُٹھ جاتے تھے تو انہوں نے مجھے بھی شب خیزی کی یعنی آخری رات میں اُٹھنے کی عادت ڈالی تھی، ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ اُٹھے، عبادت میں مشغول ہوئے، کچھ لوگ سوئے ہوئے تھے، حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس زمانے میں بچّے تھے، فرماتے ہیں کہ میں نے والد صاحب سے کہا: یہ لوگ تو ایسے پڑے ہوئے ہیں، ایسے خراٹے لے رہے ہیں کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مُردے ہوں تو شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ والد صاحب نے کہا بیٹا تو بھی سو یا رہتا، یہ اچھا تھا بہ نسبت اس کے کہ ان کی بُرائی میں مبتلا ہوا۔

عبادت پر غرور نہ ہو

پھر یہ کہ اللہ نے اگر عبادت کی، دو چار رکعت پڑھنے کی توفیق دے دی، تسبیحات کی، دعاء کی توفیق دے دی تو اس پر غرور بھی نہیں ہونا چاہیے۔ یہ بھی شریعت کی ایک خاص تعلیم ہے؛ اس لیے آپ دیکھیں گے کہ تمام عبادتوں کے آخر میں عام طور پر استغفار رکھا گیا ہے۔ نماز میں بھی سلام کے بعد استغفار ہے استغفر اللّٰہ۔

عبادت کے بعد بھی استغفار کی تعلیم

چناں چہ احادیث میں ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز ختم ہونے کو حضراتِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین استغفار کے کلمات سے سمجھتے تھے کہ آپ کی نماز پوری ہوئی (١)۔ روزے کے اندر یا واسع المغفرۃ کی تعلیم ہے کہ اے وسیع مغفرت کرنے والے میرے گناہوں کو معاف فرما (٢)۔ تو بہر حال! تمام عبادتوں میں عام طور پر آخر میں استغفار

---

(١) صحيح مسلم، عَنْ ثَوْبَانَ رضی اللہ عنہ، باب اسْتِحْبَابِ الذِّكْرِ بَعْدَ الصَّلاَةِ وَبَيَانِ صِفَتِهِ. =

رکھا گیا؛ تاکہ آدمی کو عبادت کر کے غرور پیدا نہ ہو، فخر نہ ہو؛ یہ غرور پیدا نہ ہو کہ میں نے کچھ کیا ہے، بلکہ ڈرتے رہنے کی ضرورت ہے کہ معلوم نہیں ہمارا یہ عمل اللہ تعالیٰ کے یہاں قبول ہوتا بھی ہے کہ نہیں۔ ہمارے اکابر اور اسلاف جن کی زندگیاں اللہ کی اطاعت اور فرماں برداری میں گذریں، جو رات رات بھر اللہ کے سامنے کھڑے رہتے تھے۔ رات جب ختم ہونے کا وقت آتا تو روتے تھے۔ وقلوبھم و جلۃ کہ ان کے دل ڈرے اور سہمے رہتے تھے کہ پتہ نہیں یہ ہم نے اللہ کی جو عبادت کی ہے اللہ کے یہاں قبول بھی ہوتی ہے کہ نہیں؟

نفلی عبادت نہ کرنے والوں کی تحقیر دل میں نہ ہو

تو بہر حال آدمی کو اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عبادت کی توفیق مل جائے تو اس پر غرّہ نہ ہو۔ پھر غرہ نہ ہونے کے ساتھ یہ بھی نہ سوچے کہ دوسرا آدمی مشغول نہیں ہوا۔ بعضوں کو خیال آتا ہے، بعض لوگ بولتے بھی ہیں کہ ایسی برکت والی رات میں آ کے سو گیا تو صبح تک اُٹھا ہی نہیں، عشاء پڑھی، فجر پڑھی، اللہ کا بندہ دو رکعت پڑھ لیتا۔ ایسی بات بولتے ہیں۔ ارے بھائی! وہی بات ہوگئی کہ آپ نے گویا اُس پر تنقید کر دی۔ یہ جو کچھ کرتا تو نفل ہوتا، فرض تو وہ پڑھ کر سویا ہے، عشاء تو اس نے پڑھی ہے، آپ خود ہی کہہ رہے ہیں کہ عشاء پڑھ کر سویا ہے، ایسا پڑ کر سویا کہ بس فجر کے لیے اُٹھا، ابھی دو رکعت بھی پڑھنے کی اس کو توفیق نہیں ہوئی تو یہ فرض تو ادا کر ہی چکا ہے۔ جو کچھ بھی ہے وہ

=(۲) شعب الإيمان، عن ابنِ عُمَرَ، فَصْلٌ، مَا يُفْطِرُ الصَّائِمُ عَلَيْهِ، وَمَا يَقُولُ عِنْدَ فِطْرِهِ.

نفل کا معاملہ ہے۔اب آپ اس پر تنقید کیوں کرتے ہیں اور اپنا عمل کاہے کو ضائع کرتے ہیں۔ بھائی! یہ تو نفل تھا، آپ نے کیا، آپ کو ثواب ملے گا، نہیں کیا تو ثواب سے محروم رہے لیکن آپ اس کی برائی کر کے غیبت کر کے اپنے آپ کو اللہ کے یہاں گرفتار کرتے ہیں۔ یہ تو بڑی خطرناک بات ہو جائے گی؛ اس لیے یہ بھی نہیں ہونا چاہیے۔ تو بہر حال اس کا خصوصی اہتمام ہو کہ آدمی اس رات میں اپنے آپ کو ہر چھوٹے بڑے گناہوں سے بچانے کی کوشش کرے۔ خاص کر کے ہمارے نوجوان بھائیوں سے بھی درخواست کروں گا کہ بھائی! اور راتیں تو خدا نہ کرے کہ ضائع ہوئی ہوں لیکن اس رات میں ایسا نہ ہو۔ جو تھوڑی بہت عبادت کی توفیق ہو جائے کرنے کے بعد اپنے آپ کو ہر لغو کام سے، بے کار کام سے بچانے کی کوشش کیجیے، اس کا اہتمام کیجیے، یہ تو کرنے کی چیز ہے۔

شبِ برأت میں قبرستان جانے کا حکم

رہا اس رات میں قبرستان جانا، تو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حیاتِ طیبہ میں ایک مرتبہ جنّت البقیع میں جانا ثابت ہے لیکن اس کے لیے بھی اجتماعی شکل اختیار نہ کی جائے، انفرادی طور پر آدمی اپنے وقت میں جانا چاہے تو ٹھیک ہے۔ اس میں بھی گو یا تنہا اور دیر رات میں جانا چاہے جاوے۔ اس کی گنجائش ہے۔ ہر عمل کو اس کے مقام پر اس کے درجہ پر رکھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

حکمِ شرعی کو اس کی حدود میں رہتے ہوئے ادا کرنا مطلوب ہے

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو عمل شریعت سے جتنے درجے

میں جتنا ثابت ہو اسی درجے میں آپ اس کو کریں اور اس کا اہتمام کریں، نہ بڑھانے کی کوشش کریں نہ گھٹانے کی کوشش کریں۔ اس کا اہتمام ہو تب ہی گویا یوں سمجھا جائے گا کہ آپ نے شریعت کی حدود اور اس کے مزاج کی رعایت کی ہے۔ اگر ہم اس سے کچھ آگے پیچھے کریں گے تو یہ ہماری طرف سے شریعت کی حدود کو توڑنا ہوگا، اس میں پھر وہ خیر و برکت نہیں ہے؛ اس لیے بہرحال اس کا اہتمام ہو۔

باقی یہ حلوہ پکانا تو ویسے بھی ثابت نہیں ہے، بعض لوگ حلوے کی بھی بڑی فضیلتیں بیان کرتے ہیں، اس رات کے اندر تو ایسی کوئی فضیلت حلوہ بنانے کی کسی روایت میں آئی نہیں ہے۔

آدمی مناجات کے ذریعہ، سرگوشی کے ذریعہ تنہائیوں میں اللہ تعالیٰ کے سامنے رو دھو کر ایسے مبارک اوقات اور مبارک گھڑیوں میں اللہ کی توفیق بھی شامل حال ہو جائے تو اپنے گناہوں سے مغفرت طلب کرتا رہے۔

صلوۃ التوبۃ، صلوۃ الحاجۃ

بعضوں نے صلوۃ التوبۃ اور صلوۃ الحاجۃ کے بارے میں پوچھا ہے تو ویسے تو صلوۃ التوبۃ ہر روز آپ پڑھ سکتے ہیں۔ اب اگر ایسی رات میں پڑھنا چاہیں تو اور بھی اچھی بات ہے۔ توبہ تو کر ہی رہے ہیں اور توبہ کو مزید قبولیت کے قریب کرنے کے لیے صلوۃ التوبۃ کی نیت سے دو رکعت بھی پڑھ لیں۔ صلوۃ الحاجۃ بھی اسی درجے میں ہے۔

تو بہرحال جیسا کہ پہلے بھی بتلا چکا ہوں، اس رات کے خاص اعمال میں سے

صلوۃ التوبۃ یا صلوۃ الحاجۃ یا صلوۃ التسبیح نہیں، ویسے آدمی اپنے طور پر کرے اور کوئی کرتا ہوتو کرنے دے، کسی کے ساتھ کوئی حجت اور بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کوشش یہ ہو کہ اپنے طور پر جتنا اپنے اعتماد کے اہل علم سے پوچھا ہوا ثابت ہو، اس کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کرے۔ ویسے بھی دین کے معاملے میں، ایسے نوافل اور ان چیزوں میں لڑائی اور جھگڑے کو پسند نہیں کیا گیا، بس اللہ تعالیٰ سے لینا ہے، اس کے سامنے گڑگڑانا ہے، گریہ وزاری کرنا ہے، اس کا اہتمام ہو۔ مختصراً شبِ برأت کے متعلق جو کچھ تھا، وہ عرض کردیا۔

بہرحال! اس کا جو درجہ ہے، اس درجے میں رہتے ہوئے کوشش کریں، اس کا اہتمام کریں۔ ہاں! روزے کے متعلق یہ بات یاد رہے، ابن ماجہ شریف میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پندرھویں شعبان کی رات میں قیام کرو اور اس کے دن میں روزہ رکھو(۱)۔

آتش بازی، لائٹنگ

یہ جو آتش بازی کرتے ہیں، چراغاں (لائٹنگ) کرتے ہیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ما ثبت بالسنۃ میں لکھا ہے کہ یہ دیوالی سے مشابہت ہے، اس کو چھوڑنے کی ضرورت ہے، اس سے اپنے آپ کو بچایا جائے۔ اپنے بچوں کو بھی اس سے بچانے کا اہتمام کیا جائے، یعنی ایسی چیزوں کے اندر غیروں کی مشابہت بڑی خطرناک ہے۔

(۱) سنن ابن ماجة، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رضي الله عنه، بَابُ مَا جَاءَ فِي لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ، رقم الحديث: ۱۳۸۸.

علاّمہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک رسالہ ہے صراطِ مستقیم، اس میں انھوں نے بہت تفصیل سے اس چیز کو بیان کیا ہے، اور ہمارے اکابر نے بھی اپنی تصنیفات میں ذکر کیا ہے کہ غیروں کی مشابہت سے اپنے آپ کو بہت زیادہ بچانے کی ضرورت ہے۔

روزہ

خیر تو روزے کی بات چل رہی تھی کہ پندرھویں شعبان کا روزہ ہے یا نہیں، اس سلسلے میں ایک روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہے لیکن سننِ ابن ماجہ کی اس روایت پر محدثین نے نقد کیا ہے اور علاّمہ عبدالعظیم نے بھی الترغیب و الترھیب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو ذکر کیا ہے اور شروع میں انھوں نے جو اصول بتلائے ہیں، ان کے مطابق یہ روایت درست نہیں ہے۔ بہرحال! جہاں تک خصوصیت کے ساتھ پندرہویں شعبان کے روزہ کا تعلق ہے تو مسائل کی کتابیں جتنی بھی ہیں، ان میں جہاں نفل روزوں کا تذکرہ کیا گیا ہے، آپ اُٹھا کر دیکھ لیں، وہاں پندرہویں شعبان کے روزہ کا تذکرہ نہیں ہے۔ گویا حنفی کتابوں میں دسویں محرم کا روزہ ہے، نویں ذی الحجہ کا روزہ ہے، ایامِ بیض کے روزے ہیں لیکن پندرہویں شعبان کے روزے کی خصوصیت نہیں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو سند کے اعتبار سے ضعیف قرار دیا ہے۔ ویسے شعبان کے مہینے میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کثرت سے روزہ رکھنا ثابت ہے۔

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شعبان میں کثرت سے روزے رکھتے تھے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت مسلم شریف کے اندر موجود ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

شعبان کے مہینے میں کثرت سے روزے رکھتے تھے بلکہ کتبِ حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ازواجِ مطہرات کے جو رمضان کے روزے ''ایّام کے'' چھوٹے ہوئے ہوتے تھے، اُن کو شعبان ہی میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثرت سے روزہ رکھنے کی وجہ سے ان کی قضا کا موقع ملتا تھا[1] تو ویسے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثرت سے روزے رکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ بندوں کے اعمال اس مہینے میں پیش کیے جاتے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ میرے اعمال ایسی حالت میں پیش ہوں کہ میں روزے کی حالت میں ہوں۔

پندرہویں شعبان کا روزہ رکھنے کی ایک بہتر صورت

ایک تو شعبان کے مہینے میں روزہ رکھنے کی مستند فضیلت ہے، اس کی بنیاد پر، دوسرا یہ کہ ایّامِ بیض یعنی چاندنی راتوں: ۱۳، ۱۴، ۱۵ والے دنوں کے روزوں کا مستحب ہونا حدیث سے ثابت ہے[2]، فقہاء نے بھی لکھا ہے، یہ پندرہویں رات کا روزہ اس معنی کر کے بھی داخل ہوتا ہے۔ اس حیثیت سے رکھے تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔ بہر حال اس کو الگ سے مستحب سمجھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ویسے بہتر تو یہ ہے کہ ۱۳، ۱۴، ۱۵ کا روزہ آدمی رکھ لے۔ پھر بھی صرف پندرہ کا ہی رکھ لے گا تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔ بعضوں نے شعبان کے روزوں کی فضیلت کی وجہ سے اجازت دی ہے۔ خاص اس روایت کو پیشِ نظر نہ رکھا جائے۔

---

(۱) صحیح مسلم، عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، باب قَضَاءِ رَمَضَانَ فِي شَعْبَانَ.

(۲) صحیح البخاری، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، باب صیام أیام البیض ثلاث عشرة وأربع عشرة وخمس عشرة.

وہ حضرات جن کی اس رات میں مغفرت نہیں ہوتی

ایک بات اور بھی ہے کہ ان برکت والی راتوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت کی جاتی ہے لیکن حدیثوں میں آتا ہے کہ بعض ایسے گنہگار بھی ہیں کہ ان برکت والی راتوں میں بھی ان کے گناہ معاف نہیں ہوتے۔ ایک تو شرک کرنے والا، دوسرا اپنے دل میں کینہ رکھنے والا۔ مشاحن شحنہ سے ہے، کینہ کہ کسی مسلمان کے متعلق اپنے دل میں کینہ رکھتا ہو تو اس کی بھی مغفرت اللہ تعالیٰ کے یہاں نہیں ہوتی (۱)۔

آپس میں رہنا صلح سے خوئے بنی آدم نہیں

آج کل ایک مصیبت ہم میں عام ہوگئی ہے، ہمارے معاشرے میں آپس کے تعلقات خراب ہوتے ہیں، دو آپس میں لڑنے والے جنہوں نے آپس میں صلح نہ کی ہو، قطع تعلق رکھنے والے بھی اس میں آجاتے ہیں، تو آج کل ہمارے معاشرہ میں یہ وبا بھی بہت عام ہوتی جارہی ہے کہ غیر تو غیر اپنے رشتہ داروں میں بھی اتنی زیادہ آپس میں منافرت اور اتنا زیادہ قطع تعلق ہوجاتا ہے کہ بھائی بھائی کے ساتھ، قریبی رشتہ دار قریبی رشتہ دار کے ساتھ بولنے کے لیے روادار نہیں ہے، یہ بڑی خطرناک چیز ہے۔ ایسے موقعوں سے فائدہ اُٹھا کر کے ان تعلقات کو ٹھیک کرنے کی کوشش کی جائے، ورنہ اتنی مبارک راتوں میں بھی جن لوگوں کے گناہ معاف نہیں ہوتے، جن کی مغفرت نہیں ہوتی

---

(۱) فِي لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ يَغْفِرُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لِأَهْلِ الْأَرْضِ إِلَّا الْمُشْرِكَ وَالْمُشَاحِنَ (شعب الإيمان، عَنْ كَثِيرِ بْنِ مُرَّةَ الْحَضْرَمِيِّ، مَا جَاءَ فِي لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ، رقم الحديث ٣٥٥٠.)

ان میں اس کو شامل کیا گیا ہے اور جو شراب کا عادی ہو اس کو بھی اس میں شامل کیا گیا ہے۔

احسان جتانے والا

"والمنّان" احسان کر کے جتلانے والا۔ ایک بیماری ہمارے معاشرے میں یہ بھی ہے کہ کسی کے ساتھ کوئی احسان کیا ہو تو چاہتے یہ ہیں کہ جس کے ساتھ احسان کیا ہے وہ میرا غلام بن کر رہے، ذرّہ برابر بھی اس کے مزاج کے خلاف کچھ ہوا تو کہیں گے: ارے یار! اس پر اتنے دنوں سے میں نے یہ احسان کیا، میں نے یوں کیا، فلاں کیا، دیکھو نا اس کے باوجود یہ کیا۔ بھائی! یہ سب کچھ کیا تھا اللہ تعالیٰ سے ثواب حاصل کرنے کے لیے، صلہ حاصل کرنے کے لیے، اس سے کیوں توقع رکھتے ہو؟ بہر حال! احسان کر کے جتلانے والا بھی اس میں آتا ہے جس کی بڑی راتوں میں مغفرت نہیں ہوتی۔

ٹخنے سے نیچے ازار لٹکانا

ٹخنے سے نیچے لنگی کرتہ پائجامہ رکھنے والا۔ آج کل لمبے عربی کرتے بھی لوگوں کو پہننے کا شوق ہوتا ہے جو ٹخنے سے نیچے تک جاتے ہیں۔ کرتہ ہو تو بھی، پائجامہ ہو، پتلون ہو تو بھی اور لنگی ہو تو بھی ٹخنے ڈھک جاویں، اس طرح پہنے تو ایسے آدمی کو حدیث میں شمار کیا گیا ہے کہ اس کی ان مبارک راتوں میں مغفرت نہیں ہوتی (١)۔ یہ ٹخنے ڈھانکنے والا مرض جو ہے، وہ بھی بڑھتا جا رہا ہے، جوانوں کے اندر خاص طور سے۔ اس سے اپنے

---

(١) أخرج البيهقي عن عائشة رضى الله تعالىٰ عنها (الدر المنثور في التفسير بالماثور تحت قوله تعالىٰ "فيها يفرق كل أمر حكيم" ١٣/٢٥٦)

آپ کو بچانے کی ضرورت ہے۔

غلامانِ رسول ہوئے عاشقانِ افرنگ

حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تو فرمایا کرتے تھے کہ ہمارا حال تو یہ ہے کہ انگریز کے کہنے سے نیکر اور چڈی پہن لی تو گھٹنے تک کھول دئے اور اللہ کے رسول کے کہنے سے ٹخنے کھولنے کے لیے تیار نہیں ہے، پائجامہ ذرا اونچا رکھنے کے لیے بھی تیار نہیں ہیں۔

بعض گناہ ہر حال اور ہر وقت میں جاری رہتے ہیں

بلکہ بزرگوں نے لکھا ہے کہ بعض گناہ وہ ہوتے ہیں کہ آدمی نے گناہ کیا، پھر اس گناہ سے نکل آیا، جیسے ایک آدمی زنا کرتا ہے، بدکاری کرتا ہے تو جب تک کہ وہ بدکاری میں مبتلا ہے وہاں تک وہ گناہ چل رہا ہے، وہ ختم ہو گیا اب وہ گناہ اس کے سر پر تو ہے لیکن اس گناہ کے اندر تو مبتلا نہیں ہے۔ ایک آدمی شراب پی رہا ہے تو جب تک پی رہا ہے گناہ کر رہا ہے، پی چکا تو اس کے نامۂ اعمال میں تو وہ گناہ لکھ دیا گیا لیکن گناہ ختم ہو گیا، اب گناہ میں نہیں ہے، اب مسجد میں ہے تو یہ نہیں کہیں گے کہ شراب پی رہا ہے۔

لیکن بعض گناہ ایسے ہوتے ہیں کہ آدمی اس میں مبتلا ہوتا ہے اور وہ ہر حال میں مبتلا ہے، اسی میں یہ ٹخنے سے نیچے پائجامہ لٹکانا بھی ہے کہ نماز پڑھ رہا ہے اور ٹخنہ ڈھکا ہوا ہے تو وہی گناہ چل رہا ہے۔ سویا ہوا ہے تب بھی اس گناہ کے اندر مبتلا ہے تو بعض گناہ ایسے ہوتے ہیں کہ آدمی اس میں چوبیس گھنٹے لگاتار مبتلا ہوتا ہے یہ بھی ایسے

ہی گناہوں میں سے ہے، اس سے بچنے کا اہتمام کیا جائے۔ بھائی! جب اللہ تعالیٰ کی مغفرت ہم چاہتے ہیں، طلب گار ہیں تو اپنے آپ کو ان چیزوں سے بچانے کا اہتمام ہو؛ تاکہ ہم ایسی بڑی اور مبارک راتوں میں بھی اللہ تعالیٰ کی مغفرت سے محروم نہ رہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق اور سعادت عطا فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

ماہِ محرم اور یومِ عاشورا کے احکام اور فضائل

اقتباس

بعض لوگ اس محرم کے مہینے میں شادی بیاہ نہیں کرتے، حالاں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کے ساتھ اسی مہینے میں ہوا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ اسی مہینے میں ہوا ہے، اور ان دونوں نکاح سے بڑھ کر بابرکت نکاح کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے یہاں جب کوئی نکاح پڑھانے والا کوئی نکاح پڑھاتا ہے اور دعا کرتا ہے تو کہتا ہے: اَللّٰھم اَلِّفْ بینھما کَما اَلَّفْتَ بَیْنَ عَلِیٍّ وَفَاطِمة، اَللّٰھم اَلِّفْ بینھما کَما اَلَّفْتَ بَیْنَ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ خَدِیْجَةَ الکُبْرٰی۔ وہاں تو یہ دعائیں کی جاتی ہیں اور اسی مہینے میں نکاح کرنے کو لوگ منحوس سمجھتے ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

الحمد لله نحمده و نستعينه و نستغفره و نؤمن به و نتو كل عليه و نعوذ بالله من شرور انفسنا و من سيئات اعمالنا، و نعوذ بالله من شرور انفسنا و من سيئات اعمالنا، و نعوذ بالله من شرور انفسنا و من سيئات اعمالنا، من يهده الله فلا مضل له، و من يضلله فلا هادي له، و نشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريک له و نشهد أن سيدنا و مولانا محمدا عبده و رسوله، أرسله إلى كافّة الناس بشيرا و نذيرا، و داعيا إلى الله بإذنه و سراجا منيرا، صلى الله تعالىٰ عليه و على آله و أصحابه و بارک و سلّم تسليما كثيرا كثيرا، أما بعد:

فَاَعُوۡذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ بسم الله الرحمن الرحيم: ﴿اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوۡرِ عِنۡدَ اللّٰهِ اثۡنَا عَشَرَ شَهۡرًا فِيۡ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوۡمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ مِنۡهَاۤ اَرۡبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّيۡنُ الۡقَيِّمُ فَلَا تَظۡلِمُوۡا فِيۡهِنَّ اَنۡفُسَكُمۡ وَقَاتِلُوا الۡمُشۡرِكِيۡنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوۡنَكُمۡ كَآفَّةً وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الۡمُتَّقِيۡنَ﴾

اسلام میں قمری، ہجری سال کا اعتبار ہے

میرے قابلِ احترام بھائیو! ہمارے ہجری، قمری سال کی ابتدا ہوئی، محرم کا مہینہ اسلامی کلینڈر کا پہلا مہینہ ہے، گویا ۱۴۳۶ھ ختم ہوکر، ۱۴۳۷ھ میں ہم نے قدم رکھا۔ یہ اسلامی کلینڈر جو چاند کے حساب سے جاری کیا گیا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام اسلامی، شرعی احکام کے لیے ان ہی قمری تاریخوں کا انتخاب فرمایا۔

دنوں اور مہینوں کے حساب کے لیے اللہ تعالیٰ ہی نے قمری سال کا انتخاب فرمایا ہے

قرآنِ پاک میں باری تعالیٰ نے ایک جگہ پر فرمایا ہے: ﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ﴾ [البقرۃ:١٨٩] یہ لوگ، یا یہ مشرکین آپ سے چاندوں کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ آپ بتلا دیجیے کہ یہ لوگوں کے لیے اوقات کی تعیین اور حج کے وقت کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن ہی میں اس کا اعلان فرما دیا کہ شریعتِ مطہرہ کے نزدیک دنوں اور مہینوں کے حساب کے لیے یہی چاند والا حساب معتبر اور مستند قرار دیا گیا ہے۔

شمسی کلینڈر کے حساب سے تاریخوں کا استعمال بھی جائز ہے

ویسے دوسرا حساب بھی ہے جو دنیا میں عام طور پر جاری ہے سورج والا حساب، شمسی کلینڈر، وہ ۳۶۵/دن والا ہوتا اور قمری ۳۵۴/دنوں کا ہوا کرتا ہے۔ ویسے شمسی کلینڈر سے بھی منع نہیں کیا گیا، اس کی اجازت بھی دی گئی ہے۔ قرآنِ پاک باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ﴾ [یونس:٥]۔

اس آیت کی تشریح میں حضراتِ علماء فرماتے ہیں کہ آپ شمسی کلینڈر کے اعتبار سے بھی تاریخیں استعمال کر سکتے ہیں لیکن اسلام نے اپنے تمام احکام کی بنیاد چاند کے حساب پر رکھی ہے یعنی قمری کلینڈر کے اوپر رکھی ہے۔

تمام اسلامی احکام کے حسابات قمری کلینڈر پر مبنی ہیں

اور اسی کو اس آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے اور جتنے بھی احکام ہیں: زکوۃ کا حساب ہو، حج کی تاریخیں ہوں، رمضان کا مہینہ ہو، دونوں عیدیں: عید الفطر ہو، عید الاضحیٰ ہو اور بابرکت عشرے: ذوالحجہ کے مہینے کے پہلے دس دن، رمضان کے آخری دس دن، محرم کے پہلے دس دن اور اسی طرح شبِ برأت، یہ جتنے بھی اسلامی حسابات ہیں، وہ سب قمری کلینڈر کے اوپر مبنی رکھے گئے۔

ہر قمری مہینے کے پہلے چاند کو دیکھنا فرضِ کفایہ ہے

اور اسی لیے علماء نے لکھا ہے کہ ہر مہینے کے چاند کا دیکھنا فرضِ کفایہ ہے، ہمارے یہاں اس کا اہتمام نہیں ہوتا، ویسے دیہاتوں میں ایسے اللہ کے ایک دو بندے ہوتے ہیں جو اس کا اہتمام کرتے ہیں۔ اگر کوئی بھی اس حساب کو جاری اور باقی رکھنے کے لیے چاند دیکھنے کا اہتمام نہ کرے تو سب گنہگار ہوں گے؛ اس لیے مسلمانوں کو تو چاہئے کہ اگر وہ اپنے دنیوی امور میں مجبوری کی وجہ سے شمسی تاریخوں کا استعمال کریں تو گنجائش ہے، منع نہیں ہے لیکن اپنی اسلامی تاریخ کو یاد رکھنا کہ آج کون سا چاند ہے، یہ بحیثیت مسلمان کے ایمانی اور اسلامی غیرت کا تقاضا ہے، اگر سب بھول جائیں گے تو سبھی گنہگار قرار دئے جائیں گے۔

محرم الحرام قمری سال کا پہلا مہینہ ہے

یہ محرم کا مہینہ اسلامی کلینڈر کا پہلا مہینہ ہے، قرآنِ پاک میں باری تعالیٰ فرماتے

ہیں: ﴿اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا﴾ کہ مہینوں کی تعداد اللہ تعالیٰ کے یہاں بارہ ہے، ﴿فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ﴾ لوحِ محفوظ کے اندر، ﴿يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ﴾ ویسے یہ فیصلہ تو بہت پہلے ہو چکا تھا لیکن اس فیصلے کا عمل اور اجراء زمین اور آسمان کی جب پیدائش ہوئی، اس وقت سے شروع ہو چکا ہے۔

قمری سال کے چار حرمت والے مہینے

﴿مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ﴾ اور ان بارہ مہینوں میں چار مہینے وہ ہیں جو حرمت والے ہیں، ان کا ادب واحترام شریعت کی نگاہ میں خاص طور پر ملحوظ رکھا گیا ہے۔ چناں چہ حجۃ الوداع کے موقع پر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا جو مشہور خطبہ دیا، اس میں حرمت والے جو چار مہینے ہیں، ان کے متعلق فرمایا کہ تین مہینے ایک ساتھ ہیں: ذوقعدہ، ذوالحجہ اور محرم۔ اور ایک الگ ہے: رجب کا مہینہ (١)، اسلامی کلینڈر کا آٹھواں مہینہ، محرم اسلامی، قمری کلینڈر کا پہلا مہینہ ہے اور ذوقعدہ اور ذوالحجہ آخری دو مہینے گیارہواں اور بارہواں ہے، بہرحال! یہ چار مہینے حرمت والے قرار دئے ہیں۔

مشرکین کے دلوں میں حرمت والے مہینوں کا پاس ولحاظ

حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی شریعت کے اندر اسی زمانے سے

---

(١) حدیث شریف میں ہے: عَنْ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ: اَلزَّمَانُ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ، اَلسَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا، مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ، ثَلَاثَةٌ مُتَوَالِيَاتٌ: ذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ، وَرَجَبُ مُضَرَ، الَّذِي بَيْنَ جُمَادَى وَشَعْبَانَ (صحیح البخاری، بَابُ مَا جَاءَ فِي سَبْعِ أَرَضِينَ)

ان مہینوں میں قتل وقتال کو حرام قرار دیا گیا تھا، اگرچہ شریعتِ اسلامی نے آ کر اس حکم کو تو منسوخ کیا۔ حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے زمانے سے یہ جو قدیم حکم چلا آ رہا تھا، عربوں میں اس کا بڑا اہتمام تھا۔ عرب اپنی معاشرت کی وجہ سے جن برائیوں کے اندر پھنسے ہوئے تھے، وہاں حال یہ تھا کہ نہ کسی کی جان محفوظ تھی، نہ کسی کا مال محفوظ تھا۔ نہ کسی کی عزت اور آبرو محفوظ تھی لیکن یہ جو چار مہینے ہیں، ان حرمت والے مہینوں میں وہ لوگ باوجود اپنی ساری کمزوریوں اور بدعملیوں کے ان کا اتنا زیادہ لحاظ کرتے تھے کہ اگر ان مہینوں میں ان کو باپ کا قاتل بھی مل جاوے تو وہ اس کو ہاتھ نہیں لگاتے تھے، اتنا زیادہ اس کا لحاظ کیا جاتا تھا۔

زیادہ اہمیت کے حامل تین عشرے

بعد میں یہ قتل وقتال والا حکم تو اسلام نے آ کر منسوخ کر دیا، البتہ آج بھی ان مہینوں کا ادب واحترام بایں معنی کہ ان مہینوں کے اندر خصوصیت کے ساتھ عبادات کا اہتمام کیا جائے، اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف رجوع اور انابت کیا جائے، وہ ہے بلکہ علامہ ابنِ رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ تین عشرے ہمارے اسلاف کے یہاں بڑے مہتم بالشان اور بڑے اہم سمجھے گئے ہیں: ایک تو رمضان کا آخری عشرہ، دوسرا ذوالحجہ کا پہلا عشرہ اور تیسرا یہ محرم الحرام کا پہلا عشرہ۔ یہ تین عشرے ایسے ہیں کہ ان میں لوگوں کو عبادتوں کا خاص اہتمام کرنا چاہیے اور ان دنوں میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں عبادتوں کا ثواب دوسرے دنوں سے زیادہ ہے۔

عبادتوں اور گناہوں سے بچنے کی توفیق کے حصول کا آسان راستہ

ان دنوں میں اپنے آپ کو گناہوں سے بچانے کا اہتمام بھی زیادہ سے زیادہ کرنا چاہیے۔ چناں چہ حضراتِ مفسرین نے لکھا ہے کہ جو آدمی ان حرمت والے مہینوں میں عبادتوں کا اہتمام کرے گا اور اپنے آپ کو گناہوں سے بچانے کا اہتمام کرے گا تو اللہ تبارک وتعالیٰ دوسرے مہینوں اور دوسرے دنوں میں اس کو عبادت کی توفیق عطا فرمائیں گے اور گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں گے۔

یومِ عاشورا کیا ہے؟

بہرحال! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں یہ نیا سال عطا فرمایا اور اسی محرم کی جو دسویں تاریخ آئندہ کل آرہی ہے، اس کو عاشورا کہتے ہیں۔ عاشورا کا ترجمہ ہی ہے دسواں دن۔ گویا ماہِ محرم کے دسویں دن کو خاص طور پر لفظِ عاشورا سے موسوم کیا گیا ہے اور اس کو اسی نام سے پہچانا جاتا ہے۔ اس کی بھی شریعت کے اندر خاص اہمیت ہے۔

دسویں محرم کے سلسلے میں ایک غلط فہمی اور اس کا ازالہ

عام طور پر مسلمان عوام یہ سمجھتے ہیں کہ اس دن میں حضرتِ حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا جو واقعہ پیش آیا، اس کی وجہ سے اس کی اہمیت ہے، حالاں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ تو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے ساٹھ سال بعد پیش آیا اور یہ عاشورا اور دسویں محرم کے دن کی جو اہمیت ہے، وہ تو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے بلکہ اس سے پہلے

سے چلی آرہی ہے۔

دسویں محرم کے روز وقوع پذیر ہونے والے بعض اہم امور

اس دن میں دنیا میں بڑے بڑے واقعات وجود میں آئے۔ حضرت شیخ مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شمائل کی شرح خصائلِ نبوی کے اندر لکھا ہے کہ:

(۱) اسی دن میں حضرتِ آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی توبہ قبول ہوئی۔

(۲) اسی دن کے اندر حضرتِ نوح علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی کشتی جودی پہاڑ پر آ کر کے لگی۔

کشتی نوح علیہ السلام کا کعبۃ اللہ کے اردگرد سات چکر لگانا

صاحبِ تفسیر علامہ ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرتِ نوح علیہ السلام اپنی کشتی میں ۶ ؍ رجب کو سوار ہوئے تھے اور پورے چھ مہینے کشتی اسی سیلاب اور پانی کے اندر چلتی رہی، اسی چلنے کے دوران جب وہ کشتی کعبۃ اللہ کے پاس پہنچی - اگرچہ وہ تو طوفانِ نوح سے پہلے اٹھالیا گیا تھا لیکن جب اس جگہ پر پہنچی ہے - تو وہاں اس نے سات چکر لگائے، باقاعدہ اس کا طواف کیا، تفسیر ابنِ کثیر میں یہ چیز موجود ہے اور دسویں محرم کو یہ کشتی جودی پہاڑ پر لگی اور اس میں سے حضرتِ نوح علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام اترے[1]۔

---

(۱) ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں چالیس دن تک بیت اللہ کے چکر کاٹنے کا ذکر ہے: عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ مَعَ نُوحٍ فِي السَّفِينَةِ ثَمَانُونَ رَجُلًا مَعَهُمْ أَهْلُوهُمْ، وَأَنَّهُمْ كَانُوا فِي السَّفِينَةِ مِائَةً وَخَمْسِينَ يَوْمًا، وَأَنَّ اللَّهَ وَجَّهَ السَّفِينَةَ إِلَى مَكَّةَ فَدَارَتْ بِالْبَيْتِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا۔ اور دسویں محرم کو جودی=

(۳) حضرتِ ابراہیم علی نبینا و علیہ الصلوۃ والسلام کی پیدائش بھی اسی دن میں بتلائی جاتی ہے۔

(۴) حضرتِ موسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوۃ والسلام کی ولادت اور پیدائش بھی اسی دن میں بتلائی جاتی ہے۔

(۵) حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوۃ والسلام اسی دن میں آسمان پر اٹھائے گئے۔

(۶) حضرتِ ابراہیم علی نبینا و علیہ الصلوۃ والسلام پر آگ جو گلزار بنی، وہ بھی اسی عاشورا کے دن کے اندر بنی۔

(۷) حضرتِ یوسف علی نبینا و علیہ الصلوۃ والسلام بھی کنویں سے اسی دن میں نکالے گئے تھے۔

(۸) حضرتِ ایوب علی نبینا و علیہ الصلوۃ والسلام کو ان کی جو مشہور بیماری تھی، اس سے صحت اسی دن میں حاصل ہوئی۔

حضرت شیخ مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جن روایتوں میں یہ آیا ہے، بعض روایتیں تو ایسی ہیں جن پر سندی اعتبار سے حضراتِ محدثین نے کلام کیا ہے لیکن اگر تاریخی اعتبار سے دیکھا جائے تو وہ مستند ہیں، حضرت یہ فرماتے ہیں۔

دشمنِ خدا فرعون اسی دن دریا میں غرق ہوا تھا

(۹) حضرتِ موسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوۃ والسلام بنی اسرائیل کو لے کر فرعون اور

= پہاڑ پر ٹھیرنے کا ذکر قتادہ وغیرہ کی روایت میں ہے: وَكَانَ خُرُوجُهُمْ مِنَ السَّفِينَةِ فِي يَوْمِ عَاشُورَاءَ مِنَ الْمُحَرَّمِ. (قصص الأنبياء لابنِ کثیر ۱/۱۱۳)

قومِ فرعون کے مظالم سے چھڑانے کے لیے جب نکلے تھے اور فرعون نے اپنے لشکر کے ساتھ ان کا پیچھا کیا اور جب دریائے نیل پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو بطورِ معجزہ یہ عطا فرمایا کہ جب آپ نے اپنی لاٹھی دریا پر ماری تو بنی اسرائیل کے بارہ خاندانوں کے لیے بارہ راستے بن گئے اور وہ ان سے گذر کر سامنے پہنچ گئے۔ ان کے پیچھے پیچھے فرعون بھی اپنے لشکر کے ساتھ آیا، اس نے دیکھا کہ پانی رکا ہوا ہے، راستے بنے ہوئے ہیں تو وہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ داخل ہو گیا اور جب بیچ میں پہنچا تو پانی مل گیا اور فرعون غرق ہو گیا، اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرتِ موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام اور بنی اسرائیل کو فرعون کے مقابلے میں کامیابی عطا فرمائی، یہ چیز تو مسلم شریف کے اندر بھی موجود ہے۔

عاشوراء کا روزہ ورودِ اسلام سے پہلے سے جاری ہے

چناں چہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت شمائل کے اندر بھی ہے اور مسلم کے اندر بھی ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں اہلِ مکہ، مشرکینِ قریش دسویں محرم کا روزہ رکھتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی رکھتے تھے۔ آپ جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو وہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ یہود بھی دسویں محرم کا روزہ رکھتے ہیں (۱)۔

مسلمان سنتِ موسوی کی پیروی کے زیادہ حق دار ہیں

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تم یہ روزہ کیوں رکھتے ہو؟ تو انھوں نے

(۱) صحیح مسلم، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تعالیٰ عَنْهَا، بَابُ صَوْمِ يَوْمِ عَاشُورَاءَ.

جواب میں بتلایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرتِ موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام اور بنی اسرائیل کو فرعون اور اس کی قوم کے مقابلے میں اس دن میں کامیابی عطا فرمائی، فرعون غرق ہوا۔ اس کے شکرانے میں حضرتِ موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے روزہ رکھا تھا، ہم بھی رکھتے ہیں۔ ان کا یہ جواب سن کر نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حضرتِ موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی پیروی اور اتباع کے تو ہم تمھارے مقابلے میں زیادہ حق دار ہیں، چناں چہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کو اس کا حکم دیا(۱)۔

عاشوراء کا روزہ روزۂ رمضان کی فرضیت سے قبل فرض تھا

اور یہ روزہ رمضان کے روزوں سے پہلے فرض تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت موجود ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی رکھا اور صحابہ کو بھی اس کا حکم دیا پھر رمضان کا روزہ جب فرض ہوا تو یہ عاشوراء کے روزے کی فرضیت ختم ہوگئی (۲)، البتہ آج بھی بطورِ نفل اور سنت کے رکھا جاتا ہے اور اس کی مخصوص فضیلت ہے۔

عرفہ اور عاشورا کے روزوں کی فضیلت

مسلم شریف کی روایت ہے، نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عرفہ یعنی نویں ذی الحجہ کا جو روزہ ہے، وہ کوئی رکھے گا تو وہ پچھلے ایک سال اور آنے والے ایک سال،

---

(۱) صحیح مسلم، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تعالیٰ عَنْهُمَا، بَابُ صَوْمِ يَوْمِ عَاشُورَاءَ.

(۲) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، كَانَ عَاشُورَاءُ يُصَامُ قَبْلَ رَمَضَانَ فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانُ قَالَ: مَنْ شَاءَ صَامَ، وَمَنْ شَاءَ أَفْطَرَ. (صحیح البخاری، بَابُ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ)

دوسال کے گناہوں کے لیے کفارہ ہے اور یہ عاشورا کا روزہ جو کوئی رکھتا ہے تو پچھلے ایک سال کے گناہوں کے لیے کفارہ بنتا ہے (۱)۔

عاشوراء کے روزے کے سلسلے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا طرزِ عمل

چناں چہ ان روزوں کا اہتمام اسلاف کے اندر رہا ہے، خود نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس کی فرضیت ختم ہونے کے بعد بھی یہ روزہ رکھتے رہے، البتہ آخری سال کہ جس میں آپ کی وفات ہوئی، اس سال بعضے حضراتِ صحابہ نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے دریافت کیا۔

مسکوت عنہا احکام کے سلسلے میں ابتداءً حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا طرزِ عمل

شروع اسلام میں بعض ان چیزوں کے متعلق جن کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے کوئی صریح اور کھلا ہوا حکم نہیں آتا تھا تو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اہلِ کتاب کی موافقت کو پسند فرماتے تھے اور یہ انداز اور یہ طریقہ اس لیے اختیار کیا گیا تھا کہ ان کو اسلام کی طرف مائل کیا جائے لیکن جب یہودیوں نے عداوت میں انتہا کردی اور باوجود ان کے سامنے حق واضح ہونے کے ایمان نہیں لائے بلکہ اسلام کی مخالفت اور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ایذا رسانی میں دن بہ دن آگے بڑھنے لگے تو پھر یہ طرزِ عمل بدلا گیا اور ان کی مخالفت کا رویہ اختیار کیا گیا۔ چناں چہ عبادات کے اندر بھی کوئی ایسا انداز اختیار کرنا جس میں ان کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہو، شریعت اس کی اجازت نہیں دیتی۔

---

(۱) صحیح مسلم، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ، بَابُ اسْتِحْبَابِ صِيَامِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَصَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ وَعَاشُورَاءَ وَالِاثْنَيْنِ وَالْخَمِيسِ، رقم الحدیث: ۱۹۶.

یومِ عاشورا کے روزے میں یہودیوں کی مخالفت کا طریقہ

چناں چہ اسی تربیت کے نتیجے میں ایک مرتبہ حضراتِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! یہ دسویں محرم کو تو یہود بھی روزہ رکھتے ہیں اور ہم بھی رکھتے ہیں تو گویا ان کے ساتھ ایک طرح کی مشابہت لازم آتی ہے تو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اگر میں آئندہ سال زندہ رہا تو نویں کا بھی روزہ رکھوں گا(١)۔

اور مسندِ احمد کی روایت میں یہ بھی ہے کہ تم اکیلے دسویں محرم کا نہیں بلکہ اس سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد کا بھی روزہ رکھو؛ تاکہ ان کے ساتھ مشابہت لازم نہ آئے(٢)۔

تنہا دسویں محرم کے روزے کا حکم

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آئندہ سال روزہ رکھنے کی نوبت نہیں آئی؛ اسی لیے علماء لکھتے ہیں کہ اکیلے دسویں محرم کا روزہ خلافِ اولیٰ ہے، مکروہِ تنزیہی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی خواہش کا اظہار فرمایا تھا، اس کے پیشِ نظر چاہیے کہ ہم اس کے ساتھ ایک اور دن کا روزہ ملائیں۔

---

(١) صحیح مسلم، عن عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تعالىٰ عَنْهُمَا، بَابُ أَيُّ يَوْمٍ يُصَامُ فِي عَاشُورَاءَ؟.

(٢) السنن الكبرى للبيهقي، عن عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تعالىٰ عَنْهُمَا، بَابُ صَوْمِ يَوْمِ التَّاسِعِ، رقم الحديث: ٨٤٠٦.

تنہا دسویں محرم کے روزے کی کراہت کا حکم اب باقی نہیں رہا

البتہ ہمارے زمانے کے یہود اب قمری حساب پر چلتے نہیں ہیں۔ حضرت مولانا منظور نعمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے معارف الحدیث کے اندر لکھا ہے کہ:

ہمارے زمانے کے یہود کا حساب کتاب اب قمری سال پر نہیں رہا؛ اس لیے وہ چاہے عاشورا کا روزہ رکھتے ہوں لیکن ہمارا عاشورا اور ان کا عاشورا اب ایک ساتھ نہیں رہا؛ اس لیے جو علت اکیلا روزہ رکھنے کی کراہت کی تھی، اگر دیکھا جائے تو وہ باقی نہیں رہی اور عام طور پر حضراتِ فقہاء کے یہاں جب علت باقی نہیں رہتی تو حکم بھی باقی نہیں رہتا۔

شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ کی وجہ سے اس دن میں فضیلت نہیں ہے

یہ عاشورا یعنی دسویں محرم کا دن بڑا بابرکت دن ہے۔ عام طور پر مسلمان حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی وجہ سے اس کو بابرکت سمجھتے ہیں، حالاں کہ جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ وہ واقعہ تو بہت بعد کا ہے بلکہ ان کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے شہادت کی سعادت کا شرف اس دن میں عطا فرمایا، یہ ان کی فضیلت کی بات ہے، جیسے جمعہ کا دن، اس کی اپنی ایک فضیلت ہے، اگر کوئی آدمی شہادت کی سعادت پاوے اور جمعہ کے دن پاوے تو اس کی وجہ سے جمعہ کے دن میں فضیلت نہیں آئے گی بلکہ جمعہ کے دن اس کی شہادت واقع ہونے کی وجہ سے اس کو فضیلت حاصل ہوگی۔ چناں چہ علماء نے یہی بات لکھی ہے۔

بعض جاہل لوگ

اور بہت سے لوگ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے اس واقعے کی وجہ سے ان علاقوں میں جہاں شیعوں کا اثر ورسوخ ہے، ان کی دیکھا دیکھی -نعوذ باللہ- اس دن کو منحوس بھی سمجھتے ہیں، حالاں کہ کوئی دن اور کوئی رات منحوس نہیں ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے سب دن اور سب راتیں اور تمام اوقات بابرکت ہی بنائے ہیں بلکہ بعض اوقات کو بعض اوقات پر فضیلت کے اعتبار سے فضیلت دی گئی ہے؛ اس لیے منحوس والا عقیدہ غلط ہے؛ اس لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے عقیدوں کو درست کریں۔

ماہِ محرم کو منحوس سمجھنے والوں کی خردماغی

بعض لوگ اس محرم کے مہینے میں شادی بیاہ نہیں کرتے، حالاں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کے ساتھ اسی مہینے میں ہوا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ اسی مہینے میں ہوا ہے، حالاں کہ ان دونوں نکاح سے بڑھ کر بابرکت نکاح کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔

یہی وجہ ہے کہ ہمارے یہاں جب کوئی نکاح پڑھانے والا کوئی نکاح پڑھاتا ہے اور دعا کرتا ہے تو کہتا ہے: اَللّٰھم اَلِّفْ بینھما کما اَلَّفْتَ بَیْنَ عَلِیٍّ وَفَاطِمَۃ، اَللّٰھم اَلِّفْ بینھما کما اَلَّفْتَ بَیْنَ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَ خَدِیْجَۃَ الکُبْرٰی.

وہاں تو یہ دعائیں کی جاتی ہیں اور اسی مہینے میں نکاح کرنے کو لوگ منحوس سمجھتے ہیں۔

کسی بھی چیز میں نحوست کا عقیدہ، یہ شرکِ خفی ہے

کسی بھی چیز میں نحوست کا عقیدہ، یہ شرکِ خفی ہے۔ حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہ نے بہشتی زیور میں باقاعدہ لکھا ہے؛ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی بھی چیز میں یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ کسی چیز کو متبرک یا منحوس بنائے۔

بہر حال! بہت سے لوگ اس مہینے میں نکاح کو، اپنی دکانوں کے افتتاح کو یا کسی تجارتی سفر کو روک دیتے ہیں، یہ صحیح نہیں ہے۔

بہر حال! یہ عاشورا کا دن اپنے اندر بڑی اہمیت اور برکت رکھتا ہے، اس دن کے اعمال میں سے ایک عمل روزہ بھی ہے۔

یومِ عاشورا کا دوسرا عمل: گھر والوں پر کھانے پینے میں وسعت

ایک دوسرا عمل، بیہقی کی روایت ہے، نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مَنْ وَسَّعَ عَلَى أَهْلِهِ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَى أَهْلِهِ طُولَ سَنَتِهِ کہ: جو آدمی اس دن اپنے گھر والوں پر کھانے پینے میں وسعت کرے گا، اللہ تبارک وتعالیٰ سال بھر اس کی روزی میں وسعت فرمائیں گے (١)۔

عاشورا کے دن گھر والوں پر وسعت کا مطلب

چناں چہ اسلاف کے یہاں اس کا معمول تھا، مشکوۃ کے اندر یہ چیز موجود ہے اور اسلاف اپنے گھر والوں کے ساتھ اس کا اہتمام کرتے تھے (٢) لیکن اس کا مطلب یہ

---

(١) شعب الإيمان، عَنْ جَابِرٍ رضى الله تعالىٰ عنه، صَوْمُ التَّاسِعِ مَعَ الْعَاشِرِ۔ =

نہیں کہ کوئی مخصوص کھانا پکاتے تھے، جیسے کھچڑا پکایا ہو، یہ تو شیعوں والی بات ہوگئی۔ ویسے کوئی بھی اچھی چیز اس دن آپ اپنے گھر والوں پر وسعت کی نیت سے پکائیں تو اس کی اجازت ہے، اس کی برکت ان شاء اللہ حاصل ہوگی۔ اور چوں کہ اسلاف کے یہاں اس کا عمل رہا ہے تو بعض مرتبہ کوئی روایت سند کے اعتبار سے اتنی زیادہ اعلیٰ نہیں ہوتی لیکن اسلاف کے یہاں اس کا عمل ہونے کی وجہ سے وہ قابلِ عمل قرار دی جاتی ہے۔

عاشورا کے دن وسعت پر ایک اشکال اور اس کا جواب

البتہ اس موقع پر ہمارے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اشکال پیش کیا ہے کہ ایک طرف تو یہ ہے کہ اس دن میں آدمی اپنے گھر والوں کے لیے وسعت کرے اور دوسری طرف یہ ہے کہ اس دن میں روزہ رکھنا چاہیے تو وسعت پر عمل کیسے ہوگا؟ تو حضرت شیخ یونس صاحب دامت برکاتہم نے اس کا جواب بھی دیا ہے کہ بھائی! یہاں وسعت سے مراد اس کے اسباب ہیں کہ کھانا پکانے کا اہتمام تو دن میں ہو، بھلے آپ روزہ دار ہونے کی وجہ سے کھا نہیں سکیں گے، کھائیں گے تو مغرب یا عشا کے بعد لیکن سارا انتظام آپ نے دن میں کیا ہے تو اس کی وہ فضیلت حاصل ہو جائے گی۔ خیر یہ تو اس سلسلے میں اہلِ علم کی بحثیں ہیں۔

= (۲) وعن ابنِ مسعودٍ، قال: قال رسولُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم: مَنْ وَسَّعَ علي عياله في النَّفقةِ يومَ عاشوراءَ، وسَّعَ اللهُ عليهِ سائِرَ سنتِه. قال سفيانُ: إِنَّا قد جرَّبناهُ فوجدناهُ كذلك. رواه رزين. (مشكوة اول، باب فضل الصدقة)

حرمت والے مہینوں کا پاس ولحاظ کیجیے

خیر! میں یہ عرض کرنے جا رہا تھا کہ یہ محرم کا مہینہ اسلامی، قمری سال کا پہلا مہینہ ہونے کی وجہ سے ہمارے لیے نیا سال یہیں سے شروع ہوتا ہے اور جو حرمت والے چار مہینے بتلائے گئے، ان مہینوں میں خاص طور پر عبادتوں کا اہتمام ہو، اپنے آپ کو گناہوں سے بچانے کا اہتمام کیا جائے۔

تعزیہ کی مختصر تاریخ

اور اس میں جو تعزیہ وغیرہ کا اہتمام کرتے ہیں، حالاں کہ یہ تعزیہ کا سلسلہ سنہ ۳۵۲ھ میں بنو بویہ جو مصر کے اندر حکومت کرتے تھے اور شیعہ خاندان سے تعلق تھا، انھوں نے شیعوں کو حکم دیا تھا کہ دسویں محرم کے روز سب کالے کپڑے پہنیں، عورتیں بھی کالے کپڑے پہنیں اور چہرے بھی سیاہ کریں اور کھلے راستوں پر نکل کر اپنے بالوں کو کھول کر اپنی چھاتی پیٹیں اور اپنے چہروں کو نوچیں (۱)، چناں چہ اس کے حکم سے پہلی مرتبہ یہ کام کیا گیا اور اہلِ سنت والجماعت اس میں شریک نہیں ہوئے اور دوسرے سال بھی

---

(۱) سنه اثنتين وخمسين وثلاثمائة: في هذه السنه، خرج النساء منتشرات الشعور، مسودات الوجوه، يلطمن في الشوارع يوم عاشوراء على الحسين رضى الله عنه، وغلقت الاسواق. (تاريخ الطبري ۱۱/۳۹۷) في عاشر المحرم من هذه السنة (۳۵۲ھ) أمر معز الدولة بن بويه - قبحه الله - أن تغلق الأسواق وأن يلبس الناس المسوح من الشعر، وأن تخرج النساء حاسرات عن وجوههن، ناشرات شعورهن في الأسواق، يلطمن وجوههن، ينحن على الحسين بن علي ففعل ذلك، ولم يمكن أهل السنة منع ذلك؛ لكثرة الشيعة، وكون السلطان معهم. (البداية والنهاية ۱۵/۲۶۱)

اس نے یہ حکم دیا اور اہلِ سنت والجماعت کو بھی اپنی حکومت اور طاقت کے زور پر اس نے مجبور کرنا چاہا تو اہلِ سنت والجماعت نے اپنی ایمانی غیرت کی وجہ سے اس کا انکار کر دیا اور اسی کے نتیجے میں دونوں میں خوب زبردست جنگ بھی ہوئی لیکن اہلِ سنت والجماعت نے اس کو اختیار نہیں کیا۔ آج ہم اپنی جہالت، بے دینی اور غفلت کی وجہ سے یہ سب کرتے ہیں۔

ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک سب سے بہتر دن، مہینے اور سال

بہر حال! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ ان دنوں کے اندر اللہ تعالیٰ کی عبادت کا اہتمام ہو۔ حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب: المنبہات میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کسی نے پوچھا کہ سب سے بہتر عمل کون سا ہے؟ اور سب سے بہتر دن کون سا ہے؟ اور سب سے بہتر مہینہ کون سا ہے؟ تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب میں فرمایا کہ سب سے بہتر عمل پنج وقتہ نماز ہے اور سب سے بہتر دن جمعہ کا دن ہے اور سب سے بہتر مہینہ رمضان کا مہینہ ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک سب سے بہتر دن، مہینہ اور سال

اس آدمی نے تین دن تک یہ سوال کیے اور چوتھے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچ کر عرض کیا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ سوال کیا، انھوں نے یہ جواب دیا، آپ کیا کہتے ہیں؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دیکھو! ساری دنیا کے علماء اور حکماء جمع ہوں تو وہ بھی یہی جواب دیں گے۔ اس سے بہتر جواب کیا ہوسکتا ہے!، البتہ

میرے نزدیک سب سے بہتر عمل وہ ہے جو اللہ کی بارگاہ میں مقبول ہو اور سب سے بہتر مہینہ وہ ہے جس میں آدمی اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے گناہوں سے توبہ کرے اور سب سے بہتر دن وہ ہے جس میں آدمی اپنے ایمان والے دل کو لے کر اللہ کے دربار میں حاضر ہو یعنی جس دن ایمان پر موت آئے تو اس سے بڑھ کر اور کوئی دن نہیں ہوسکتا۔

برکت اور نحوست انسان کے اعمال سے آتی ہے

حقیقت تو یہ ہے کہ برکت ہو یا نحوست ہو، اس کا تعلق تو ہمارے اعمال سے ہے۔ رمضان سے بڑھ کر اور کون سا مہینہ برکت والا ہوسکتا ہے؟ لیکن آپ نے فضائلِ رمضان کے اندر سنا ہوگا کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر چڑھے، پہلے زینے پر جب قدم رکھا تو فرمایا: آمین! دوسرے زینے پر جب قدم رکھا تو پھر فرمایا: آمین! تیسرے زینے پر جب قدم رکھا تو پھر فرمایا: آمین!۔ جب آپ فارغ ہوئے تو حضراتِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ اللہ کے رسول! آج تو آپ نے ایک ایسی بات ارشاد فرمائی جو ہم نے پہلے کبھی نہیں سنی!۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ جب میں نے پہلے زینے پر قدم رکھا تو حضرتِ جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور کہا کہ ہلاک ہوجیو وہ آدمی جس نے رمضان کا مہینہ پایا اور اس کی مغفرت نہیں ہوئی تو میں نے کہا: آمین۔

دیکھئے! رمضان کا مہینہ اپنی جگہ برکت والا ہے لیکن جو آدمی اس کی ناقدری کرے گا اور اس مہینے کے اندر برے اعمال کے اندر مشغول رہے گا تو اس کے حق میں

وہی مہینہ ہلاکت کا ذریعہ بنا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بددعا کا ذریعہ بنا، حضرتِ جبرئیل علیہ السلام کی بددعا کا ذریعہ بنا۔

اس لیے بھائی! حقیقت تو یہ ہے کہ یہ برکت اور نحوست سارا ہمارے اعمال کے ساتھ جڑا ہوا ہے: اچھے اعمال کا اہتمام کرے تو کوئی بھی مہینہ ہوگا، وہ ہمارے لیے برکت والا ہوگا؛ اس لیے اچھے اعمال کا اہتمام کرے۔

بقیہ دو بد بخت انسان

اسی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب دوسرے زینے پر قدم رکھا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا تھا کہ ہلاک ہوجیو وہ شخص جس کے سامنے آپ کا نامِ مبارک لیا جائے اور آپ پر درود نہ پڑھے اور جب تیسرے زینے پر قدم رکھا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا تھا کہ ہلاک ہوجیو وہ شخص جو اپنے ماں باپ دونوں کو یا کسی ایک کو بوڑھاپے کی حالت میں پائے اور ان کی خدمت کر کے جنت نہ کمائے۔ ماں باپ سے بڑھ کر اور نعمت کیا ہوسکتی ہے(۱)؟

ماں باپ کی ناقدری جہنم میں لے جانے کا باعث ہے

لیکن جو شخص ان کی ناقدری کرے گا اور ان کی جیسی خدمت کرنی چاہیے، ویسی خدمت نہیں کرے گا تو اس کے حق میں یہی ماں باپ جہنم میں جانے کا ذریعہ بن جائیں گے تو اللہ تعالیٰ نے ماں باپ کو اس لیے تو نہیں بنایا تھا کہ وہ اپنی اولاد کو جہنم میں

(۱) المستدرك على الصحيحين، عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، كِتَابُ الْبِرِّ وَالصِّلَةِ.

لے جائیں لیکن یہ اولاد خود اپنی بدعملی اور نافرمانی کی وجہ سے ماں باپ کی ناقدری کر کے جہنم میں گئی، اس میں ماں باپ کا قصور تھوڑا ہے؟۔

ہم اپنی پوری زندگی کو خیر و برکت والی کیسے بنا سکتے ہیں؟

اسی طریقے سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں موقع دیا ہے کہ ہم اپنی زندگیوں کو اللہ کے احکام کے مطابق گذارنے کا اہتمام کریں تو کوئی بھی مہینہ ہوگا، کوئی بھی دن ہوگا، کوئی بھی رات ہوگی، اگر اس مہینے کو، اس دن کو، اس رات کو ہم اللہ تبارک وتعالیٰ کی اطاعت، عبادت اور فرماں برداری میں گذاریں گے، اپنے آپ کو اللہ کی نافرمانی سے، گناہوں سے بچانے کا اہتمام کریں گے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے جن کاموں کا حکم دیا ہے: ماں باپ کے ساتھ اطاعت وفرماں برداری کا، ان کے ساتھ خدمت گزاری کا معاملہ کریں گے، اپنے رشتہ داروں کے حقوق کی ادائگی کا اہتمام کریں گے تو یہ سب کچھ تمھارے لیے خیر اور برکت ہے۔

قطع رحمی کی نحوست

حدیث شریف میں آتا ہے، نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ قَاطِعٌ: قطع رحمی کرنے والا، رشتہ داروں کے حقوق کو جو آدمی ادا نہ کرتا ہو، وہ جنت میں نہیں جائے گا(۱)۔ بلکہ ایک حدیث میں تو بڑا سخت جملہ ارشاد فرمایا: لَا تَنْزِلُ الرَّحْمَۃُ عَلَی قَوْمٍ فِیھِمْ قَاطِعُ رَحِمٍ: جس قوم میں ایک آدمی ایسا ہو جو اپنے رشتہ داروں کا حق ادا

(۱) صحیح البخاری، عَنْ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ، بَابُ إِثْمِ الْقَاطِعِ.

نہ کرتا ہو، قطع رحمی کا سلوک کرتا ہو، اس پوری قوم پر اللہ کی رحمت نازل نہیں ہوتی (١)۔

تہی دستانِ قسمت راچہ سُود از رہبرِ کامل

میں کہا کرتا ہوں کہ آج تو گھر گھر کے اندر قطع رحمی کرنے والے ہیں، پھر اللہ کی رحمت کہاں سے نازل ہو! ہم نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کی خلاف ورزی کر کے اپنے لیے جہنم کے راستے کھول دیئے، اس میں قصور ہمارا ہے۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو رحمۃ للعالمین بن کر کے آئے تھے اور آپ کی تعلیمات تو اسی لیے تھیں کہ جو آدمی ان تعلیمات کو اختیار کرے گا، اپنائے گا، عمل کرے گا، وہ اس کے ذریعہ سے جنت میں پہنچے گا لیکن جو آدمی اپنی ناعاقبت اندیشی کی وجہ سے، اپنی بدعملی کی وجہ سے ان تعلیمات کی خلاف ورزی کرے اور اس کے نتیجے میں جہنم میں پہنچے تو کیا نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ بابرکت پر انگلی اٹھائی جاسکتی ہے؟ نہیں! آپ کی ذات تو رحمت ہی رحمت ہے، ہم نالائق ہیں کہ سراپا رحمت ذات کی قدر نہیں کی، ان کی تعلیمات کو نہیں اپنایا تو ان کی نافرمانی کی وجہ سے ہم جہنم میں جائیں گے۔

میں نے کہا نا کہ ماں باپ کا وجود رحمت ہے لیکن اولاد ان کی نافرمانی اور ان کی ناقدری کر کے جہنم میں جائے تو اس میں ماں باپ کا کیا قصور؟ رمضان کا مہینہ برکت والا ہی مہینہ ہے لیکن کوئی آدمی اس برکت والے مہینے کے اندر بھی گناہوں میں لت پت رہے اور نیکی کا کوئی کام نہ کرے اور یہ مہینہ یوں ہی گذار دے اور اس کے گناہوں کی

(١) شعب الإيمان، عن عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهما، بَابٌ فِي صِلَةِ الْأَرْحَامِ.

مغفرت نہ ہو، وہ اگر حضرتِ جبرئیل علیہ السلام اور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بددعا کا حق دار بن جائے تو اس میں رمضان کا کیا قصور ہے؟۔

مسئلہ معلوم نہ ہو تو اہلِ علم سے پوچھ کر عمل کیجیے

حقیقت تو یہ ہے کہ سب کچھ ہمارے ساتھ جڑا ہوا ہے؛ اس لیے میں آپ حضرات سے خاص طور پر کہوں گا کہ ہمیں اپنے اعمال کا ہر وقت جائزہ لینا چاہیے۔ جو کرو، شریعت کے مطابق کرو، اگر حکم معلوم نہیں ہے تو معلوم کرو۔ قرآن میں اللہ نے حکم دیا ہے: ﴿فَسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ [النحل:٤٣] کوئی بھی کام ہو، شریعت کا حکم معلوم کیے بغیر آگے بڑھنا نہیں ہے اور جو معلوم ہے، اس پر عمل کا اہتمام ہونا چاہیے۔

مریضِ لا علاج ہیں، اس کا علاج کیا ہے!

ہم گناہوں کو گناہ جاننے کے باوجود اس کو کرتے رہیں گے تو اس سے بڑھ کر بدقسمتی اور محرومی اور کیا ہو سکتی ہے!! یہ تو بہت بڑی محرومی کی بات ہے۔ آج عام مزاج ایسا ہی ہے۔ جو آدمی گناہ کا کام کرتا ہے، ایسا نہیں ہے کہ وہ نہیں جانتا، وہ جانتا ہے، اس کو کسی کو بتلانے کی ضرورت نہیں ہے، وہ خود جانتا ہے کہ میں جو کام کر رہا ہوں، وہ گناہ کا کام ہے، اللہ کی نافرمانی کا کام ہے، جہنم میں لے جانے والا ہے اور اس کے باوجود بھی کر رہا ہے، اس کا کیا علاج ہے؟

حقیقت تو یہ ہے کہ ہم میں سے ہر ایک کو اپنی زندگیوں کے اوپر نظرِ ثانی کرنے کی ضرورت ہے کہ دیکھیں کہ ہم کس طرح زندگی گذار رہے ہیں، یہ نیا سال آیا ہے، وہ

ہمارے لیے امن وامان کا، خیر و برکت کا اور اللہ کی رحمت کا ذریعہ اسی وقت بنے گا جب ہم اس میں اللہ کے احکام اپنی زندگیوں میں اپنائیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق اور سعادت عطا فرمائے۔ (آمین)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

قربانی کی مختصر تاریخ

اور

اس کے احکام وفضائل

مؤرخہ:۲۵/۸/۲۰۱۵

بمقام:بلیشور

اقتباس

حقیقت تو یہ ہے کہ یہ جانور تو ایک علامت ہے، ایک مؤمن جب قربانی کرتا ہے تو بوقتِ قربانی اس کے دل میں یہ جذبات ہونے چاہئیں کہ جیسے حضرت ابراہیمؑ اللہ کے حکم سے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کے لیے تیار ہو گئے، میں بھی اپنی جان، اپنا مال، اپنے اہل وعیال، اپنا سب کچھ اللہ کے حکم کو پورا کرنے کے لیے قربان کرنے کے واسطے تیار ہوں، یہ قربانی کا جانور تو محض ایک علامت ہے اور اسی لیے قربانی کے اندر جو جانور جتنا عمدہ ہوگا، جتنا زیادہ فربہ ہوگا، جتنا زیادہ قیمتی ہوگا، اس کو بہتر قرار دیا گیا ہے۔ اور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تاکید فرمائی ہے، بعض روایتوں میں آتا ہے: استفرھوا ضحایاکم اور بعض روایتوں میں ہے: عَظِّمُوا ضَحَایَاکُمْ۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا، ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا، ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا، من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلله فلا هادي له، ونشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريک له ونشهد أن سيدنا ومولانا محمدا عبده ورسوله، أرسله إلى كافّة الناس بشيرا ونذيرا، وداعيا إلى اللّٰه بإذنه وسراجا منيرا، صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وعلى آله وأصحابه وبارک وسلّم تسليما كثيرا كثيرا، أما بعد:

فَاَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ بسم اللّٰه الرحمن الرحيم: ﴿وَالۡفَجۡرِ وَلَيَالٍ عَشۡرٍ﴾ [الفجر:١،٢]

وقال تعالىٰ: ﴿وَاِذِ ابۡتَلٰۤى اِبۡرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ﴾ [البقرة:١٢٤]

وقال تعالىٰ: ﴿لَنۡ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوۡمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنۡ يَّنَالُهُ التَّقۡوٰى مِنۡكُمۡ﴾ [الحج:٣٧]

اسلامی سال کے مہینے اور حرمت والے مہینوں کا ذکر

یہ ذوالحجۃ الحرام کا جو مہینہ ہے، وہ اسلامی کیلینڈر کا آخری مہینہ ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جب سے اس زمین وآسمان کو پیدا فرمایا، یہ بارہ مہینے سال بھر کے لیے مقرر فرمائے اور ان میں چار مہینوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے حرمت والا قرار دیا۔ حجۃ الوداع

کے موقع پر نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو خطبہ دیا، اس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حقیقت کو واضح فرمایا۔ بخاری شریف کی روایت میں یہ چیز موجود ہے۔ یہ جو حرمت والے چار مہینے ہیں، ان میں ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب ہیں۔

فضیلت والے ماہ وسال اور ایام واوقات

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسلامی کیلینڈر کے بارہ مہینوں میں سے بعض مہینوں کو کچھ خصوصیت عطا فرمائی ہے، بعض دنوں اور راتوں کو کچھ خصوصیات عطا فرمائی ہے، بعض اوقات اور گھڑیوں کو کچھ خصوصیات عطا فرمائی ہے: رمضان المبارک کا مہینہ ایک مہینے کے اعتبار سے تمام مہینوں پر فضیلت رکھتا ہے، جمعہ کا دن ہفتے کے دنوں میں دوسرے دنوں کے مقابلے میں فضیلت کا حامل ہے۔ نویں ذی حجہ یعنی عرفہ کا دن سال بھر کے دنوں میں سب سے افضل اور بہتر سمجھا جاتا ہے، لیلۃ القدر سال بھر کی راتوں میں سب سے افضل اور بہتر سمجھی جاتی ہے۔ جمعہ کے دن میں ایک گھڑی ہے ساعتِ اجابت کہ جو کوئی اس میں دعا کرتا ہے، وہ قبول کی جاتی ہے، اس کو دوسرے اوقات کے اوپر فضیلت حاصل ہے۔

فجر کے مصداق میں علماء کے اقوالِ مختلفہ

سورۂ فجر کی ان ابتدائی آیات ﴿وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ﴾ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے قسم کھائی ہے۔ فجر سے مراد کیا ہے؟ تو بعض مفسرین تو فرماتے ہیں کہ ہر دن کی فجر مراد ہے؛ اس لیے کہ ہر دن کی فجر جب طلوع ہوتی ہے تو دنیا کے اندر ایک انقلاب لے

کرآتی ہے، گویا اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی قسم کھا کر اس کی اہمیت کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ خاص طور پر دسویں ذی الحجہ کا جو دن ہے یعنی یوم النحر، عید الاضحیٰ، قربانی کا پہلا دن، اس کی فجر مراد ہے[1]۔

یومِ نحر سے پہلے والی رات حکماً یومِ عرفہ کی رات شمار ہوتی ہے

اس لیے کہ ویسے اسلامی کیلینڈر کے حساب سے گذشتہ رات آنے والے دن کے تابع ہوا کرتی ہے، جیسے جمعہ کی دن کی شب وہ کہلائے گی جو جمعرات کے بعد آتی ہے لیکن یہاں پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے عرفات کے میدان میں جہاں حاجی لوگ وقوف کرتے ہیں اور وقوفِ عرفہ کو حج کا ایک اہم اور بنیادی رکن قرار دیا گیا ہے، وہاں یہ بھی بتلا دیا گیا کہ اگر کوئی آدمی دسویں ذی الحجہ کی صبحِ صادق تک عرفات کے اندر وقوف کر لے تو اس کا حج ادا ہو جائے گا، گویا اس دسویں ذی الحجہ والی رات کو حکم کے اعتبار سے گذشتہ دن یعنی یومِ عرفہ کے تابع قرار دیا گیا، اس اعتبار سے گویا یہ یوم النحر کی رات اُدھر لگا دی گئی، اس معنی کر کے اللہ تبارک وتعالیٰ نے آج کے دن کی اس فجر کو اہمیت عطا

---

(۱) وَالْفَجْرِ اقسم اللّٰہ تعالی بالفجر ای انفجار صبح کل یوم کذا روی ابو صالح عن ابن عباس وھو قول عکرمة..... وقال الضحاک فجر أول یوم من ذی الحجة لانه قرن به اللیالی العشرة. (التفسیر المظھري تحت قوله تعالیٰ: وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ) وَثَالِثُهَا: أَنَّهُ فَجْرُ يَوْمٍ مُعَيَّنٍ، وَعَلَى هَذَا الْقَوْلِ ذَكَرُوا وُجُوهًا الْأَوَّلُ: أَنَّهُ فَجْرُ يَوْمِ النَّحْرِ، وَذَلِكَ لِأَنَّ أَمْرَ الْمَنَاسِكِ مِنْ خَصَائِصِ مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ، وَكَانَتِ الْعَرَبُ لَا تَدَعُ الْحَجَّ وَهُوَ يَوْمٌ عَظِيمٌ يَأْتِي الْإِنْسَانُ فِيهِ بِالْقُرْبَانِ كَأَنَّ الْحَاجَّ يُرِيدُ أَنْ يَتَقَرَّبَ بِذَبْحِ نَفْسِهِ، فَلَمَّا عَجَزَ عَنْ ذَلِكَ فَدَى نَفْسَهُ بِذَلِكَ الْقُرْبَانِ. (تفسیر الرازی، تحت قوله تعالیٰ: وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ)

فرمائی اور اس کی قسم کھا کر ﴿وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ﴾ فرمایا۔

وَلَيَالٍ عَشْرٍ کے مصداق میں اختلاف اور قولِ معتدل

دوسرے نمبر پر دس راتوں کی قسم کھائی، اس سے کون سی دس راتیں مراد ہیں؟ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جو مفسرِ قرآن ہیں، ان کے حوالے سے حافظ ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ اس سے مراد ذوالحجہ کے پہلے دس دن ہیں[1]۔ ویسے حضراتِ علماء کے درمیان یہ مسئلہ موضوعِ بحث ہے کہ رمضان کا آخری عشرہ افضل ہے یا ذوالحجہ کا یہ پہلا عشرہ افضل ہے؟ اس پر باقاعدہ دلائل کے ذریعہ سے کلام کیا گیا ہے، حافظ ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے فیصلے کو بہت سے حضرات نے معتدل قرار دیا، وہ فرماتے ہیں کہ راتوں کے اعتبار سے تو رمضان کا آخری عشرہ سب سے افضل ہے؛ اس لیے کہ اس میں لیلۃ القدر ہے جو سال بھر کی راتوں میں سب سے افضل ہے اور دنوں کے اعتبار سے ذوالحجہ کا یہ پہلا عشرہ سب سے افضل ہے؛ اس لیے کہ اس میں دنوں کے اعتبار سے سال بھر کے دنوں میں جو سب سے افضل دن ہے یعنی یومِ عرفہ، وہ پایا جاتا ہے۔

اور آج جو دسویں ذی الحجہ کا دن ہے، اس کو قرآن میں يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔ (التوبة:٣)

---

(١) وَقَدْ ثَبَتَ فِي صَحِيحِ الْبُخَارِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَرْفُوعًا «مَا مِنْ أَيَّامٍ الْعَمَلُ الصَّالِحُ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ فِيهِنَّ مِنْ هَذِهِ الْأَيَّامِ يَعْنِي عَشْرَ ذِي الْحِجَّةِ قَالُوا: وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ؟ قَالَ: وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ إِلَّا رَجُلًا خَرَجَ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْجِعْ مِنْ ذَلِكَ بِشَيْءٍ (تفسیر ابن کثیر، تحت قوله تعالیٰ: وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ)

ماہِ ذی الحجہ کے خصوصی احکام وعبادات اور خلیل اللہ

اس دن میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے قربانی کا حکم دیا گیا ہے۔ اس مہینے میں بہت سے احکام اور عبادتیں جو انجام دی جاتی ہیں، مختلف حیثیتوں سے ان میں سیدنا حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام اور ان کے گھرانے کی بعض یادگاروں کو بڑا دخل ہے۔

حضرتِ ہاجرہ سے حضرتِ ابراہیمؑ کے نکاح کا پس منظر

حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کا نکاح حضرتِ سارہ کے ساتھ ہوا اور ایک طویل زمانے تک ان کو کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ جب اولاد نہیں ہوئی اور حضرتِ سارہ اولاد کی طرف سے مایوس ہوئیں اور یوں سمجھا کہ میں تو بانجھ ہوں، اب مجھے کوئی اولاد نہیں ہوگی تو انھوں نے حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام سے کہا کہ آپ ہاجرہ سے- جو اس بادشاہ کی بیٹی تھی جس نے حضرتِ سارہ سے زیادتی کا ارادہ کیا تھا لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس میں اس کو ناکام اور نامراد کیا تو اس نے حضرتِ سارہ سے متأثر ہوکر اپنی بیٹی حضرتِ ہاجرہ کو خدمت کے لیے حضرتِ سارہ کے حوالے کیا تو حضرتِ سارہ جب اولاد کی طرف سے مایوس ہوگئیں تو حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام سے درخواست کی کہ وہ ان حضرتِ ہاجرہ سے- نکاح کر لیں۔

اولاد کی دعا اور قبولیتِ دعا کی بشارت

چناں چہ حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے نکاح کر لیا اور نکاح کے

بعد اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا کی: ﴿رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾[الصافات:١٠٠] اے اللہ! مجھے نیک اولاد عطا فرما۔ اس کے جواب میں اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ﴾ حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی اس دعا کے نتیجے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو ایک بردبار بیٹے یعنی حضرتِ اسماعیل علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی بشارت سنائی۔

حضرت ابراہیمؑ کے یہاں حضرتِ اسماعیلؑ کی پیدائش

چناں چہ حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی عمر جب ٨٦/سال تھی تو ان کے یہاں حضرتِ اسماعیلؑ پیدا ہوئے۔ آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ باپ کو اس بیٹے کے ساتھ کس قدر محبت ہوگی!۔ برسوں کی تمناؤں کے بعد اور ایک مایوسی کی سی کیفیت کے بعد جب اولاد ملے اور وہ بھی اکلوتی اولاد ہو تو اس سے باپ کو جو تعلق اور محبت ہوسکتی ہے، ہر آدمی اس کو سمجھ سکتا ہے۔

بذریعۂ خواب اکلوتے بیٹے کو راہِ الٰہی میں قربان کرنے کا حکم

پھر یہی بچہ جب کچھ بڑا ہوا، بارہ، چودہ سال کا ہوا تو حکم آیا: ﴿فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى﴾[الصافات:١٠٢] یعنی جب وہ بیٹا باپ کے ساتھ چلنے پھرنے کی عمر کو پہنچا، بارہ، چودہ سال کی عمر کو پہنچے، گویا تربیت اور ان کو بڑا کرنے کا جو مرحلہ تھا، وہ گذر گیا اور اب بیٹے کی طرف سے باپ کو کچھ امیدیں اور توقعات قائم ہوئیں کہ اب یہ میرے لیے بوڑھاپے کی لاٹھی ثابت

ہوگا، اس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے خواب میں آپ کو یہ دکھلایا گیا کہ آپ اپنے اس اکلوتے بیٹے کو چھری سے ذبح کر رہے ہیں۔

دیکھئے! یہ منظر خواب میں دکھلایا گیا، بذریعۂ فرشتہ وحی نہیں کی گئی، ویسے حضراتِ انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کا خواب بھی چوں کہ وحی کے حکم میں ہوا کرتا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کو بیوی اور بچے کو چھوڑنے کا حکم

اس سے پہلے بھی اپنے اس بیٹے اور اس کی ماں کے سلسلے میں حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام ایک آزمائش سے گذر چکے تھے، اس بچے کے پیدا ہونے کے بعد فوراً اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو یہ حکم دیا کہ اس بچے کو اور اس کی ماں کو ہم جہاں کہیں، وہاں چھوڑ آؤ۔ حضرت جبرئیل علیہ الصلوۃ والسلام حضرت ابراہیمؑ اور ان کی بیوی حضرت ہاجرہ اور بیٹے حضرت اسماعیلؑ کو لے کر چلے۔ حضرت جبرئیلؑ ان کو راستہ دکھلا رہے ہیں۔ شام کا ملک جو بڑا ہرا بھرا اور سرسبز وشاداب ہے، وہاں سے لے کر چلتے ہیں، راستے میں جہاں کہیں کوئی اچھی جگہ نظر آتی ہے تو حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام حضرت جبرئیلؑ سے پوچھتے ہیں کہ یہاں ٹھیرنے کا حکم ہے؟ تو جواب دیتے ہیں کہ نہیں، ابھی تو اور آگے جانا ہے۔

لق ودق میدان میں بیوی اور بچے کو چھوڑنے کا حکم

یہاں تک کہ آگے بڑھتے بڑھتے جب اس جگہ پہنچے جہاں آج کل کعبۃ اللہ ہے، پہاڑیوں کے درمیان میں ایک ٹیلہ سا تھا، وہاں لاکر کے حضرت جبرئیلؑ نے حضرت

ابراہیمؑ سے کہا کہ یہاں اپنی بیوی اور بچے کو ٹھیرانا ہے۔ کچھ دن حضرت ابراہیمؑ ان کے ساتھ رہے۔ ان کے پاس کھجوروں کا ایک تھیلا تھا اور پینے کے لیے پانی کا ایک مشکیزہ تھا، دو چار دنوں کے بعد حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو حکم ہوا کہ آپ اب تشریف لے جائیں اور ان کو یہیں چھوڑ دیں۔

حکم ملتے ہی اٹھے اور چلنے لگے، بیوی کو کچھ کہا نہیں۔ حضرتِ ہاجرہ نے دیکھا کہ یہ تو جا رہے ہیں تو ان کے پیچھے پیچھے چلتی ہوئی پوچھنے لگیں کہ آپ کہاں جا رہے ہیں، یہاں تو کوئی نہیں ہے، دودھ پیتا بچہ ہے! لیکن کوئی جواب نہیں دے رہے ہیں، دوسری مرتبہ پوچھا، تیسری مرتبہ پوچھا لیکن کوئی جواب نہیں دیا۔

حضرتِ ہاجرہ کا عجیب متوکلانہ جواب

جب تیسری مرتبہ میں بھی کوئی جواب نہیں آیا تو خود حضرت ہاجرہ کے دل میں خیال آیا کہ شاید اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، پوچھا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے؟ تو کہا کہ ہاں!۔ تو حضرتِ ہاجرہ نے جواب دیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے تو وہ ہمیں ضائع اور برباد نہیں کرے گا!!۔

آپ انداہ لگائیں کہ اللہ تعالیٰ پر کیسا بھروسہ ہے!۔ آج ہم اپنے بال بچوں کو بستی کے اندر جہاں ہزاروں کی آبادی ہے، اپنے گھر کے اندر چھوڑ کر جاتے ہیں تو ہمیشہ یہ خیال آتا رہتا ہے کہ بال بچوں کو اکیلے چھوڑ آیا ہوں، وہاں کوئی ہے نہیں، پتہ نہیں ان کا کیا ہوگا!، حالاں کہ ہمارا گھر ہزاروں کی آبادی کے بیچ میں ہوتا ہے تو بھی ہم ہمیشہ فکرمند

رہتے ہیں تو یہاں تو کوئی انسان، آدم زاد نہیں ہے، صرف یہ ماں اور بیٹا ہے، اور کچھ بھی نہیں۔ آپ تصور کیجیے کہ ان کی کیا کیفیت ہوگی!! لیکن جب حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے جواب میں فرمایا کہ ہاں! اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم دیا ہے تو حضرتِ ہاجرہ نے کہا: إِذاً لَا يُضَيِّعُنَا: تب تو اللہ تعالیٰ ہمیں ضائع نہیں کریں گے (۱)۔ اس عورت کا یقین دیکھیے۔

تجھے آباء سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی

آج کے مسلمان کا حال یہ ہے کہ جب اسے شریعت کا کوئی حکم بتلایا جاتا ہے، کہا جاتا ہے کہ تجارت میں یوں کرو تو جواب ملتا ہے کہ مولوی صاحب! اگر اس طرح کرنے جائیں گے تو برباد ہو جائیں گے!!، اللہ کے حکم کے بارے میں کہا جاتا ہے تو مؤمن یہ کہتا ہے اور اس عورت کا یقین دیکھو!۔

حضرت ابراہیمؑ کی آزمائشوں کا اجمالی خاکہ

بہرحال! حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام اسی حال میں چھوڑ کر گئے، یہ تو کتنی بڑی آزمائش تھی اور اس سے پہلے جو آزمائشوں سے گذرے تھے: اپنی قوم کے ساتھ آزمائش پیش آئی، اپنے باپ کے ساتھ آزمائش پیش آئی۔ باپ نے آپ کو اپنے

---

(۱) أخرجه أَحْمدوَعبد بن حميد وَالْبُخَارِيّ وَابْن جرير وَابْن أبي حَاتِم والجندي وَابْن مرْدَوَيْه وَالْحَاكِم وَالْبَيْهَقِيّ فِي الدَّلَائِل عَن سعيد بن جُبَير (الدر المنثور تحت قوله تعالى: وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ)

گھر سے نکال دیا، قوم نے آپ کے ساتھ عداوت کا معاملہ کیا کہ جب آپ نے قوم کو بت پرستی سے روکا اور ان کے بتوں کو ختم کیا تو قوم نے آپ کو آگ میں ڈالا، اس کے بعد عراق جو آپ کی جائے پیدائش تھی، اس کو چھوڑ کر شام تشریف لے گئے، گھر بار چھوڑا، قوم کو چھوڑا، وطن کو چھوڑا اور آخر میں بیوی اور بچے تک کو ایک غیر آباد اور بنجر جگہ میں چھوڑ آئے۔

اپنے لختِ جگر کو خواب میں ذبح کرنے کا نظارہ

وہاں چھوڑنے کے بعد اللہ کے حکم سے کبھی کبھی ان کی خبر لینے کے لیے آتے جاتے رہتے تھے۔ چناں چہ اسی زمانے میں جب حضرت اسماعیل علیہ الصلوۃ والسلام کی عمر بارہ یا چودہ سال تھی تو دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام ان کو ذبح کر رہے ہیں تو آپ نے اپنے بیٹے کے سامنے اس خواب کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا: ﴿يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى﴾: اے میرے پیارے بیٹے! میں خواب میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ میں تمھیں ذبح کر رہا ہوں، تم سوچ لو! تمھاری کیا رائے ہے؟۔ ایسا نہیں ہے کہ وہ ہاں کہیں گے تو ہی ان کو ذبح کیا جائے گا، دراصل حضرت ابراہیمؑ بیٹے کا بھی امتحان لینا چاہتے تھے کہ میرا بیٹا اللہ کے اس حکم کو پورا کرنے کے لیے تیار ہے یا نہیں؟۔

سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندی

آخر بیٹا کس کا تھا؟ خلیل الرحمٰن کا بیٹا تھا! چناں چہ جواب دیا: ﴿يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَاۗءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ﴾ [الصافات:١٠٢]: اے ابا جان! اللہ کی طرف سے

آپ کو جو حکم دیا جارہا ہے، اس کو پورا کیجیے۔اس سے حضرت اسماعیلؑ کی عقل کا اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ تو خواب بیان کررہے ہیں اور وہ اس عمر میں بھی سمجھ رہے ہیں کہ نبی کا خواب وحی ہوا کرتا ہے۔ ورنہ کوئی دوسرا ہوتا تو کہتا کہ ابا جان! خواب وخیال کے اس نظارے کا کیا اعتبار! کیا آپ محض ایک خواب کی وجہ سے میرے جیسے اکلوتے بیٹے کی جان لینے کے درپے ہوگئے!

لیکن حضرت اسماعیلؑ کہہ رہے ہیں: ﴿يَاأَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ﴾: اے ابا جان! اللہ کی طرف سے آپ کو جو حکم دیا جارہا ہے، اس کو پورا کیجیے، آپ اگر اللہ نے چاہا تو مجھے صبر کرنے والوں اور تحمل کرنے والوں میں سے پائیں گے، سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ صَابِرًا نہیں کہا بلکہ ﴿سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ﴾ کہ: اللہ کے بہت سے بندے ہیں جو اللہ کا حکم پورا کرنے کے لیے صبر وتحمل کا مظاہرہ کرتے ہیں، ان میں ایک میں بھی ہوں۔ گویا اپنے آپ کو عُجب سے، خود بینی سے، کبر سے بچانے کا بھی اہتمام کررہے ہیں!۔

سرِ تسلیم خم ہے، جو مزاجِ یار میں آئے

﴿فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ﴾: قرآن میں باری تعالیٰ نے اس منظر کی عکاسی فرمائی ہے کہ جب باپ اور بیٹے دونوں نے اللہ کے حکم کو پورا کرنے کے لیے اپنے آپ کو پیش کردیا، سرِ تسلیم خم کردیا اور حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹا دیا۔

﴿وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا إِبْرَاهِيمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا﴾: جب چھری چلانا شروع کیا۔

اللہ تعالیٰ کا دکھلایا ہوا خواب حضرت ابراہیمؑ نے سچا کر دکھلایا

حضرت اسماعیلؑ نے پہلے ہی کہہ دیا کہ ابا جان! اپنے کپڑوں کو ذرا سمیٹ لیجیے، کہیں میرا خون آپ کے کپڑوں کو لگ نہ جائے اور کہیں اس کو دیکھ کر کے میری ماں کا دل متأثر نہ ہو اور چھری کو تیز کر لیجیے؛ تا کہ آپ جلدی سے اللہ کے حکم کو پورا کریں۔ لیکن بہر حال! اللہ تعالیٰ تو فقط امتحان لے رہے تھے۔ منظر یہ دکھلایا گیا تھا کہ وہ ذبح کر رہے ہیں، وہ منظر تو پورا ہو گیا، حضرت اسماعیلؑ ذبح ہو چکے ہیں، ایسا منظر دکھلایا نہیں تھا، بس یہ تھا کہ میں اپنے بیٹے کو لٹا کر کے اس پر چھری چلا رہا ہوں تو جو خواب اللہ تعالیٰ نے دکھلایا تھا، حضرت ابراہیمؑ نے اس کو سچا کر دکھلایا۔

تکبیرِ تشریق کا پس منظر

اور پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت جبرئیل علیہ الصلوۃ والسلام جنت سے ایک مینڈھا لے کر کے آئے۔ حضرت ابراہیمؑ چوں کہ اپنے بیٹے کو ذبح کرنے میں مشغول تھے تو حضرت جبرئیلؑ کو خیال آیا کہ حضرت ابراہیمؑ کہیں اپنے بیٹے کو ذبح نہ کر ڈالیں؛ اس لیے دور سے ہی کہا: اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ، حضرت ابراہیمؑ نے جب ان کو دیکھا تو خوش ہو کر کہا: لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ، جب حضرت اسماعیلؑ نے یہ دیکھا تو کہا: اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ، اور پھر اسی جگہ پر وہ مینڈھا جو جنت سے بھیجا گیا تھا، ذبح کیا گیا: وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ، قرآن کہتا ہے کہ ہم نے ان کے بدلے میں ایک بڑا جانور قربانی کے طور پر پیش کیا، حقیقت تو یہ ہے کہ یہ حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی

یادگار ہے۔

رمیٔ جمرات کا پس منظر

اسی موقع پر یہ بھی ہوا تھا کہ حضرت ابراہیمؑ جب اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کے لیے کعبۃ اللہ سے لے کر مِنٰی کی طرف گئے، ماں کے سامنے ذبح نہیں کیا- مِنٰی میں اس لیے جانور ذبح کیے جاتے ہیں-تو شیطان نمودار ہوا، وہ حضرت ابراہیمؑ کو بہکانا چاہتا تھا تو حضرت ابراہیمؑ نے سات کنکریاں ماریں تو وہ زمین میں دھنس گیا، پھر دوبارہ سامنے آیا تو پھر کنکریاں ماریں پھر تیسری مرتبہ نمودار ہوا تو پھر سے کنکریاں ماریں-حج کے موقع پر مِنٰی میں اسی لیے کنکریاں ماری جاتی ہیں--

عیدالاضحیٰ کے روز قربانی حضرت ابراہیمؑ کے اس عمل کی یادگار ہے

بہر حال! حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کا یہ قربانی والا عمل اللہ تعالیٰ کے یہاں ایسا مقبول ہوا کہ وہ اب قیامت تک جاری رہے گا اور مؤمن کو اس بات کا پابند بنایا گیا کہ وہ ان دنوں میں جانور کی قربانی کرے۔

جانور کی قربانی قلبی جذبات کی علامت ہے

حقیقت تو یہ ہے کہ یہ جانور تو ایک علامت ہے، ایک مؤمن جب قربانی کرتا ہے تو بوقتِ قربانی اس کے دل میں یہ جذبات ہونے چاہئیں کہ جیسے حضرت ابراہیمؑ اللہ کے حکم سے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کے لیے تیار ہو گئے، میں بھی اپنی جان، اپنا مال، اپنے اہل وعیال، اپنا سب کچھ اللہ کے حکم کو پورا کرنے کے لیے قربان کرنے کے واسطے تیار

ہوں، یہ قربانی کا جانور تو محض ایک علامت ہے اور اسی لیے قربانی کے اندر جو جانور جتنا عمدہ ہوگا، جتنا زیادہ فربہ ہوگا، جتنا زیادہ قیمتی ہوگا، اس کو بہتر قرار دیا گیا ہے۔ اور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تاکید فرمائی ہے، بعض روایتوں میں آتا ہے: استفرهوا ضحایاکم (۱) اور بعض روایتوں میں ہے: عَظِّمُوا ضَحَايَاكُمْ (۲)۔

قربانی کے جانور کے ساتھ اس طرح کا تعلق رکھئے

آج کل تو کیا ہو گیا ہے کہ ہم اپنے گھروں پر قربانی کا جانور رکھنے کے بجائے دوسرے کے حوالے کر دیتے ہیں، حالاں کہ ہمارے اسلاف کے یہاں اس کا اہتمام تھا۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہمارے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سنایا کہ وہ عید کے دن ہی آئندہ سال کے لیے قربانی کا جانور خرید لیتے تھے اور سال بھر تک اس کی خدمت کرتے، اپنے ہاتھ سے چارہ کھلاتے، یہاں تک کہ اخیری ایک دو مہینوں میں تو دودھ جلیبی کھلاتے تھے۔

اور جب آپ پڑھانے کے لیے دارالعلوم تشریف لے جاتے تو وہ جانور بھی آپ کے ساتھ جاتا، جب آپ درس گاہ میں جاتے تو وہ باہر بیٹھا رہتا اور جب باہر تشریف لاتے تو ساتھ ساتھ چلتا تھا، جانور کو آپ کے ساتھ اور آپ کو جانور کے ساتھ اتنا تعلق اور محبت ہو جاتی تھی اور جب عید کے روز ذبح کرتے تو اپنے ہاتھوں سے ذبح کر رہے

---

(۱) التَّنويرُ شَرْحُ الجَامِعِ الصَّغِيرِ، عن أبي هريرة رضى الله تعالىٰ عنه، رقم الحديث: ۹۸۶.
(۲) المبسوط للسرخسى، باب أول وقت الاضحية.

ہیں اور آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں۔ یہ کیفیت ہونی چاہیے؛ تاکہ یہ محسوس ہو، اس کا اندازہ ہو کہ ہم اپنی محبوب چیز کو اللہ تعالیٰ کے لیے پیش کر رہے ہیں۔

قربانی کی حقیقت اور اس کا ثواب حدیث کی روشنی میں

یہ قربانی کیا ہے؟ حضراتِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا تھا: يَا رَسُولَ اللهِ مَا هَذِهِ الْأَضَاحِيُّ؟: اے اللہ کے رسول! یہ قربانی کے جانور کیا ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں فرمایا: سُنَّةُ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: تمھارے باپ حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی سنت اور طریقہ ہے۔ صحابہ نے پوچھا: فَمَا لَنَا فِيهَا؟: ہم کو اس میں کیا ملے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا: بِكُلِّ شَعْرَةٍ حَسَنَةٌ: قربانی کے جانور کے ہر بال کے بدلے میں نیکی ملے گی۔ پوچھا: يَا رَسُولَ اللهِ فَالصُّوفُ؟: جانوروں کے بال الگ الگ ہوتے ہیں: بعض جانوروں کے کے بال ہوتے ہیں اور بعض کا اون ہوتا ہے تو پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! اون کا کیا حکم ہے؟ تو جواب میں ارشاد فرمایا: بِكُلِّ شَعْرَةٍ مِنَ الصُّوفِ حَسَنَةٌ: اون والے جانور کے ہر بال کے بدلے میں بھی ایک نیکی ملے گی (۱)۔

قربانی کا جانور قیامت کے دن صحیح سالم آئے گا

اور یہ قربانی کا جانور جیسا کہ حدیث میں آتا ہے، پورا اپنے سینگ کے ساتھ، اپنے بالوں کے ساتھ، اپنی کھریوں کے ساتھ قیامت کے دن آئے گا؛ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۱) السنن الکبری للبیهقی، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ، كِتَابُ الضَّحَايَا، ر: ١٩٠١٧.

فرماتے ہیں: فَطِيبُوا بِهَا نَفْسًا: کہ پوری خوش دلی کے ساتھ قربانی کرو(٢)۔

قربانی کے جانور کے بارے میں ہمارا نازیبا رویہ

آج تو قربانی کے معاملے میں ہمارا حال عجیب ہوگیا ہے! ویسے شاپنگ میں، اِدھراُدھر فضول خرچی میں ہزاروں روپئے خرچ کردیں گے لیکن قربانی کے معاملے میں ایسا کم سے کم درجے کا جانور خریدنے کی کوشش کرتے ہیں کہ جس سے قربانی ہوجائے، حالاں کہ جتنا عمدہ، جتنا قیمتی، جتنا فربہ ہوگا، اتنا زیادہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ آج قربانی کے دن جانور کے خون کو بہانے سے بڑھ کر دوسرا کوئی عمل اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے، اس لیے تم خوش دلی کے ساتھ قربانی کرو(٣)۔

قربانی کا نصاب

جس آدمی کے پاس ٦١٢ رگرام اور ٣٦٠ رملی گرام چاندی یا اس کی مالیت کا اگر کوئی زائد سامان ہے اور اس کے اوپر قرضہ بھی نہیں ہے، قرض سے زائد اتنا مال ہے تو اس کے اوپر قربانی واجب ہے۔ ہمارے گھروں میں شوکیس کا عام رواج ہے جس میں ضرورت سے زائد سامان رکھا ہوا ہے تو لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ میرے اوپر زکوۃ فرض نہیں ہے تو قربانی بھی واجب نہیں ہے، حالاں کہ ایسا نہیں ہے، زکوۃ کا نصاب الگ ہے

(٢) السنن الکبری للبیهقی، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تعالىٰ عَنْهَا، كِتَابُ الضَّحَايَا، رقم الحديث: ١٩٠١٥.

(٣) مَا عَمِلَ آدَمِيٌّ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ النَّحْرِ أَحَبَّ إِلَى اللهِ مِنْ إِهْرَاقِهِ دَمًا، حوالۂ بالا۔

اور قربانی کا نصاب الگ ہے۔

قربانی کے نصاب کے بارے میں ایک غلط فہمی کا ازالہ

زکوٰۃ کا نصاب تو وہ مال ہے جو بڑھنے والا ہو، سونا چاندی یا تجارت کا مال ہو اور قربانی میں مال کا بڑھنے والا ہونا ضروری نہیں ہے، اگر ضرورت سے زائد مال اتنا ہو کہ ۶۱۲ رگرام اور ۳۶۰ رملی گرام چاندی کی قیمت کو پہنچ جائے تو قربانی اور صدقۂ فطر واجب ہو جاتا ہے۔ بہت سے لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ ہم پر صدقۃ الفطر واجب ہے اور وہ ادا بھی کرتے ہیں اور انھیں کو جب یہ کہا جاتا ہے کہ بھائی! قربانی کرو تو وہ کہتے ہیں کہ مولوی صاحب! قربانی تو ہم پر واجب نہیں ہے۔ حالاں کہ صدقۃ الفطر تو ادا کر رہے ہیں اور جو نصاب صدقۃ الفطر کا ہے، وہی نصاب قربانی کا بھی ہے!!۔

صاحبِ نصاب کے قربانی نہ کرنے پر وعید

اس لیے میں سب سے کہوں گا کہ اہلِ علم سے مل کر اپنا حال بیان کریں اور پوچھیں کہ مجھ پر قربانی واجب ہے یا نہیں؟ ورنہ قربانی واجب ہونے کے باوجود اگر نہیں کرو گے تو بیہقی کی روایت میں ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس میں قربانی کی طاقت ہے اور اس کے باوجود قربانی نہ کرے، وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آوے[1]۔ ایسے آدمی پر عید کی نماز کے لیے آنے پر بھی نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پابندی لگا رہے ہیں، گویا اسے

---

(۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم: مَنْ وَجَدَ سَعَةً لِأَنْ يُضَحِّيَ فَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَحْضُرْ مُصَلَّانَا" (السنن الکبری للبیہقی، کِتَابُ الضَّحَايَا، رقم الحدیث: ۱۹۰۱۲)

خوشی میں شرکت کی اجازت نہیں ہے؛ اس لیے اس چیز کا اہتمام ہونا چاہیے۔

جانور کو ذبح کرنا اپنی چاہتوں کو اللہ کے احکام پر قربان کرنے کی علامت ہے

اور جیسا کہ میں نے کہا کہ قربانی کا جانور ایک علامت ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنی تمام تر چاہتوں کو اللہ تعالیٰ کے حکم پر قربان کرنے کے واسطے تیار رہیں، اللہ کے ہر حکم کو پورا کرنا مؤمن کی اولین ذمہ داری ہے، اس کے لیے بڑی سے بڑی قربانی دینے کے لیے اس کو تیار رہنا چاہیے۔

تکبیرِ تشریق کا حکم

تکبیرِ تشریق: اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ، لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ یہ تیرہویں ذی الحجہ کی عصر تک ہر فرض نماز کے بعد پڑھنا ہر ایک پر واجب ہے، عید کی نماز کے بعد بھی اس کو پڑھنا چاہیے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق اور سعادت عطا فرمائے۔ (آمین)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔